



یہ کتاب برقی شکل میں نشر ہوئی ہے اور شبکہ الاماین الحسینین (علیہما السلام) کے گروہ علمی کی نگرانی میں تنظیم ہوئی ہے

تاریخ اسلام (۳)  
امیر المؤمنین ؑ کی حیات طیبہ

مؤلف: مرکز تحقیقات اسلامی

مترجم: معارف اسلام پبلشرز

نام کتاب: تاریخ اسلام ۳ (امیر المؤمنین ؑ کی حیات طیبہ)

مؤلف: مرکز تحقیقات اسلامی

مترجم: معارف اسلام پبلشرز

ناشر: نور مطاف

جلد: سوم

اشاعت: سوم

تاریخ اشاعت: ربیع الثانی ۱۳۲۸ھ - ق

تعداد: ۲۰۰۰

Web : [www.maaref-foundation.com](http://www.maaref-foundation.com)

E-mail : [info@maaref-foundation.com](mailto:info@maaref-foundation.com)

جملہ حقوق طبع بحق معارف اسلام پبلشرز محفوظ ہیں۔

## عرض ناشر:

ادارہ معارف اسلام پبلشرز اپنی اصلی ذمہ داری کو انجام دیتے ہوئے مختلف اسلامی علوم و معارف جیسے تفسیر، فقہ، عقائد، اخلاق اور سیرت معصومین (علیہم السلام) کے بارے میں جانے پہچانے محققین کی قیمتی اور اہم تالیفات کے ترجمے اور طباعت کے کام کو انجام دے رہا ہے۔

یہ کتاب تاریخ اسلام ۳ (امیر المؤمنین علیہ السلام کی حیات طیبہ) جو قارئین کے سامنے ہے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت اطہار کی سیرت اور تاریخ پر لکھی جانے والی کتابوں کے سلسلے کی ایک کڑی ہے جسے گذشتہ سالوں میں ترجمہ کروا کر طبع کیا گیا تھا۔ اس ترجمہ کے دستیاب نہ ہونے اور معزز قارئین کے مسلسل اصرار کے باوجود اس پر نظر ثانی اور اسے دوبارہ چھپوانے کا موقع نہ مل سکا۔

خداوند عالم کے لطف و کرم سے اس سال کہ جسے رہبر معظم (دام ظلہ) کی جانب سے رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا سال قرار دیا گیا ہے، اس نفیس سلسلے کی تیسری جلد کو، نظر ثانی اور تصحیح کے بعد دوبارہ زیور طبع سے آراستہ کیا جا رہا ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ خداوند متعال کے فضل و کرم، امام زمان (عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کی خاص عنایت اور ادارے کے ساتھ تعاون کرنے والے محترم فضلاء کے مزید اہتمام و توجہ سے اس سلسلے کی بعد والی جلد کہ جو حضرت زہرا اور ائمہ معصومین کی حیات طیبہ کے بارے میں ہے کو بھی جلد از جلد چھپوا کر مطالعہ کے شائقین کی خدمت میں پیش کر سکیں گے۔

ان شاء اللہ تعالیٰ

معارف اسلام پبلشرز

## حضرت علیؑ کی زندگی مختلف ادوار

حضرت علیؑ کی تریسٹھ سالہ زندگی کو پانچ ادوار میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

۱۔ ولادت سے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے مبعوث ہونے تک۔

۲۔ بعثت سے آنحضرت ﷺ کی ہجرت تک

۳۔ ہجرت سے آنحضرت ﷺ کی رحلت تک

۴۔ رسول اکرم ﷺ کی رحلت سے خلافت ظاہری تک

۵۔ خلافت ظاہری سے شہادت تک

پہلا سبق

ولادت سے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے مبعوث بہ رسالت ہونے تک

ولادت

پیغمبر اکرم ﷺ کے زید دامن آپ کی پرورش

بعثت سے آنحضرت ﷺ کی ہجرت تک

حضرت علیؑ وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے دین اسلام قبول کیا

بے نظیر قربانی

ہجرت سے آنحضرت ﷺ کی رحلت تک

علیؑ رسول خدا کے امین

علیؑ رسول خدا ﷺ کے بھائی

علیؑ اور راہ خدا میں جنگ

علیؑ جنگ بدر کے بے نظیر جانباز

حضرت علیؑ رسول ﷺ کے تنہا محافظ

جنگ خندق میں علیؑ کا کردار

علیؑ فاتح خیبر  
امیر المومنینؑ کی سیاسی زندگی میں جنگجویی کے اثرات  
حضرت علیؑ اور پیغمبر اکرمؐ کی جانشینی  
حدیث یوم الدار  
حدیث منزلت  
قرآن مجید میں حضرت ہارونؑ کے مقامات و مناصب  
حدیث غدیر  
سوالات  
حوالہ جات

## ولادت

حضرت علیؑ نے ۱۳ رجب بروز جمعہ عام الفیل<sup>(۱)</sup> کے تیسویں سال میں (بعثت سے دس سال قبل) خانہ کعبہ میں ولادت پائی اس نومولود بچے کے والد کا نام عمران<sup>(۲)</sup> تھا وہ قبیلہ بنی ہاشم کے سردار تھے اور مکہ کے بااثر لوگوں میں شمار کئے جاتے تھے آپکی والدہ فاطمہ بن اسد بن ہاشم ابن عبد مناف تھیں۔ آپؑ کو خانہ کعبہ کے طواف کئے درمیان دردزہ محسوس ہوا چنانچہ آپ معجزے کے زیر اثر خانہ کعبہ کی عمارت میں داخل ہو گئیں جہاں حضرت علیؑ کی ولادت ہوئی۔ خانہ کعبہ میں امیر المومنین حضرت علیؑ کی ولادت کو عام شیعہ مورخین و محدثین اور علم انساب کے دانشوروں نے اپنی کتابوں میں تحریر کیا ہے اور اب تک کسی دوسرے شخص کو یہ فضیلت حاصل نہیں ہوئی ہے<sup>(۳)</sup>

پیغمبر ﷺ کے زیر دامن آپ کی پرورش

حضرت محمد ﷺ پر جب پہلی مرتبہ وحی نازل ہوئی تو اس وقت حضرت علیؑ کی عمر دس سال

سے زیادہ نہ تھی۔ حضرت علیؑ کی زندگی کا وہ حساس ترین دور تھا جس میں حضرت محمد بن عبدالہدیؐ کے زیر سایہ عاطفت آپ کی شخصیت کی تشکیل ہوئی آئندہ جو واقعات رونما ہونے والے تھے ان کا چونکہ پیغمبر اکرمؐ کو مکمل علم تھا اور بخوبی یہ جانتے تھے کہ آپؐ کے بعد حضرت علیؑ ہی امت مسلمہ کے امور کی زمام سنبھالیں گے اس لئے آپؐ نے منظم دستور العمل کے تحت اپنے زیر دامن تربیت کی غرض سے اس وقت جب کہ حضرت علیؑ کی عمر چھ ہی سال تھی ان کے والد کے مکان سے اپنے گھر منتقل کر لیا تاکہ براہ راست اپنی زیر نگرانی تربیت و پرورش کر سکیں۔<sup>(۴)</sup>

حضرت محمدؐ کو حضرت علیؑ سے اس قدر محبت تھی کہ آپ کو معمولی دیر کی جدائی بھی گوارا نہ تھی چنانچہ جب کبھی عبادت کی غرض سے آنحضرتؐ مکہ سے باہر تشریف لے جاتے<sup>(۵)</sup> تو حضرت علیؑ کو بھی ہمراہ لے جاتے۔

حضرت علیؑ نے اس دور کی کیفیت اس طرح بیان فرمائی ہے: یہ تو آپ سب ہی جانتے ہیں کہ رسول خداؐ کو مجھ سے کس قدر انسیت تھی اور مجھے جو خاص قربت حاصل تھی اس کا بھی آپ کو علم ہے میں نے آپؐ کی پر شفقت آغوش میں پرورش پائی ہے جب میں بچہ تھا تو آنحضرتؐ مجھے گود میں لے لیا کرتے تھے مجھے آپ گلے سے لگاتے تھے اور اپنے ساتھ سلاتے تھے میں اُن کے بدن کو اپنے بدن سے چمٹا لیتا تھا اور آپ کے بدن کی خوشبو سونگھتا تھا، آپ نوالے چباتے اور میرے منہ میں دیتے تھے۔

جس طرح ایک بچہ اپنی ماں کے پیچھے چلتا ہے اسی طرح میں پیغمبر اکرمؐ کے پیچھے چلتا تھا آپؐ ہر روز اپنے اخلاقی فضائل کا پرچم میرے سامنے لہراتے اور فرماتے کہ میں بھی آپ کی پیروی کروں۔<sup>(۶)</sup>

اس دوران حضرت علیؑ نے پیغمبر اکرمؐ کے اخلاق گرامی اور فضائل انسانی سے بہت زیادہ کسب فیض کیا اور آپ کی زیر ہدایت و نگرانی روحانیت کے درجہ کمال پر پہنچ گئے۔

## بعثت سے آنحضرت ﷺ کی ہجرت تک

حضرت علیؑ وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے دین اسلام قبول کیا۔  
حضرت علیؑ کا اولین افتخاریہ ہے کہ آپ نے سب سے پہلے دین اسلام قبول کیا بلکہ صحیح معنوں میں یوں کہیں کہ آپ نے اپنے قدیم دین کو آشکار کیا۔

دین اسلام قبول کرنے میں پیشقدمی وہ اہم موضوع ہے جس کو قرآن نے بھی بیان کیا ہے (۷) یہی نہیں بلکہ جن لوگوں نے فتح مکہ سے قبل دین اسلام قبول کیا اور راہ خدا میں اپنے جان و مال کو نثار کیا انھیں ان لوگوں پر فوقیت دی ہے جو فتح مکہ کے بعد ایمان لائے اور جہاد کیا (۸) اس پس منظر میں اس شخص کی عظمت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے جو سب سے پہلے دین اسلام سے مشرف ہوا اور اس وقت ایمان لایا جب کہ ہر طرف دشمنان اسلام کی طاقت کا ہی دور دورہ تھا یہ ایک عظیم افتخار تھے کہ دیگر تمام فضائل اس کی برابری نہیں کر سکتے۔

بہت سے مورخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت محمد ﷺ پر پہلی مرتبہ وحی پیر کے دن نازل ہوئی اور اس کے اگلے دن حضرت علیؑ ایمان لائے۔ (۹)

حضرت علیؑ نے دین اسلام قبول کرنے میں جو دوسروں پر سبقت حاصل کی سب سے پہلے خود پیغمبر اکرم ﷺ نے اس کی صراحت کرتے ہوئے صحابہ کے مجمع عام میں فرمایا تھا "روز قیامت مجھ سے حوض کوثر پر وہ شخص سب سے پہلے ملاقات کرے گا جس نے دین اسلام قبول کرنے میں تم سب پر سبقت کی اور وہ ہے علی بن ابی طالب (۱۰)

خود حضرت علیؑ نے بھی مختلف موقع پر اس حقیقت کی صراحت فرمائی ہے۔ ایک جگہ آپ فرماتے ہیں "اس روز جب کہ اسلام کسی کے گھر تک نہیں پہنچا تھا اور صرف پیغمبر اکرم ﷺ و حضرت خدیجہؑ اس دین سے مشرف ہوئی تھیں میں تیسرا مسلمان تھا۔ میں نوروحی و رسالت کو دیکھتا تھا اور نبوت کی خوشبو سونگھتا تھا۔ (۱۱)

دوسری جگہ آپ فرماتے ہیں: "خداوند! میں وہ پہلا شخص ہوں جس نے تیری طرف رجوع کیا، تیرے پیغام کو سنا امور تیرے پیغمبر ﷺ کی دعوت پر لیک کہا" (۱۲)

### بے نظیر قربانی

آپ کے دیگر افتخار میں سے ایک افتخار یہ بھی ہے جب آپ ﷺ شب ہجرت (جو کہ لیلۃ المبیت کے نام سے مشہور ہے) پیغمبر اکرم ﷺ کے بستر پر سو گئے اور اس دوران آنحضرت ﷺ نے مکہ سے مدینہ ہجرت فرمائی اور تمام مورخین نے اس واقعہ کو بیان کیا ہے اہل قریش میں سے چالیس بہادروں نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ اس رات رسول خدا ﷺ کو قتل کر دیں اس غرض سے انہوں نے پیغمبر اکرم ﷺ کے گھر کو نرغے میں لے لیا۔ اس رات حضرت علیؑ نے اپنی جان کی بازی لگا کر آنحضرت ﷺ کی حفاظت فرمائی اور جو خطرات رسول خدا ﷺ کو پیش آنے والے تھے ان کو اپنے مول لے لیا۔

یہ قربانی اس قدر اہم اور قابل قدر تھی جیسا کہ متعدد روایات (۱۳) سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر یہ آیت نازل فرمائی (ومن الناس من یشری نفسه ابتغاء مرضات اللہ واللہ رءوف بالعباد) (۱۴) یعنی انسانوں میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو رضائے الہی کی طلب میں اپنی جان کھپا دیتا ہے اور ایسے بندوں پر اللہ بہت مہربان ہے۔

### ہجرت سے آنحضرت ﷺ کی رحلت تک

#### علیؑ رسول خدا ﷺ کے امین

پیغمبر اکرم ﷺ کو جب یہ حکم ملا کہ مکہ سے مدینہ تشریف لے جائیں تو آپ ﷺ کو اپنے قبیلے کے افراد میں کوئی بھی ایسا شخص نظر نہ آیا جو حضرت علیؑ سے زیادہ امین و صادق ہو چنانچہ اس بناء پر رسول خدا

نے علیؑ کو اپنا جانشین مقرر کیا اور فرمایا کہ لوگوں کو ان کی امانتیں جو آپؑ کے پاس تھیں واپس کر دیں اور آپؑ پر جو قرض واجب ہیں انھیں بھی ادا کر دیں اس کے بعد آنحضرتؐ کی دختر فاطمہؑ اور بعض دیگر خواتین کو ساتھ لے کر مدینہ آجائیں۔

رسول خداؐ کی ہجرت کے بعد حضرت علیؑ ان امور کو انجام دینے کے لئے جن کے بارے میں آنحضرتؐ نے فرمایا تھا تین دن تک مکہ میں تشریف فرما رہے اس کے بعد آپؑ اپنی والدہ فاطمہؑ دختر رسول خداؐ حضرت فاطمہؑ فاطمہ بن زبیر اور دیگر بعض عورتوں کے ہمراہ پیدل مدینہ کی جانب روانہ ہوئے اور قبائلی پیغمبرؐ سے جا ملے (۱۵)

جس وقت رسول خداؐ کی نظر حضرت علیؑ پر پڑی تو دیکھا کہ حضرت علیؑ کے پیروں میں پیدل چلنے سے چھالیں پڑ گئی ہیں اور ان سے خون ٹپکنے لگا ہے پیغمبر اکرمؐ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور آپؑ نے فرطِ محبت سے گلے لگایا اور آپ کے حق میں دعا کی اس کے بعد آپ نے لعابِ دہن حضرت علیؑ کے پیروں پر لگایا جس کی وجہ سے زخم بھر گئے۔ (۱۶)

### علیؑ رسول خداؐ کے بھائی

ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے جانے کے بعد پیغمبر اکرمؐ نے جو اہم و سودمند اقدامات کئے ان میں ایک یہ تھا کہ مہاجرین و انصار کے درمیان رشتہ اخوت و برادری برقرار کیا چنانچہ اس وقت مسجد میں جتنے بھی لوگ موجود تھے ان کے درمیان رسول خداؐ نے حضرت علیؑ کے علاوہ رشتہ برادری قائم کر دیا۔ حضرت علیؑ تنہا رہ گئے تھے آپؑ نے پیغمبر خداؐ کی خدمت میں عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے میرے علاوہ ہر ایک کو رشتہ برادری میں منسلک کر دیا؟ اس موقع پر آنحضرتؐ نے وہ تاریخی جملہ اپنی زبان مبارک سے ادا کیا جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ آپؑ کی نظر میں حضرت علیؑ کا کیا مقام تھا اور آپ کی نظروں میں انکی کتنی وقعت و اہمیت تھی۔

آپ نے فرمایا "قسم ہے اس خدا کی جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث کیا میں نے تمہارے

رشتہ برادری میں تاخیر نہیں کی بلکہ تمہیں اپنے رشتہ اخوت و برادری کے لیے منتخب کیا ہے تم ہی دین و دنیا میں میرے بھائی ہو

” (۱۷) “

### علیؑ اور راہ خدا میں جنگ

حضرت علیؑ کی شخصیت اپنی قربانیوں اور راہ حق میں جانبازیوں کے باعث صحابہ پیغمبر ﷺ کے درمیان لاثانی و بے مثال ہے (۱۸) غزوہ تبوک کے علاوہ آپ نے تمام غزوات میں شرکت کی اور غزوہ تبوک میں پیغمبر ﷺ کی ہدایت کے مطابق آپ مدینہ میں مقیم رہے یہ آپ کی قربانی اور جانبازی کا ہی نتیجہ تھا کہ سپاہ اسلام نے سپاہ شرک پر غلبہ حاصل کیا اگر اسلام کے اس جیالے کی جانبازیاں نہ ہوتیں تو ممکن تھا کہ وہ مشرک و کافر جو مختلف جنگوں میں اسلام کے خلاف برسرپیکار رہے چراغ رسالت کو آسانی سے خاموش اور پرچم حق کو سرنگوں کر دیتے۔

یہاں ہم حضرت علیؑ کی ان قربانیوں کا سرسری جائزہ لیں گے جو آپ نے جنگ کے میدانوں (بدر، احد، خندق اور خیبر) میں پیش کیں۔

### علیؑ جنگ بدر کے بے نظیر جانباز

جنگ بدر میں حضرت علیؑ کی شخصیت دو وجہ سے نمایاں رہی۔

۱۔ جنگ فرد بفر د: جس وقت مشرکین کے لشکر سے عتبہ، شیبہ اور ولید جیسے تین نامور دلیروں نے میدان جنگ میں اتر کر سپاہ اسلام کو لاکار اتور رسول خدا ﷺ کے حکم پر حضرت عبیدہ بن حارث، حمزہ بن عبدالمطلب اور علی بن ابی طالبؑ ان سے جنگ کرنے کے لئے میدان جنگ میں اتر آئے۔ چنانچہ حضرت عبیدہ عتبہ سے، حضرت حمزہ، شیبہ سے اور حضرت علیؑ ولید سے برسرپیکار ہو گئے۔

مورخین کا بیان ہے: حضرت علی ؓ نے پہلے ہی وار میں دشمن کو قتل کر ڈالا اس کے بعد آپ ؓ حضرت حمزہ کی مدد کے لئے پہنچے اور ان کے حریف کے بھی دم شمشیر سے دو ٹکڑے کر دیئے اس کے بعد یہ دونوں بزرگ حضرت عبیدہ کی جانب مدد کی غرض سے بڑھے اور ان کے حریف کو بھی ہلاک کر ڈالا <sup>(۱۹)</sup>۔

اس طرح آپ ؓ لشکر مشرکین کے تینوں نامور پہلوانوں کے قتل میں شریک رہے۔ چنانچہ آپ نے معاویہ کو جو خط لکھا تھا اس میں تحریر فرمایا کہ وہ تلوار جس سے میں نے ایک ہی دن میں تیرے دادا (عتبہ) تیرے ماموں (ولید) تیرے بھائی (حنظلہ) اور تیرے چچا (شیبہ) کو قتل کیا تھا اب بھی میرے پاس ہے <sup>(۲۰)</sup>۔

۲۔ اجتماعی و عمومی جنگ۔ مورخین نے لکھا ہے کہ جنگ بدر میں لشکر مشرکین کے ستر <sup>(۲۰)</sup> سپاہی مارے گئے جن میں ابو جہل، امیہ بن خلف، نصر بن حارث و... اور دیگر سربرآوردہ سرداران کفار شامل تھے ان میں سے ستائیس سے پینتیس کے درمیان حضرت علی ؓ کی شمشیر کے ذریعہ لقمہ اجل ہونے، اس کے علاوہ بھی دوسروں کے قتل میں بھی آپ کی شمشیر نے جو ہر دکھائے۔ چنانچہ اس وجہ سے قریش آپ کو "سرخ موت" کہنے لگے کیونکہ اس جنگ میں انھیں ذلت و خواری امیر المومنین حضرت علی ؓ کے ہاتھوں نصیب ہوئی تھی <sup>(۲۱)</sup>۔

### حضرت علی ؓ رسول ﷺ کے تنہا محافظ

جنگ احد میں بھی حضرت علی ؓ کے کردار کا جائزہ دو مراحل، یعنی مسلمانوں کی فتح و شکست کے پس منظر میں لیا جاسکتا ہے۔

### مرحلہ فتح و کامیابی:

اس مرحلے میں لشکر اسلام کو کامیابی اور مشرکین کو پستی آپ ہی کے دست مبارک سے ہوئی۔ لشکر قریش کا اولین پرچمدار طلحہ بن ابی طلحہ جب حضرت علی ؓ کے حملوں کی تاب نہ لاتے

ہوئے زمین پر گر گیا تو اس کے بعد دوسرے نو افراد نے یکے بعد دیگر پر چم لشکر اپنے ہاتھوں میں لیا لیکن جب وہ بھی حضرت علیؑ کی شمشیر سے مارے گئے تو لشکر قریش کے لئے راہ فرار کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا (۲۲)۔

### مرحلہ شکست:

جب آبنائے "عینین" کے بیشتر کمانداروں نے رسول خدا ﷺ کے حکم سے سرتابی کی اور اپنی جگہ سے ہٹ گئے تو اس وقت خالد بن ولید اپنے گھڑ سوار لشکر کے ساتھ اس پہاڑ کا چکر کاٹ کر اس آبنائے کی راہ سے مسلمانوں پر ایک دم حملہ آور ہوا چونکہ یہ حملہ اچانک اور انتہائی کرشکن تھا اسی لئے جنگ کے اس مرحلے میں ستر مسلمانوں کو شہادت نصیب ہوئی اور باقی جو چند بچ گئے تھے انھوں نے راہ فرار اختیار کی۔

اس مرحلے میں حضرت علیؑ کا اہم ترین کردار یہ تھا کہ آپ پیغمبر اکرم ﷺ کے وجود مقدس کی پاسبانی و حفاظت کے فرائض انجام دے رہے تھے۔

ان حالات میں جبکہ چند مسلمانوں کے علاوہ سب اپنی جان بچانے کی خاطر میدان جنگ سے فرار کر گئے اور لشکر قریش نے رسول خدا ﷺ کو ہر طرف سے اپنے حملوں کا نشانہ بنا لیا تو اس وقت حضرت علیؑ ہی تھے جنہوں نے اپنے حملوں سے دشمن کو آگے بڑھنے سے روکا چنانچہ دشمنان اسلام کا وہ گروہ جو رسول خدا ﷺ کے نزدیک آکر حملہ کرنا چاہتا تھا آپ ہی کی تیغ سے ہلاکت کو پہنچا۔

امیر المومنین علیؑ کی یہ قربانی اتنی اہم و قابل قدر تھی کہ حضرت جبرئیلؑ نے رسول خدا ﷺ کو اس کی مبارک بادی دی چنانچہ پیغمبر اکرم ﷺ نے بھی یہ فرمایا کہ: "علی منی و انا من علی" (یعنی علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں) اس قربانی کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا اور جب غیب سے یہ ندا آئی: "لا سیف الا ذوالفقار و لا فتی الا علی" تو دوسروں کو بھی حضرت علیؑ کی اس قربانی کا اندازہ ہوا (۲۳)

خود حضرت علیؑ نے اپنے اصحاب کے ساتھ اپنی گفتگو کے درمیان اس قربانی کا ذکر کرتے

ہوئے فرمایا: جس وقت لشکر قریش نے ہم پر حملہ کیا تو انصار و مہاجرین نے اپنے گھروں کی راہ اختیار کی مگر میں ستر سے زیادہ زخم کھانے کے باوجود آنحضرت ﷺ کی مدافعت و پاسبانی کرتا رہا۔ (۲۴)

حضرت علیؑ نے پیغمبر اکرم ﷺ کی پاسبانی و مدافعت کی خاطر دشمن کا جم کر مقابلہ کیا کہ آپ کی تلوار ٹوٹ گئی اس وقت رسول خدا ﷺ نے اپنی وہ شمشیر جس کا نام "ذوالفقار" تھا آپ کو عطا فرمائی چنانچہ آپ نے اسی سے راہ خدا میں اپنے جہاد کو جاری رکھا۔ (۲۵)

### جنگ خندق میں علیؑ کا کردار

مختلف لشکروں (احزاب) کے دس ہزار سپاہیوں نے تقریباً ایک ماہ تک مدینہ کا محاصرہ جاری رکھا۔ اتنی مدت گزر جانے کے بعد بالآخر دشمن کو اس کے علاوہ کوئی چارہ نظر نہ آیا کہ وہ اپنے مضبوط و طاقتور لشکر کو جس طرح بھی ممکن ہو سکے خندق پار کرائے۔ اس فیصلے کے بعد عربوں کے "نامور پہلوان عمر بن عبدود" نے اپنے ساتھ پانچ سپاہی لیے اور اس جگہ سے جہاں خندق کم چوڑی تھی پار کر آیا اور جنگ کے لئے للکارا۔ حضرت علیؑ نے اس کی اس دعوت جنگ کو قبول کیا اور اس کے نعروں کا جواب دینے کیلئے آگے بڑھے چنانچہ سخت مقابلے کے بعد عربوں کا وہ دلاور ترین جنگجو پہلوان جسے ایک ہزار جنگی سپاہیوں کے برابر سمجھا جاتا تھا، حضرت علیؑ کی شمشیر سے زمین پر گر پڑا عمرو کے ساتھیوں نے جب اس کی یہ حالت دیکھی تو وہ فرار کر گئے اور ان میں سے جو شخص فرار نہ کر سکا وہ "نوفل" تھا۔ چنانچہ وہ بھی حضرت علیؑ کے ایک ہی وار سے عمرو سے جا ملا۔ عمرو بن عبدود کی موت (نیز بعض دیگر عوامل) اس امر کا باعث ہوئے کہ جنگ کا غلغلہ دب گیا اور مختلف لشکروں میں سے ہر ایک کو اپنے گھر واپس جانے کی فکر دامنگیر ہوئی۔

اس جنگ میں حضرت علیؑ نے میدان جنگ کی جانب رخ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: خدایا جنگ بدر کے دن عیدہ اور احد میں حمزہ کو تو نے مجھ سے جدا کر دیا اب علیؑ کو تو ہرگزند سے محفوظ فرما۔ اس

کے بعد آپ نے یہ آیت پڑھی ﴿رب لا تدرنی فردا و انت خیر الوارثین﴾۔ (۲۶)

جب عمرو کے ساتھ میدان جنگ میں مقابلہ ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"برز الایمان کلہ الی الشریک کلہ" (\* یعنی ایمان و شرک کے دو مظہر کامل ایک دوسرے کے مقابل ہیں)

اور جب آپ میدان جنگ سے فاتح و کامران واپس آئے تو پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا: "لو وزن الیوم عملک بعمل امۃ محمد ﷺ لرجح عملک بعلمہم"۔ (یعنی اگر آج تمہارے عمل کا امت محمد کے تمام اعمال (پسندیدہ) سے مقابلہ کیا جائے تو (بے شک) اس عمل کو ان پر برتری ہوگی۔) (۲۷)

### علیؑ فاتح خیبر

پیغمبر اکرم ﷺ نے یہودیوں کے مرکز "خیبر" کا محاصرہ کیا تو اس غزوہ کے ابتدائی دنوں میں حضرت علیؑ آشوب چشم کے باعث اس میں شریک نہیں ہو سکتے تھے چنانچہ پیغمبر اکرم ﷺ نے پرچم اسلام دو مسلمانوں کو دیا لیکن وہ دونوں ہی یکے بعد دیگرے کامیاب ہوئے بغیر واپس آگئے۔

یہ دیکھ کر پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا یہ پرچم ان کا حق نہ تھا علیؑ کو بلاؤ عرض کیا گیا کہ ان کی آنکھ میں درد ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: علیؑ کو بلاؤ وہی ایسا مرد ہے جو خدا اور اس کے رسول کو عزیز ہے وہ بھی خدا اور اس کے پیغمبر ﷺ کو عزیز رکھتا ہے۔ (۲۸)

جس وقت حضرت علیؑ پیغمبر اکرم ﷺ کے حضور تشریف لائے تو آپ نے دعا فرماتے ہوئے اپنے دہان مبارک سے لعاب ان کی آنکھوں پر لگایا جس کے باعث درد چشم زائل ہو گیا اس کے بعد حضرت علیؑ نے پرچم اٹھایا اور میدان جنگ کی جانب روانہ ہو گئے۔

یہودی دلاور اپنے قلعے سے نکل کر باہر آئے۔ مرحب کا بھائی حارث نرا لگاتا ہوا حضرت علیؑ کی جانب بڑھا مگر چند ہی لمحے بعد اس کا مجروح بدن خاک پر تڑپنے لگا۔ مرحب اپنے بھائی کی

موت سے سخت رنجیدہ خاطر ہوا چنانچہ اس کا انتقام لینے کی غرض سے وہ ہتھیاروں سے لیس حضرت علی ؓ سے لڑنے کے لئے میدان جنگ میں اتر آیا۔ پہلے تو دونوں کے درمیان کچھ دیر گفت و شنید ہوئی مگر پلک جھپکتے ہی جانباز اسلام کی شمشیر بران مرحب کے سر پر پڑی او آن کی آن میں اسے خاک پر ڈھیر کر دیا۔ دوسرے یہودی دلاوروں نے جب یہ ماجرا دیکھا تو وہ بھاگ گئے اور اپنے قلعے میں چھپ گئے اور دروازہ بند کر لیا۔ حضرت علی ؓ نے ان بھاگنے والوں کا تعاقب کیا اور جب دروازہ بند پایا تو قدرت حق سے اسی دروازے کو جسے بیس آدمی مل کر بند کیا کرتے تھے تن تنہا دیوار قلعہ سے اکھاڑ لیا اور یہودیوں کی قلعہ خندق پر گرایا تاکہ سر باز اسلام اس کے اوپر سے گذر کر فساد اور خطرہ کے آخری سرچشمہ کو کچل دیں۔ (۲۹)

عزوه خیبر میں چونکہ مسلمانوں کو حضرت علی ؓ کی قربانی و دلاوری سے فتح و کامرانی حاصل ہوئی تھی اسی وجہ سے آپ کو "فاتح خیبر" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

### امیر المومنین ؓ کی سیاسی زندگی میں جنگجویی کے اثرات

حضرت علی ؓ کی شجاعت و دلاوری اور جراتیں جو کہ مختلف غزوات، بالخصوص غزوہ بدر میں ابھر کر سامنے آئیں ہم نے انکو مختصر طور پر یہاں بیان کیا ہے "جس کی وجہ یہ ہے کہ اسی جنگی پہلو کا اسلام کی آئندہ تاریخ اور آپ ؓ کی سیاسی زندگی کے حالات قلمبند کرنے میں اہم و نمایاں کردار تھے۔ چنانچہ اس کے اثرات و نتائج کی تلاش و جستجو ہمیں تاریخ اسلام میں پیغمبر اکرم ﷺ کی رحلت کے بعد سے کرنی چاہیے

راہ خدا میں علی ؓ کی جانبازیوں اور آپ کے ہاتھوں مشرکین کی ہلاکت (تمام غزوات، بالخصوص غزوہ بدر میں) کی وجہ سے آپ کے خلاف کفار قریش کے دلوں میں وہ دشمنی و عداوت پیدا ہو گئی جس کے اثرات بعد میں منظر عام پر آئے۔

عثمان اور حضرت علی ؓ کے درمیان خلیفہ وقت مقرر کئے جانے سے متعلق چھ رکنی کمیٹی میں جو

گفتگو ہوئی اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ کفار و قریش کے دلوں میں آپ کے خلاف کس قدر دشمنی و عداوت تھی اس گفتگو کے اقتباس ہم یہاں پیش کرتے ہیں :

"مسئلہ خلافت کے سلسلہ میں عثمان نے حضرت علی ؑ سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا میں کیا کروں ، قریش آپ کو پسند نہیں کرتے کیونکہ آپ نے ان کے ایسے ستر (۷۰) آدمیوں کو (جنگ بدر و احد اور دیگر غزوات میں) تہ تیغ کیا ہے جن کا شمار قبیلے کے سرداروں اور سربرآوردہ اشخاص میں ہوتا تھا (چنانچہ ان کے دلوں میں بھی کینہ و عداوت ہے)۔" (۳۰)

اس کی دوسری مثال یزید کے وہ اشعار ہیں جو اس نے حضرت سید الشہداء ؑ اور آپ کے بہتر عزیز و اقرباء اور یاران باوفا کی شہادت پر کہے تھے۔ وہ لعین جب کہ نشہ فتح و کامرانی میں مست و سرشار تھا اور حسین بن علی ؑ کا سر مبارک اس کے پاس لایا گیا تو اس ملعون نے اس موقع پر جو اشعار کہے ان کا مفہوم یہ ہے: احمد (پیشوائے اسلام) نے جو کام انجام دیئے ہیں ان کے مقابل اگر میں ان کی آل سے انتقام نہ لوں تو خندق کی نسل سے نہیں۔

ہاشم نے دین کے نام پر حکومت حاصل کی تھی ورنہ اس پر نہ غیب سے خبر آتی تھی نہ وحی نازل ہوئی تھی۔ ہم نے علی ؑ سے اپنا بدلہ لیا اور سوار شجاع اور سورما (حسین بن علی (ع)) کو قتل کر دیا۔ (۳۱)

### حضرت علی ؑ اور پیغمبر اکرم ﷺ کی جانشینی

بلاشک و تردید اسلام کے جو عظیم و اہم ترین مسائل ہیں ان میں امت کی ولایت و قیادت نیز امور مسلمین کی راہبری و سرپرستی بھی شامل ہے۔ چنانچہ اس اہمیت کو مد نظر رکھتے ہوئے پیغمبر اکرم ﷺ کی یہ کوشش تھی کہ آئندہ جس اسلامی معاشرے کی تشکیل ہوگئی اس کے مسئلہ راہبری کو اپنے زمانہ حیات میں ہی طے کر دیں۔ چنانچہ "دعوت حق کے اولین روز سے ہی آپ نے توجید کے ساتھ مسئلہ خلافت کو واضح کرنا شروع کر دیا تھا۔ چونکہ حضرت علی ؑ ہی کی وہ شخصیت تھی جو تمام فضائل و کمالات کی مالک تھی اسلئے خداوند متعال کی طرف سے پیغمبر اکرم ﷺ کو حکم ملا کہ مسلمانوں کے دینی و

ذیوی امور کی سرپرستی کے لئے اپنے بعد ان کی جانشینی کا اعلام فرمادیں۔  
رسول اکرم ﷺ نے اس الہی پیغام کا اعلان مختلف موقع پر فرمایا یہاں ہم اختصار کے پیش نظر ان تین احادیث کا ہی ذکر کریں گے جو آپ نے مختلف اوقات میں بیان فرمائی ہیں :

۱۔ حدیث یوم الدار

۲۔ حدیث منزلت

۳۔ حدیث غدیر

### حدیث یوم الدار

بعثت کی تین سال کے بعد جب یہ آیت نازل ہوئی "وانذر عشیرتک الاقربین" (۳۲) یعنی رسول اکرم ﷺ اس کام پر مامور کئے گئے کہ وہ سب سے پہلے اپنے عزیز و اقرباء کو دعوت اسلام دیں۔ اس مقصد کے تحت پیغمبر اکرم ﷺ کے حکم پر حضرت علیؑ نے بنی ہاشم کے چالیس سرداروں کو جن میں ابوطالب، ابوہب، حمزہ، وغیرہ شامل تھے مدعو کیا جب سب لوگ کھانے سے فارغ ہوئے تو پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا اے فرزندان عبدالمطلب عرب کے جوانوں میں مجھے کوئی بھی ایسا نظر نہیں آتا جو تمہارے لئے مجھ سے بہتر پیغام لایا ہو۔ میں تمہارے لئے ایسا پیغام لے کر آیا ہوں جس میں دونوں جہان کی خیر و سعادت ہے۔ خداوند تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں اس کی طرف دعوت دوں۔ تم میں سے ایسا کون ہے جو اس راہ میں میری مدد کرے تاکہ وہ میرا بھائی، وصی اور جانشین قرار پائے۔ پیغمبر اکرم ﷺ نے اپنے اس سوال کو تین مرتبہ دہرایا اور ہر مرتبہ حضرت علیؑ ہی اپنی جگہ سے اٹھے اور انہوں نے اپنی آمادگی کا اعلان کیا۔

اس وقت رسول اکرم ﷺ نے حضرت علیؑ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: تو گویا علیؑ ہی میرے بھائی، وصی اور جانشین ہیں لہذا تم ان کی بات سنو اور ان کی اطاعت کرو۔ (۳۳)

## حدیث منزلت

صرف وہ غزوہ جس میں حضرت علی ؓ نے پیغمبر اکرم ؐ کی حکم کے پیروی کرتے ہوئے شرکت نہیں کی غزوہ تبوک تھا۔ چنانچہ اس مرتبہ آپ جانشین رسول خدا ﷺ کی حیثیت سے اور ان واقعات کا سدباب کرنے کی غرض سے جن کے رونما ہونے کا احتمال تھا مدینہ میں ہی قیام پذیر رہے۔

جس وقت منافقوں کو رسول خدا ﷺ کے ارادے کی خبر ہوئی تو انہوں نے ایسی افواہیں پھیلانیں جن سے حضرت علی ؓ اور پیغمبر اکرم ؐ کے تعلقات میں کشیدگی پیدا ہو جائے اور حضرت علی ؓ کو یہ بات باور کرا دیں کہ اب آپ سے رسول ﷺ کو پہلی سی محبت نہیں۔ چنانچہ جب آپ کو منافقین کی ان شرسندانہ سازشوں کا علم ہوا تو ان کی باتوں کو غلط ثابت کرنے کی غرض سے رسول خدا ﷺ کی خدمت میں تشریف لے گئے اور صحیح واقعات کی اطلاع دی۔ رسول اکرم ؐ نے علی ؓ کو مدینہ واپس جانے کا حکم دیتے ہوئے اس تاریخی جملے سے حضرت علی ؓ کے اس مقام و مرتبہ کو جو آپ ؐ کے نزدیک تھا اس طرح بیان فرمایا: "کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہو کہ میرے اور تمہارے درمیان وہی نسبت ہے جو کہ موسیٰ ؑ اور ہارون ؑ کے درمیان تھی۔ مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔" (۳۴)

## قرآن مجید میں حضرت ہارون کے مقامات و مناصب:

اب دیکھنا یہ ہے کہ قرآن پاک کی نظر میں حضرت ہارون کے وہ کون سے مناصب و مقامات تھے جو حضرت علی ؓ میں بھی نبوت کے علاوہ (چنانچہ حضرت محمد ﷺ نے خود ہی مذکورہ حدیث میں آپ کو اس سے مستثنیٰ قرار دیا ہے) بدرجہ اتم موجود تھے۔ چنانچہ جب ہم قرآن کی جانب رجوع کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ حضرت موسیٰ ؑ نے حضرت ہارون ؑ کے لئے مندرجہ ذیل مناصب چاہے تھے۔ مقام وزارت: ﴿وَجَعَلْنَا لِي وَزِيرًا مِنْ أَهْلِهَا هَارُونَ أَخِي﴾ (۳۵)۔ "میرے کنبے سے ہارون کو وزیر مقرر کر دے جو کہ میرے بھائی ہیں۔"

تقویت و تائید "واشد به ازري"۔ اس کے ذریعے میرا ہاتھ مضبوط کر

مقام نبوت: "واشركه في امري" اور اس کو میرے کام میں شریک کر دے۔

حضرت موسیٰ ﷺ نے جو چیزیں خداوند تعالیٰ سے مانگیں اس نے ان کا مثبت جواب دیا اور مذکورہ تمام مقامات حضرت ہارون کو عطا کر دیئے۔ چنانچہ اس سلسلے میں قرآن مجید فرماتا ہے: "قد اوتيت سوالک يا موسیٰ۔" اے موسیٰ جو تم نے مانگا ہم نے عطا کیا۔

اس کے علاوہ حضرت موسیٰ ﷺ نے اپنی غیر موجودگی میں حضرت ہارون ﷺ کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ (وقال موسیٰ لایخیه ہارون اخلفنی فی قومی) موسیٰ نے حضرت ہارون سے کہا تم میری قوم میں میرے خلیفہ اور جانشین ہو۔

حدیث منزلت کے مطابق وہ تمام مناصب و مقامات جو ہارون کے لئے بیان کئے گئے ہیں، صرف ایک منصب کے علاوہ کہ جسے آیت سے مستثنیٰ قرار دیا ہے، حضرت علیؑ کے لئے ثابت ہیں۔

اس لحاظ سے حضرت علیؑ ہی امت مسلمہ میں رسول خدا ﷺ کے یاور و مددگار اور خلیفہ ہیں۔ (۴۰)

### حدیث غدیر

ہجرت کے دسویں سال پیغمبر اکرم ﷺ جس وقت "حجۃ الوداع" (۴۱) سے واپس تشریف لمارہے تھے تو ماہ ذی الحجہ کی اٹھارہ تاریخ کو آپ نے "غدیر خم" کے مقام پر فرمان خداوندی کے مطابق حکم دیا کہ سارے مسلمان یہاں توقف کریں اس کے بعد ایک لاکھ سے زیادہ افراد کی موجودگی میں حمد و ستائشے باری تعالیٰ کے بعد جو خطبہ دیا اسے جاری رکھتے ہوئے آپ نے دریافت فرمایا: اے لوگو تم میں ایسا کون ہے جسے تمام مومنین پر برتری حاصل ہو؟

سب نے کہا یہ تو خدا اور اس کا رسول ﷺ ہی بہتر جانتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا خداوند تعالیٰ نے مجھے ولایت سے سرفراز فرمایا ہے اور مجھے تمام مومنین پر ان کے نفسوں سے زیادہ تصرف کا حق حاصل ہے۔

اس کے بعد آپ نے حضرت علیؑ کا ہاتھ اونچا کیا چنانچہ وہ تمام لوگ جو اس وقت وہاں جمع تھے انہوں نے حضرت علیؑ کو پیغمبر اکرم ﷺ کے دوش بدوش دیکھا اور آپ ﷺ نے فرمایا: جس کا مولا و سرپرست میں ہوں علیؑ اس کا مولا و سرپرست ہے۔<sup>(۴۲)</sup> چنانچہ یہ جملہ آپ نے تین مرتبہ دہرایا۔

اس کے بعد مزید فرمایا: "اے پروردگار تو اسے دوست رکھ جو علیؑ کو دوست رکھے اور اسے دشمن رکھ جو علیؑ کو دشمن رکھے۔ خداوند ایاں علیؑ کی مدد فرما اور اس کے دشمنوں کو ذلیل و خوار کر۔"<sup>(۴۳)</sup>

یہ تھیں وہ سرفرازیاں جو حضرت علیؑ نے زندگی کے اس اولین مرحلے میں حاصل کیں کہ جس کی مدت دس سال سے زیادہ نہ تھی۔ اگرچہ دیگر کتب میں آپ کی سوانح حیات مفصل طور پر بیان کی گئی ہے مگر یہاں اختصار سے کام لیتے ہوئے انہی پر اکتفا کرتے ہیں۔

### سوالات

- ۱۔ حضرت علیؑ کی زندگی کے مختلف ادوار کے بارے میں لکھیے؟
- ۲۔ بعثت سے قبل حضرت علیؑ کی زندگی میں کون سا اہم ترین واقعہ پیش آیا؟ آپ کے اقوال کے روشنی میں اس کی مختصراً وضاحت کیجئے؟
- ۳۔ حضرت علیؑ کے امتیازات و افتخارات میں سے ان دو کی کیفیت بیان کیجئے جو بعثت کے بعد اور رسول خدا ﷺ کی ہجرت سے قبل رونما ہوئے۔
- ۴۔ جنگ بدر میں حضرت علیؑ کا کیا کردار رہا اختصار سے لکھیے۔
- ۵۔ پیغمبر اکرم ﷺ نے غزوہ احزاب کے موقع پر حضرت علیؑ کے بارے میں کیا فرمایا تھا؟
- ۶۔ حضرت علیؑ نے مختلف جنگوں (بالخصوص جنگ بدر) میں دلاوری کے جو جوہر دکھائے اور مشرکین کو قتل کیا وہ آپ کی سیاسی زندگی پر کس طرح اثر انداز ہوئے اور کب منظر عام پر آئے ان کی کوئی مثال لکھیے
- ۷۔ حدیث "یوم الدار" کی مختصر وضاحت کیجئے اور بتائیے مذکورہ حدیث پیغمبر ﷺ کے بعد امام علیؑ کی جانشینی پر کس طرح دلالت کرتی ہے؟

## حوالہ جات

- ۱۔ عام الفیل وہ سال کہلاتا ہے جس میں ابرہہ ہاتھیوں پر سوار لشکر کے ساتھ کعبہ کو نیست و نابود کرنے کی غرض سے آیا تھا۔
- ۲۔ حضرت عمران کے چار فرزند تھے جن کے نام طالب، عقیل، جعفر اور علی تھے وہ ابوطالب کی کنیت سے مشہور تھے۔ بعض مورخین نے حضرت علی ؑ کے والد کا نام عبدمناف بھی بیان کیا ہے (تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۱۱)
- ۳۔ حضرت علی ؑ کی ولادت کو اہل سنت کے محدثین و مورخین نے بھی اپنی کتابوں میں خانہ کعبہ میں تحریر کیا ہے منجملہ ان کے مسعودی نے مروج الذهب (ج ۲ ص ۳۳۹) حاکم نے مستدرک (ج ۳ ص ۳۸۳) اور آلوسی نے شرح قصیدہ۔ عبدالباقی افندی ص ۱۵ مزید تفصیل کیلئے اہل سنت کے دانشوروں کے نظریات کو جاننے کیلئے ملاحظہ ہو کتاب "الغدیر" ج ۳ ص ۲۳۔ ۲۱
- ۴۔ سیرت ابن ہشام ج ۱/۲۶۲، کامل ابن اثیر ج ۲/۵۸ کشف النعمہ ج ۱/۴۹، تاریخ طبری ج ۲/۳۱۲ البتہ مورخین کی رائے میں حضرت علی ؑ کے پیغمبر اکرم ؐ کے گھر منتقل ہونے کا سبب وہ قحط سالی تھی جس سے شہر مکہ دوچار ہوا تھا اور ابوطالب کی زندگی چونکہ تنگ دستی میں گزر رہی تھی اس لئے حضرت محمد ؐ کی تجویز پر آپ کے قبیلے کے لوگ ان کے ہر فرزند کو اپنے ساتھ لے گئے اور حضرت علی ؑ کو آنحضرت ؐ اپنے ساتھ لے آئے لیکن شہید مطہری نے نقل مکانی کی اس وجہ کو مسترد کیا ہے اور اسے مورخین کے ذہن کی اختراع قرار دیا ہے۔ جس کا سبب رسول اکرم ؐ کے اس اقدام کی اہمیت اور قدر و قیمت کو کم کرنا مقصود ہے اس سلسلے میں موصوف کا مطمع نظر متن کتاب میں ملاحظہ ہو۔
- ۵۔ تاریخ طبری ج ۲/۳۱۳ شرح ابن ابی الحدید ج ۱۳/۱۹۹۔ کشف النعمہ ج ۱/۱۱۴ کامل ابن اثیر ج ۲/۵۸ وسیرة ابن ہشام ج ۱/۲۶۳
- ۶۔ نہج البلاغہ خطبہ قاصعہ (۱۹۲) ولقد کنت اتبعہ اتباع الفصیل اثر امہ یرفع لی کل یوم من اخلاقہ علماً یا مرینی بالافتداء بہ
- ۷۔ سورہ واقعہ آیہ ﴿السابقون السابقون اولئک المقربون﴾۔ جنہوں نے اسلام قبول کرنے میں سبقت

کی وہی افراد خدا کی رضا و رحمت کے حصول میں سبقت رکھتے ہیں۔

۸۔ سورہ حدید آیہ ۱۰ ﴿لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدِ وَقَاتَلُوا﴾ "تم میں سے جو لوگ خرچ اور جہاد کریں گے وہ کبھی ان لوگوں کے برابر نہیں ہو سکتے جنہوں نے فتح سے پہلے خرچ اور جہاد کیا ان کا درجہ بعد میں خرچ اور جہاد کرنے والوں سے بڑھ کر ہے۔"

۹۔ سیرت ابن ہشام ج ۱/۲۳۶، کشف الغمہ ج ۱/۱۱۳، تاریخ طبری ج ۲/۳۱۰۔ سنن ابن ماجہ ج ۱/۵۷

۱۰۔ "او لکم ورداً علی الحوض او لکم اسلاماً علی بن ابی طالب۔ مستدرک حاکم ج ۳/۱۳۶، کشف الغمہ ج ۱/۱۰۵۔ تاریخ بغداد ج ۲/۸۱ شرح ابن ابی الحدید ج ۳/۳۸۵ وغیرہ مزید اطلاع کیلئے ملاحظہ ہو الغدیر ج ۳/۲۲۰

۱۱۔ نہج البلاغہ خطبہ ۱۹۲۔ "ولم یجمع بیت واحد یومئذ فی الاسلام غیر رسول اللہ و خدیجہ انانثا لثہما اری نور الوحی والرسالۃ و اشتم ریح النبوة۔"

۱۲۔ نہج البلاغہ خ ۱۳۱۔ اللہم انی اول من اناب و سمع و اجاب

۱۳۔ روایات سے مزید آگہی کے لئے ملاحظہ ہو تفسیر برہان ج ۱/۲۰۶، تفسیر المیزان ج ۲/۹۹، مطبوعہ جامعہ مدرسین بحار ج ۱۹ صفحات (۵۶، ۵۸، ۸۷)

۱۳۔ بقرہ آیہ ۲۰۷

۱۵۔ قبا مدینہ سے دو فرسخ کے فاصلے پر واقع ہے یہاں قبیلہ بنی عمرو بن عوف آباد تھا (معجم البلدان) ج ۳/۳۰۱

۱۶۔ اعیان الشیعہ ج ۱/۳۷۷ (دس جلدی) منقول از سیرت حلبی و اسد الغابہ

۱۷۔ والذی بعثنی بالحق ... الخ ... انت اخی فی الدنیا و الاخرۃ۔ مستدرک حاکم ج ۳/۱۳

۱۸۔ "غزوہ" اصطلاح میں اس جنگ کو کہتے ہیں جس میں پیغمبر اکرم ﷺ بذات خود موجود رہتے تھے۔ ایسی جنگوں کی تعداد چھبیس یا ستائیس ہیں اور جن جنگوں میں رسول خدا ﷺ موجود نہ تھے انہیں اصطلاحاً "سریہ" کہا جاتا ہے جن کی تعداد پینتیس سے چھیاسٹھ تک کے درمیان بتائی گئی ہے۔

۱۹۔ الصحیح من سیرۃ النبی ج ۳/۱۹۲، بحار ج ۱۹/۲۲۵۔ ۲۵۳۔ ۲۹۰

- ۲۱۔ الصحیح من سیرۃ النبی ج ۳/ ۲۰۳- ۲۰۲۔ مناقب ج ۲/ ۶۸ نیز ملاحظہ ہو بحارج ۱۹/ ۲۴۹- ۲۴۶- ۲۹۱
- ۲۲۔ بحارج ۲۰/ ۵۰- ۵۱، الصحیح من سیرۃ النبی ﷺ ج ۳/ ۲۱۸- ۲۱۳۔
- ۲۳۔ ملاحظہ ہو تاریخ طبری ج ۲/ ۵۱۳ کامل ابن اثیر ج ۲/ ۱۵۳ و شرح ابن ابی الحدید ج ۱۳/ ۲۵۰ اس واقعے کا ذکر تمام مذکورہ کتب میں مختصر سے فرق کے ساتھ موجود ہے۔
- ۲۳۔ بحارج ۲۰/ ۴۰ خصال صدوق (مترجم) ج ۲/ ۱۲۴۔
- ۲۵۔ بحارج ۲۰/ ۵۳ تفسیر علی ابن ابراہیم سے منقول۔
- ۲۶۔ ۱۲۴۔ بحارج ۲۰/ ۲۱۶- ۲۱۵۔
- ۲۷۔ بحارج ۲۰/ ۲۰۵۔
- ۲۸۔ "رونہ ترونی رجلاً یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ (ارشاد مفید/ ۶۶)۔
- ۲۹۔ ارشاد مفید/ ۶۴/ ۶۵ بحارج ۲۱/ ۱۶- ۱۳۔
- ۳۰۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۹/ ۲۳- ۱ الصحیح ج ۳/ ۲۲۰۔
- ۳۱۔ مقتل خوارزمی ۲/ ۵۹۔
- لست من خندق ان لم انتقم من بنی احمد ما کان فعل  
لعبت ہاشم بالملک فلا خبر جاء و لا وحی نزل  
قد اخذنا من علی ثارنا وقتلنا الفارس اللیث البطل
- ۳۲۔ سورہ شعراء ۲۱۳۔
- ۳۳۔ تاریخ طبری ج ۲/ ۳۲۱ و ۳۲۰ کامل ابن اثیر ج ۲/ ۶۳- ۶۲ مجمع البیان ج ۸/ ۴ الغدیر ج ۲/ ۲۴۸ "فا یکم یؤازرنی علی هذا الامر علی ان یکون اخى ووصی وخلیفتی فیکم...؟ ان هذا اخى و وصی وخلیفتی فیکم فاسمعوا له واطیعوه"۔
- ۳۳۔ اما ترضی ان تكون منی بمنزلة ہارون من موسی الا انه لا نبی بعدی۔ غایۃ المرام کے صفحہ ۱۵۲ سے ۱۰۴ پر ایک سو ستر (۱۴۰) محدثین کے طریق سے "حدیث منزلت" کو نقل کیا گیا ہے ان میں سے سو طریق اہل سنت والجماعت کے ہیں۔ صاحب المراجعات نے بھی (۱۳۹- ۱۳۱) پر مذکورہ حدیث کو صحیح

مسلم، بخاری، سنن ابن ماجہ و مستدرک حاکم اور اہل سنت کے دیگر مصادر سے نقل کیا ہے۔

۳۵۔ سورہ طہ ۲۹۔ ۳۰۔

۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ سورہ طہ آیات ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۶۔

۳۹۔ سورہ احزاب آیت ۱۳۲۔

۴۰۔ رہبری امت مصنفہ جعفر سبحانی سے ماخوذ صفحات ۱۶۸۔ ۱۶۷۔

۴۱۔ فرمان خداوندی سورہ مائدہ آیت ۶۷ ﴿يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ

وَاللَّهُ يَعْصُمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾۔

۴۲۔ من كنت مولاه فهذا علي مولاه۔ اللهم وال من والاه و عاد من عاداه وانصر من نصره واخذل من خذله۔

ملاحظہ ہو الغدير ج ۱ / ۱۱۔ ۹۔

دوسرا سبق

رسول اکرم ﷺ کی رحلت سے خلافت ظاہری تک

وفات پیغمبر ﷺ کو جھٹلانا

غیر متوقع حادثہ

پیغمبر ﷺ کی جانشینی کا مسئلہ شیعوں کی نظر میں

لا تعلق

امت کی پریشانی کا خطرہ

لوگوں کا دور جاہلیت کی جانب واپس چلے جانے کا خطرہ

منافقین کا خطرہ

شوری

وصی اور جانشین کا تقرر

سقیفہ میں رونما ہونے والے حالات

اس خطبے کے اہم نکات

انصار کا رد عمل

علیؑ کی بیعت کے بارے میں تجویز

سقیفہ کے واقعات کے بعد حضرت علیؑ کا رد عمل

علیؑ نے کیوں عجلت نہیں کی؟

سوالات

حوالہ جات

## رسول اکرم ﷺ کی رحلت سے خلافت ظاہری تک (۱)

پیغمبر اکرم ﷺ کے زمانہ حیات میں حضرت علیؓ کی زندگی کے تعمیری اور کردار ساز بعض حادثات و واقعات کا جائزہ ترتیب وار گذشتہ فصل میں لیا جا چکا ہے۔ چونکہ ہمارا مطمح نظر تاریخ اسلام کا تجزیہ و تحلیل ہے نہ کہ ان بزرگوار شخصیات کے احوال زندگی کو بیان کرنا اسلئے بہت سے ایسے واقعات جن کا امام علیؓ نے ان مراحل میں سامنا کیا، ان کا ذکر نہیں کیا جاسکا۔ اب ہم یہاں پیغمبر اکرم ﷺ کی رحلت کے بعد تاریخ اسلام کے واقعات کا جائزہ لیں گے۔

## وفات پیغمبر ﷺ کو جھٹلانا

رسول اکرم ﷺ کی رحلت کے بعد سب سے پہلا واقعہ جو مسلمانوں کے سامنے آیا وہ عمر کی جانب سے رونما ہوا چنانچہ انہوں نے رسول خدا ﷺ کے گھر کے سامنے باؤز بلند کہا کہ جو شخص یہ کہے گا کہ رسول خدا ﷺ کی رحلت ہو گئی میں اسی تلوار سے اس کا سر قلم کر دوں گا اگرچہ حضرت ابن عباس و دیگر صحابہ رسول ﷺ نے وہ آیت بھی سنائی جس کا مفہوم یہ ہے کہ موت سے پیغمبر ﷺ کو بھی مفر نہیں (۲) مگر اس کا ان پر اثر نہ ہوا بوقت رحلت ابو بکر مدینہ سے باہر تھے۔ چند لحظے گزرنے کے بعد وہ بھی آن پہنچے اور عمر کی داد و فریاد کی جانب توجہ کیے بغیر وہ پیغمبر اکرم ﷺ کے گھر میں داخل ہو گئے اور رسول خدا ﷺ کے چہرہ مبارک سے چادر ایک طرف کر کے بوسہ دیا اور مسجد میں واپس آگئے اور یہ اعلان کیا کہ رسول اللہ ﷺ رحلت فرما گئے ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے بھی اسی آیت کی تلاوت کی اس پر عمر نے کہا ایسا لگتا ہے کہ میں نے آج تک گویا یہ آیت سنی ہی نہیں تھی (۳)

### غیر متوقع حادثہ

جس وقت حضرت علیؑ پیغمبر اکرم ﷺ کو غسل دینے میں مشغول اور مسلمان تکمیل غسل و کفن کا انتظار کر رہے تھے تاکہ نماز جنازہ میں شرکت کر سکیں خبر آئی کہ کچھ لوگ "سقیفہ بنی ساعدہ" میں جمع ہیں اور خلیفہ منتخب کئے جانے کے بارے میں بحث کر رہے ہیں اور قبیلہ خزرج کے سردار سعد بن عبادہ کا نام خلافت کے لئے پیش کیا گیا ہے۔

عمر اور ابوبکر نے جیسے ہی یہ خبر سنی فوراً سقیفہ کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں ابو عبیدہ بن جراح کو بھی مطلع کیا اور تینوں افراد نے سقیفہ<sup>(۴)</sup> کی جانب رخ کیا۔

اس وقت تک معاملہ انصار کے ہاتھ میں تھا لیکن جیسے ہی یہ تینوں مہاجر وہاں پہنچے تو تنازع شروع ہو گیا اور ہر شخص اپنی اہلیت و شایستگی کی تعریف کرنے لگا۔ بالآخر ابوبکر کو پانچ راتوں کے ذریعے سقیفہ میں خلیفہ چن لیا گیا۔

برادران اہل سنت نے اس واقعہ کو حقیقت سمجھ لیا اور خلیفہ کے انتخاب کو مشاورت اور اجماع مسلمین کا نام دے کر اسے تسلیم کر لیا۔

اس حقیقت کو آشکار کرنے کے لئے ضروری ہے کہ مندرجہ ذیل عنوانات کا تجزیہ کیا جائے تاکہ اصل واقعہ کی وضاحت ہو سکے۔

### پیغمبر ﷺ کی جانشینی کا مسئلہ شیعوں کی نظر میں

شیعوں کا عقیدہ ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ کی جانشینی کا مسئلہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ حیات میں ہی فرمان خدا کے ذریعے رسول ﷺ نے طے اور واضح کر دیا تھا اور جو کچھ سقیفہ بنی ساعدہ میں پیش آیا وہ فرمان خدا اور حکم رسول ﷺ کے خلاف محض ایک تحریک تھی۔

گذشتہ فصل میں ہم نے چند ایسی دلیلیں اور حدیثیں بیان کی تھیں جو مذکورہ دعوے کو ثابت کرتی ہیں۔ یہاں اس مسئلے کا تاریخی واقعات کی روشنی میں جائزہ لیا جائے گا۔

پیغمبر اکرم ﷺ کے دوش مبارک پر ایک عالمی تحریک کی قیادت تھی یہ بات بھی واضح و روشن ہے کہ اس تحریک کے پروان چڑھنے اور سیاسی، ثقافتی نیز اجتماعی سطح پر گہری تبدیلی لانے کیلئے رسول خدا ﷺ کا زمانہ رسالت (بعثت سے رحلت تک) کافی نہ تھا اگرچہ اسلام کے اس عظیم رہبر و پیشوا نے اس مختصر و محدود عرصے میں ہی انسان کی تکمیل اور اسلامی معاشرے کی تشکیل کے لئے بہت عظیم و اساسی اقدامات کئے لیکن اس عالمی تحریک کو آپ ﷺ کے بعد بھی جاری و ساری رہنا تھا۔

اس بات کو مد نظر رکھتے ہوئے کہ پیغمبر اکرم ﷺ کی رحلت اچانک واقع نہیں ہوئی بلکہ آپ ﷺ نے اس کے وقوع پذیر ہونے سے کچھ عرصہ قبل محسوس کر لیا تھا کہ جلد ہی اس دنیا سے کوچ کر جائیں گے۔ چنانچہ آپ نے "حجۃ الوداع" کے موقع پر کھلے لفظوں میں اس کا اعلان بھی کر دیا تھا اس کے بعد آپ کے پاس اسلام کے مستقبل سے متعلق سوچنے کے لئے وقت کافی تھا اور آپ کوئی اصولی روش و تدبیر اختیار کر کے ان عوامل کی پیش بندی کر سکتے تھے جن سے انقلاب خداوندی کی راہ میں آئندہ کسی خطرے کے آنے کا امکان ہو سکتا تھا۔ ان حالات و واقعات کے بارے میں غیبی عوامل کی مدد اور سرچشمہ وحی سے ارتباط کو علیحدہ کر کے بھی غور کیا جاسکتا ہے ایسی صورت اور ان واقعات کی روشنی میں رسول اکرم ﷺ کے سامنے اسلام کے مستقبل سے متعلق تین ہی ممکن راہیں ہو سکتی تھیں:

لا تعلقی

شوری

اپنے وصی اور جانشین کے بارے میں وصیت

اب ہم تاریخی حقائق اور ان سیاسی و اجتماعی حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے جو اس وقت اسلامی معاشرہ پر حکم فرما تھے مذکورہ بالا تینوں راہوں کا اجمالی جائزہ لیں گے۔

## لا تعلقى

لا تعلقى سے مراد یہ ہے کہ ہم اس بات کے قائل ہو جائیں کہ رسول خدا ﷺ کو اسلام کے مستقبل سے کوئی سروکار نہ تھا بلکہ آنحضرت ﷺ نے اسے نوشتہ تقدیر اور آئندہ حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا تھا۔

پیغمبر اکرم ﷺ جیسی شخصیت کے بارے میں ایسی بے سرو پا باتوں کا فرض کر لینا کسی طرح بھی حقائق و واقعات کے موافق نہیں ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ کی اسلامی رسالت کا مقصد یہ تھا کہ دور جاہلیت کے جتنے بھی رگ و ریشے اس دور کے انسان میں ہو سکتے تھے انہیں اس کے دل و جان کے اندر ہی خشک کر دیا جائے اور اس کے بجائے ایک جدید اسلامی انسان کی تعمیر کی جائے۔ جب بھی کوئی ہادی و راہنما نہ ہو تو معاشرہ بے سرپرست رہ جائے اور انقلاب میں ایک ایسا خلاء پیدا ہو جائے گا جس کی وجہ سے اس کو مختلف قسم کے خطرات لاحق ہو جائیں گے۔ مثال کے طور پر:

### لوگوں کا دور جاہلیت کی جانب واپس چلے جانے کا خطرہ

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ روح رسالت اور رسول ﷺ کی تحریک کے مقاصد کو وہی شخص پایہ تکمیل تک پہنچا سکتا تھا کہ جس کو رسول ﷺ نے پہنچنوا یا تھا اور امت کے کسی فرد میں اسکی صلاحیت نہ تھی کہ وہ رسول کے بعد زمام داری اور رسالت کے مقصد کے درمیان کوئی متین تناسب قائم کر سکے اور اسلامی معاشرہ سے ان جاہلی تعصبات کو دور کر سکے جو ابھی تک معاشرہ کی رگ و پے میں موجود تھے کہ جس نے انہیں مہاجر، انصار، قریش و غیر قریش اور مکی و مدنی وغیرہ میں تقسیم کر رکھا تھا۔

تھے آپ ﷺ نے فرمایا کہ کاغذ و دوات لے آؤ تاکہ میں تمہارے لئے ایسا نوشتہ لکھ دوں کہ جس سے تم (میرے بعد) ہرگز گمراہ نہ ہو (۵)

رسول خدا ﷺ کا یہ فرمانا ہی اس بات کی واضح و روشن دلیل ہے کہ آئندہ رونما ہونے والے خطرات کے بارے میں آپ کو تشویش تھی اور ان کا سدباب کرنے کے لئے آپ ﷺ کو شاں تھے۔

### شوری

شوری سے مراد یہ ہے کہ گویا رسول خدا ﷺ نے اپنے بعد مسلمانوں کی رہبری کو انہی کے دست اختیار میں دے دیا تھا کہ جسکو چاہیں منتخب کر لیں۔

اگرچہ اسلام نے قانون اور اصول شوری (مشاورت) کا احترام کیا ہے اور قرآن میں اس کا شمار اوصاف مومنین میں ہوتا ہے (۶) لیکن اس کا تعلق ان واقعات سے ہے جو مسلم معاشرے کے درمیان رونما ہوتے ہیں اور ان کی بارے میں کوئی نص صریح موجود نہ ہو کیونکہ اسلام کے قوانین و احکام مشوروں سے طے نہیں ہوتے یہی وجہ تھی کہ وہ ذمہ داریاں (تکالیف) جو وحی کی ذریعے معین کی گئیں تھیں ان کے بارے میں پیغمبر اکرم ﷺ نے کسی سے مشورہ نہ کیا چنانچہ مسئلہ ولایت و امامت کا شمار بھی ایسے ہی مسائل میں ہوتا ہے جو امور مشاورت کی حدود سے خارج ہیں یہی نہیں بلکہ اس کے بارے میں رسول خدا ﷺ بھی اپنی رائے کا اظہار نہیں فرما سکتے تھے۔

یہی وجہ ہے کہ جس وقت قبیلہ بنی عامر کی ایک جماعت پیغمبر اکرم ﷺ سے ملاقات کرنے کے لئے آئی اور اس نے یہ تجویز پیش کی کہ ہم اس شرط پر ایمان لانے کو تیار ہیں کہ آپ اپنے بعد خلافت ہماری تحویل میں دے دیں اگرچہ اس وقت پیغمبر اکرم ﷺ انتہائی پر آشوب حالات سے دوچار تھے نیز قریش (۷) کی جانب سے آپ پر سخت دباؤ بھی تھا اور آپ ﷺ کو خوفزدہ کرنے کی کوشش بھی کی جا رہی تھی مگر اس کے باوجود آپ ﷺ نے فرمایا یہ کام خداوند تعالیٰ کا ہے (اور اس میں مجھے کوئی اختیار نہیں) وہ جسے بھی مناسب سمجھے گا اسے ہی میرے بعد میرا جانشین مقرر کرے گا (۸)۔

اس کی علاوہ اسلام کی فلاح و بہبود کی خاطر پیغمبر اکرم ﷺ نظام شوری کو سودمند اقدام خیال فرماتے تو آپ یقیناً اپنے زمانہ حیات کے دوران ایسے دستورات عمل کا سلسلہ مرتب فرماتے جس کے ذریعے امت مسلمہ خود کو اس اقدام کے لئے تیار کر لیتی کہ شوری کے ذریعے نظام حکومت جاری رکھ سکے کیونکہ دور جاہلیت کے نظام حکومت میں کوئی ایسا ادارہ کار فرمانہ تھا جو شوری کی ذریعے نظام حکومت چلا سکے اگرچہ رسول خدا ﷺ نے کسی وقت بھی نظام شوری اور اس کے دائرہ عمل نیز مشخصات کو منفی قرار نہیں دیا اور نہ ہی مسلمانوں کو یہ ہدایت فرمائی کہ وہ اس سے گریز کریں۔

اس سے قطع نظر ابو بکر نے جب عمر کو اپنا جانشین مقرر کیا تو یہ اس امر کی واضح دلیل تھی کہ اس اقدام کے ذریعے نظام شوری کی نفی کی گئی اور یہ ثابت ہو گیا کہ آنحضرت ﷺ نظام شوری کے حامی نہ تھے اور آپ ﷺ اسے اپنا حق سمجھتے تھے کہ زمانہ حیات میں کسی ایسے شخص کو مقرر فرمادیں جو رحلت کے بعد آپ کا جانشین ہو سکے یہی نہیں بلکہ عمر بھی خلیفہ مقرر کرنا اپنا حق سمجھتے تھے اور اسے انہوں نے چھ افراد کے درمیان محدود کر دیا تھا تاکہ وہ اپنے درمیان میں سے کسی ایک شخص کو خلیفہ مقرر کر لیں اور ان افراد کے علاوہ انہوں نے تمام امت مسلمہ کو اس حق سے محروم کر دیا تھا۔

### وصی اور جانشین کا تقرر

وصایت (عملی جانشینی) سے ہماری مراد یہ ہے کہ تنہا ایک ہی ایسی راہ ہے جو حقائق اور فطرت اور خلافت کی واقعیت سے عین سازگار ہے اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے اسلام کی آئندہ فلاح و بہبود کی خاطر یہ مثبت اقدام فرمایا تھا اور خدا عالم کے حکم سے ایک شخص کو جانشین کی حیثیت سے مقرر کر دیا تھا چنانچہ صرف یہی ایک ایسا مثبت اقدام تھا جو مستقبل میں اسلام کی خیر و صلاح اور رسالت کو خطرات سے محفوظ رکھنے کا ضامن ہو سکتا تھا۔ اسلام میں سبقت، اور دوسرے مسلمانوں کی نسبت علیؑ کی واضح و امتیازی خصوصیات کی بناء پر کسی دوسرے شخص کو ان کے علاوہ

پیغمبر اکرم ﷺ کی جانشینی کا حق حاصل نہ تھا۔

رسول خدا ﷺ اور حضرت علیؑ کی باہمی زندگی کے ایسے بہت سے شواہد موجود ہیں جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ اس حیثیت سے حضرت علیؑ کی تربیت فرما رہے تھے کہ آئندہ اسلامی معاشرے کے آپ ﷺ ہی قائد و رہبر ہیں پیغمبر اکرم ﷺ نے آپ ﷺ کو حقائق رسالت کی بہت سے خصوصیات سے نوازا تھا حضرت علیؑ جب کبھی پیغمبر اکرم ﷺ سے کوئی بات دریافت فرماتے تو آپکا سوال ختم ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ کلام کی ابتدا فرماتے اور تہذیب و افکار کے ہدایا و تحائف کی دولت سے آپ ﷺ کو معزز و مفتخر فرماتے چنانچہ روز و شب کا زیادہ وقت باہمی گفتگو اور خلوت میں گذرتا

اس کے علاوہ رسول اکرم ﷺ نے حضرت علیؑ کی جانشینی کا مختلف مواقع پر اعلان بھی فرمادیا تھا چنانچہ اس ضمن میں بکثرت احادیث نبوی موجود ہیں جس میں سے حدیث یوم الدرار حدیث الثقلین حدیث منزلت اور سب سے اہم غدیر (حضرت علیؑ کے دست مبارک پر مسلمانوں کا بیعت کرنا) قابل ذکر اور اس دعوے کی شاہد و گواہ ہیں (۹)۔

مزید برآں رسول اکرم ﷺ کی وفات کے بعد بہت سے حوادث رونما ہوئے اور آپ نے پوری زندگی جہاد و ذمہ داری میں گذاری جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آپ ﷺ ہی رسول ﷺ کے جانشین ہیں آپ کی لیاقت کا ایک نمونہ یہ ہے کہ جن مسائل کو حل کرنا خلفاء کے لئے ناممکن تھا انہیں آپ ﷺ ہی سے حل کرتے تھے لیکن اس کے برعکس ہمیں خلفاء کے زمانہ میں ایک موقع بھی ایسا نظر نہیں آتا کہ جس میں امام ﷺ نے کسی مشکل کے حل کیلئے یا اسلام کے نظریہ سے مزید آگہی کے لئے کسی سے رجوع کیا ہو (۱۰)۔

### سقیفہ میں رونما ہونے والے حالات

معن بن عدی اور عویم بن ساعدہ نامی دو افراد کے دلوں میں "سعد بن عبادہ خزرجی" کے

خلاف کدورت تھی ان کے ذریعے عمر اور ابو بکر کو خبر ملی کہ انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہو رہے ہیں چنانچہ یہ دونوں حضرات نہایت عجلت کے ساتھ اضطراب و پریشانی کے عالم میں ابو عبیدہ کے ہمراہ سقیفہ میں داخل ہوئے عمر گفتگو کا آغاز کر کے ابو بکر کی خلافت کیلئے میدان ہموار کرنا چاہتے تھے لیکن ابو بکر نے منع کر دیا اور کہا کہ اگر مجھ سے کوئی فرو گذاشت ہو جائے تو تم اس کی تلافی کرو چنانچہ اس کے بعد انھوں نے تقریر شروع کی اور خداوند عالم کی وحدانیت اور رسالت رسول خدا ﷺ کی شہادت کے بعد کہا کہ مہاجرین میں ہم وہ پہلے افراد تھے جنہوں نے دین اسلام قبول کیا اور اس لحاظ سے تمام لوگ ہمارے پیروکار ہیں ہم طائفہ رسول خدا ﷺ اور مرکز قبائل عرب میں سے ہیں نیز ان کے درمیان نقطہ ربط و تعلق ہیں آپ انصار بھی خدا و رسول کے یا اور مددگار ہیں پیغمبر اکرم ﷺ کے پشتیبان اور ہمارے سردار ہیں دین اور اس کے فائدے میں آپ ہمارے شریک ہیں۔ خداوند تعالیٰ کی رضا میں راضی رہے اور اس پاک پروردگار نے تم سے مہاجر بھائیوں کے لئے جو کچھ چاہا اسے قبول کرنے میں لائق و شائستہ ترین افراد ثابت ہوئے لیکن تمہیں اس پر حسد نہیں کرنا چاہیے اسلام کی ترقی کی خاطر تم نے مشکلات میں اپنی طاقت کے جوہر دکھائے اس بنا پر تمہارے لئے یہ زیبا نہیں کہ اپنے ہی ہاتھوں سے اس دین کی بیخ کنی کرو۔ میں تمہیں ابو عبیدہ اور عمر کی بیعت کی دعوت دیتا ہوں میں دونوں ہی کو قابل و اہل سمجھتا ہوں<sup>(۱۱)</sup>... اس موقع پر ان دونوں نے کہا: لوگوں میں سے کسی کو تم پر برتری حاصل نہیں ہے۔ تم پیغمبر اکرم ﷺ کے یار غار ہو...

### اس خطبے کے اہم نکات

ابو بکر نے جو تقریر کی اس کے بعض نکات کا ذکر کرنا یہاں ضروری ہے۔<sup>(۱۲)</sup>

ابو بکر نے پہلے مہاجرین کی تعریف کی تاکہ ان کی عظمت انصار کے ذہنوں پر نقش ہو جائے اس کے بعد جس حد تک ممکن تھا اُس نے انصار کی بھی تعریف و توصیف بیان کی اور خود کو منصف کی حیثیت سے ظاہر کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انصار کو اپنی طرف متوجہ کر لیا اس تردد کے برخلاف جو

خلافت کے سلسلہ میں انصار کے ذہنوں میں تھا ابوبکر نے یقین کے ساتھ کہا مہاجرین کی خلافت جو خدا کی مرضی کے مطابق ہے اور یہی خدا کا حتمی فیصلہ ہے چنانچہ ہر قسم کا تذبذب ختم ہو گیا ابوبکر نے خلافت کو مہاجرین کا مسلم حق ثابت کرنے کے بعد اس سلسلہ میں انصار کی کسی بھی فعالیت کو خدا سے عہد شکنی اور دین کو برباد کرنے کے مترادف قرار دے دیا اپنی تقریر کے آخر میں ابوبکر نے حاضرین کو عمر و ابو عبیدہ کی بیعت کی دعوت دی وہ طبعی طور پر ابوبکر کو مقدم سمجھتے تھے گویا وہ پہلے ہی خلیفہ کی تعیین کے سلسلہ میں منصوبہ بنا چکے تھے۔<sup>(۱۳)</sup>

### انصار کا رد عمل

پروگرام کے تحت ابوبکر کی ہونے والی تقریر سن کر انصار اپنے گزشتہ موقف سے ہٹ گئے اور انہوں نے مہاجرین کے سامنے اپنے سر خم کر دیئے ان میں "جباب بن منذر" بھی ایک ایسے انصار تھے جنہوں نے کھڑے ہو کر یہ دھمکی دی کہ اگر مہاجرین انصار سے مصالحت نہیں کرتے تو ہم علیحدہ مستقل حکومت قائم کر لیں گے لیکن عمر نے فوراً ہی اس کی گفتگو کی کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کہا کہ افسوس دو تلواریں ایک میان میں نہیں سما سکتیں خدا کی قسم عرب اس بات پر ہرگز راضی نہیں ہوں گے کہ حکومت تمہارے حوالے کر دی جائے اس کی وجہ یہ تھی کہ پیغمبر اکرم ﷺ تم میں سے نہیں تھے۔<sup>(۱۴)</sup> مہاجرین اور انصار کے درمیان حصول اقتدار کی خاطر بہت سخت کشمکش ہونے لگی چنانچہ انصار کے دو قبیلوں اوس اور خزرج کے درمیان شدید اختلاف پیدا ہو گیا قبیلہ اوس کے سردار "اسید بن حضیر" کا میلان مہاجرین کی طرف تھا، اس نے اظہارِ رغبت کیا انکی پیروی کرتے ہوئے "بشیر بن سعد خزرجی" نے لوگوں کو مہاجرین کی بیعت کی جانب رغبت دلانا شروع کی بالآخر اس کشمکش کا نتیجہ یہ ہوا کہ خلافت کا فیصلہ ابوبکر کے حق میں ہو گیا اور انھیں پانچ رائے کے ذریعے خلیفہ منتخب کر لیا گیا۔<sup>(۱۵)</sup>

اس واقعے کا اگر اجمالی طور پر جائزہ لیں تو اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ سقیفہ میں جو کچھ پیش آیا

اور اس میں ابوبکر کو خلیفہ منتخب کیا گیا وہ انتخاب کے اصول و ضوابط کے منافی تھا۔ اس معاملے میں فیصلہ اتنی عجلت و جلدی سے کیا گیا کہ کسی صاحب فکر شخص کو اتنا موقعہ ہی نہیں دیا گیا کہ وہ اس مسئلے کے بارے میں غور و فکر کر سکے اور کسی مخالف کو بھی اتنی مہلت نہ ملی کہ وہ اپنے دعوے کے حق میں دلیل پیش کر سکے اس عجلت و تندگی کے باعث روح انتخابات کی اچھی طرح پائمالی کی گئی کہ حتیٰ کہ ان لوگوں سے بھی جو سقیفہ میں موجود تھے حق رائے دہی سلب کر لیا گیا شروع سے آخر تک ذاتی میلانات و احساسات کا فرما رہے اس کے علاوہ انتخاب اس طرح کیا گیا کہ بیشتر مسلمان قطعی لاعلم و بے خبر رہے اور جنہیں اطلاع بھی ہوئی تو وہ رسول خدا ﷺ کے مراسم تجہیز و تکفین میں منہمک و مشغول تھے وہ سقیفہ والے انتخابات میں شریک نہیں ہو سکتے تھے۔

جانشین رسول خدا ﷺ کے انتخاب کے لئے جس مجلس کی تشکیل کی گئی تھی اس میں کم از کم کوئی ایسا شخص تو اپنے افراد خاندان کے ہمراہ وہاں پیش رہتا جس کی قدر و منزلت پیغمبر اکرم ﷺ کی نظروں میں وہی تھی جو حضرت ہارون کی حضرت موسیٰ ﷺ کے نزدیک تھی اس واقعے پر جب ہم شروع سے آخر تک نظر ڈالتے ہیں تو دیکھتے ہیں یہ سب اس طرح پیش آیا کہ قبیلہ بنی ہاشم بالخصوص اس کے سردار یعنی امیر المومنین علیؑ ان واقعات سے قطعی بے خبر اور لاعلم رکھا گیا۔

### علیؑ کی بیعت کے بارے میں تجویز

حضرت علیؑ پیغمبر اکرم ﷺ کے جسد مبارک کی تجہیز و تکفین میں منہمک و مشغول تھے کہ ابو سفیانؓ جس میں حسن تدبیر و سیاست فہمی بہت تیز تھی پیغمبر اکرم ﷺ کے گھر پہنچاتا کہ مسلمانوں کے درمیان اختلاف پیدا کرے اور حضرت علیؑ کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ آپ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کرے لیکن حضرت علیؑ اسکی نیت کو جانتے تھے لہذا اسکی باتوں کو قطعی اہمیت نہ دی اور فرمایا تمہارا مقصد مسلمانوں کے درمیان فتنہ پھیلانا ہے۔<sup>(۱۶)</sup> جس وقت ابو سفیان نے یہ تجویز پیش کی تو عین اس وقت حضرت عباس نے بھی چاہا کہ اپنے

بھتیجے کے دست مبارک پر بیعت کریں لیکن حضرت علی ؑ نے ان کی تجویز کو بھی منظور کرنے سے انکار کر دیا۔<sup>(۱۷)</sup> حضرت عباس کی تجویز کو حضرت علی ؑ نے کیوں منظور نہیں فرمایا اس کا ذکر بعد میں کیا جائے گا، یہاں ابوسفیان کی تجویز کے بارے میں وضاحت کر دینا ضروری ہے کہ ابوسفیان کی پیشکش حسن نیت پر مبنی نہیں تھی بلکہ اس کا مقصد اختلاف و فتنہ پر پا کرنا تھا اس نے جانشینی پیغمبر ﷺ کے بارے میں مسلمانوں کی رسہ کشی اور اختلاف کو اچھی طرح محسوس کر لیا تھا وہ جانتا تھا کہ ابو بکر و عمر رسول ﷺ کی جانشینی کے چکر میں ہے اور اسے یہ معلوم تھا کہ سیاسی اور معنوی اعتبار سے بنی ہاشم ہی ان کا مقابلہ کر سکتے ہیں لہذا وہ اپنے ناپاک مقصد کے حصول کے غرض سے خدمت امام ؑ میں آیا اور آپ کو جنگ کیلئے ابھارا۔

آپ نے ابوسفیان کی گفتگو سے اس اختلاف کا اندازہ لگا لیا تھا چنانچہ آپ خود فرماتے ہیں میں ایک طوفان دیکھ رہا ہوں کہ جس کی منہ زوریوں کو خون ہی روک سکتا ہے<sup>(۱۸)</sup> پھر آپ اپنی رائے میں صحیح تھے اگر بنی ہاشم اور ان کے سردار حضرت علی بن ابیطالب ؑ فداکاری اور صبر سے کام نہ لیتے تو اس طوفانی اختلاف کو کشت و خون کے علاوہ کوئی چیز خاموش نہیں کر سکتی تھی۔

### سقیفہ کے واقعات کے بعد حضرت علی ؑ کا رد عمل

سقیفہ میں جو اجتماع ہوا تھا وہ اس طرح اختتام پذیر ہوا کہ انصار و مہاجرین میں سے چند افراد نے ابو بکر کے ہاتھ پر بیعت کر لی اس کے بعد یہ مجمع مسجد کی جانب روانہ ہوا تاکہ وہاں عام مسلمان بیعت کر سکیں عمر اس مجمع میں پیش پیش تھے اور راہ میں جو بھی ملتا اس سے کہتے کہ وہ ابو بکر کے ہاتھ پر بیعت کر لے۔<sup>(۱۹)</sup>

حضرت علی ؑ ابھی پیغمبر ﷺ کے جسد مبارک کے تکفین و تدفین میں مشغول و منہمک تھے کہ لوگوں کے شور و غل کی صدائیں سنائی دیں اور صحیح واقعے کا اس کے ذریعے علم ہوا خلافت کی اہلیت کے

بارے میں جب مہاجرین کی یہ حجت و دلیل آپ کو بتائی گئی کہ انہوں نے اس بات پر احتجاج کیا کہ خلیفہ خاندان قریش اور شجر نبوت کی شاخ ہو تو اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ انہوں نے تکیہ تو درخت پر ہی کیا لیکن اس کے پھل کو تباہ کر ڈالا۔ (۲۰)

حضرت علی ﷺ کا دوسرا رد عمل پیغمبر اکرم ﷺ کے جسد مبارک کی تدفین کے بعد ظاہر ہوا۔ حضرت علی ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے اس وقت بنی ہاشم کے افراد بھی کافی تعداد میں وہاں موجود تھے بعض وہ لوگ جو ابو بکر کے ہاتھ پر بیعت کر چکے تھے آپ کے اور افراد بنی ہاشم کے گرد جمع ہو گئے اور کہنے لگے کہ طائفہ انصار نیز دیگر افراد نے ابو بکر کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے آپ بھی بیعت کر لیجئے ورنہ تلوار آپ کا فیصلہ کرے گی۔

حضرت علی ﷺ نے فرمایا کہ میں ان سے زیادہ بیعت کے لئے اہل و قابل ہوں تم لوگ میرے ہاتھ پر بیعت کرو تم نے رسول خدا ﷺ سے قربت کے باعث خلافت انصار سے لے لی اور انہوں نے بھی یہ حق تسلیم کر لیا خلافت کے لئے میرے پاس بھی دلائل موجود ہیں میں پیغمبر اکرم ﷺ کے زمانہ حیات میں ہی نہیں بلکہ رحلت کے وقت بھی ان کے سب سے زیادہ قریب و نزدیک تھا میں وصی اور علم رسول ﷺ کا حامل ہوں... میں کتاب خدا اور سنت رسول ﷺ کے بارے میں سب سے زیادہ واقف و باخبر ہوں امور کے نتائج کے بارے میں تم سے زیادہ جانتا ہوں، ثبات و پائنداری میں تم سے سب سے بہتر محکم و ثابت قدم ہوں اس کے بعد اب تنازع کس بات پر ہے؟ (۲۱)

اس پر عمر نے کہا: آپ مائیں یا نہ مائیں ہم آپ کو بیعت کئے بغیر جانے نہیں دیں گے حضرت علی ﷺ نے انہیں فیصلہ کن انداز میں جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ دودھ اچھی طرح دوہ لو اس میں تمہارا بھی حصہ ہے آج خلافت کے کمر بند کو ابو بکر کیلئے مضبوط باندھ لو کل وہ تمہیں ہی لوٹادیں گے۔ (۲۲)

اس وقت وہاں عبیدہ بھی موجود تھے انہوں نے حضرت علی ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اے میرے چچا زاد بھائی رسول خدا ﷺ سے آپ کی قرابت داری، اسلام میں آپ کے سابق

الاسلام، اور اس کے مددگار اور آپ کی علمی فضیلت سے ہمیں انکار نہیں لیکن آپ ابھی جوان ہیں اور ابوبکر آپ ہی کے قبیلے کے معر آدمی ہیں اس بار خلافت کو اٹھانے کیلئے وہ بہتر ہیں آپ کی اگر عمر نے وفا کی تو ان کے بعد خلافت آپ کو پیش کر دی جانی گی... لہذا آپ اس وقت فتنہ و آشوب پانہ کیجئے یہ آپ کو بخوبی علم ہے کہ عربوں کے دلوں میں آپ کی کتنی دشمنی ہے۔ (۲۳)

حضرت علیؑ کا تیسرا رد عمل وہ تقریر تھی جو آپ نے مہاجرین و انصار کے سامنے فرمائی اسی تقریر کے دوران آپ نے فرمایا تھا "اے مہاجرین و انصار خدا پر نظر رکھو اور میرے بارے میں تم نے جو پیغمبر اکرم ﷺ سے عہد و پیمانہ کیا تھا اسے فراموش نہ کرو حکومت محمد ﷺ یہ کو ان کے گھر سے اپنے گھر مت لے جاؤ..."

تم یہ بات جانتے ہو کہ ہم اہل بیت اس معاملے میں تم سے زیادہ حقدار ہیں۔ کیا تم کسی ایسے شخص کو نہیں چاہتے جسے مفاہیم قرآن، اصول و فروع دین اور سنت پیغمبر اکرم ﷺ پر عبور حاصل ہے تاکہ وہ اسلامی معاشرے کا بحسن و خوبی نظم و نسق برقرار کر سکے... میں خدانے واحد کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ ایسا شخص ہم میں موجود ہے اور تمہارے درمیان نہیں، نفسانی خواہشات کی پیروی مت کرو اور حق سے دور نہ ہو جاؤ نیز اپنے گزشتہ اعمال کو اپنی بد اعمالیوں سے فاسد و کثیف نہ ہونے دو۔"

بشیر بن سعد نے انصار کی ایک جماعت کے ساتھ کہا: اے ابوالحسن اگر انصار نے آپ کی یہ تقریر ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے پہلے سن لی ہوتی تو وہ آدمی بھی ایسے نہ ہوتے جو آپ کے بارے میں اختلاف کرتے۔ (۲۴)

### علیؑ نے کیوں عجلت نہیں کی؟

تاریخ کے اس حصے کا مطالعہ کرنے کے بعد ممکن ہے کہ یہ سوال سامنے آئے کہ اگر حضرت علیؑ بھی دوسروں کی طرح امر خلافت میں عجلت کرتے اور حضرت عباس و ابوسفیان کی تجویز مان لیتے

تو شاید یہ منظر سامنے نہ آیا ہوتا اس بات کی وضاحت کے لئے یہاں اس بات کا واضح کر دینا ضروری ہے کہ آپ کی خلافت کا مسئلہ دو حالتوں سے خالی نہ تھا یا تو رسول اکرم ﷺ نے آپ کو خداوند تعالیٰ کے حکم سے اس مقام کے لئے منتخب کر لیا تھا (اس پر شیعہ عقائد کے لوگوں کا اتفاق ہے) ایسی صورت میں عوام کا بیعت کرنا یا نہ کرنا اس حقیقت کو بدل نہیں سکتا اور اگر بالفرض خلافت کے معاملے میں امت کو اس کے فیصلے پر آزاد چھوڑ دیا تھا تو پھر کیوں حضرت علیؑ لوگوں کے حق انتخاب کو سلب کرتے۔ وہ امت کو اس حال پر چھوڑ دیتے کہ وہ جسے بھی چاہیں اپنا خلیفہ مقرر کریں۔

اس سے بھی زیادہ اہم بات یہ ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ کا جسد مبارک ابھی زمین کے اوپر ہی تھا، حضرت علیؑ پیغمبر ﷺ کے وصی کے لئے ایسی صورت میں یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ جسد اطہر پیغمبر اکرم ﷺ کو زمین پر رکھے رہنے دیں اور خود اپنے کام کے چکر میں نکل جائیں۔

حضرت علیؑ نے پہلے اپنا فرض ادا کیا پھر لوگوں کے سامنے تشریف لائے۔ دوسرے بھی یہ بات جانتے تھے کہ اگر ایسے میں حضرت علیؑ تشریف لے آتے تو وہ ہرگز اپنے مقصد و ارادے میں کامیاب نہ ہوتے۔ چنانچہ دوسروں نے امر خلافت کے سلسلے میں عجلت کی اور حضرت علیؑ کو اس وقت اطلاع دی جب کام تمام ہو چکا تھا۔ (۲۵)

## سوالات

- ۱۔ پیغمبر اکرم ﷺ کی رحلت کے بعد کیا واقعہ پیش آیا اور وہ کس طرح رفع ہوا؟
- ۲۔ زمانہ مستقبل میں اسلام کی قیادت و رہبری کے سلسلے میں پیغمبر اکرم ﷺ کی نظر میں کونسی ممکن راہیں تھیں سب کی کیفیت بتائیے اور ہر ایک کا مقصد بیان کیجئے؟
- ۳۔ اگر پیغمبر اکرم ﷺ کی جانب سے کوئی شخص جانشین کی حیثیت سے منتخب نہ کیا گیا ہوتا تو مستقبل میں اسلام کے لئے کیا خطرات لاحق ہو سکتے تھے مختصر طور پر لکھیئے؟
- ۴۔ خلافت کے سلسلے میں جس شوری کی تشکیل کی گئی تھی اسکی نفی کے لئے دو تاریخی شواہد و دلائل بیان کیجئے؟
- ۵۔ امر خلافت میں پیغمبر اکرم ﷺ نے وصایت کو پیش نظر رکھا تھا اس میں تاریخ و احادیث کی بنیاد پر دو دلیل پیش کیجئے؟
- ۶۔ سقیفہ کا واقعہ کس طرح پیش آیا، مہاجرین میں سے وہاں کون لوگ موجود تھے وہ وہاں کس لئے پہنچے اور اس کا کیا نتیجہ برآمد ہوا؟

- ۷۔ بیعت کے سلسلے میں حضرت علیؑ پر اپنے چچا عباس اور ابوسفیان کی تجاویز کا کیوں اثر نہ ہوا؟
- ۸۔ واقعہ سقیفہ کے بارے میں حضرت علیؑ کا کیا رد عمل تھا؟

## حوالہ جات

- ۱۔ حضرت علی ؓ کی زندگی کے دو واقعات جو رسول خدا ﷺ کے زمانہ حیات میں پیش آئے وہ مختصر طور پر تاریخ عصر نبوت میں بیان کر دیئے گئے ہیں۔
- ۲۔ آل عمران ۱۳۳۔ ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ﴾ (محمد اس کے سوا کچھ نہیں کہ بس ایک رسول ہیں ان سے پہلے اور رسول گذر چکے ہیں اگر وہ مرجائیں یا قتل کر دیئے جائیں تو تم لوگ الٹے پاؤں پلٹ جاؤ گے۔
- ۳۔ تاریخ طبری ج ۳/۲۰۰ کا مل ابن اثیر ج ۲/۳۲۳، شرح ابن ابی الحدید ج ۱/۱۲۸۔
- ۴۔ سقیفہ کے لغوی معنی سایبان ہیں۔ سقیفہ مدینہ میں مسجد النبی ﷺ سے ۶۰۰ قدم کے فاصلے پر باب السلام کے راستے میں واقع ہے۔ یہ جگہ بنی ساعدہ بن کعب خزرمی سے متعلق تھی۔ لوگ اس سایبان کے نیچے اپنے معاملات کا فیصلہ کرنے کے لئے جمع ہوتے تھے بعد میں یہ جگہ سقیفہ بنی ساعدہ کے نام سے مشہور ہو گئی۔ (معجم البلدان ج ۳/۲۲۸)۔
- ۵۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۶/۵۱، المراجعات / ۲۶۰۔ ۲۵۹ منقول از صحیح بخاری و مسلم، تاریخ ابی الفداج ۱/۱۵۱ اثنوئی بدوایة وصحيفة اکتب لکم کتاباً لا تضلون بعده۔
- ۶۔ و امر ہم شوریٰ بینہم (سورہ شوریٰ آیت ۳۸)۔
- ۷۔ حضرت ابوطالب ؓ و حضرت خدیجہ ؓ کی وفات کے بعد یتیمبر اکرم ﷺ اور قبیلہ بنی عامر کے درمیان سخت رنجش پیدا ہو گئی جس کے باعث قریش پہلے کی نسبت اب زیادہ آپ پر دباؤ ڈالنے لگے نیز حملات کرنے کی کوشش کرنے لگے تھے۔
- ۸۔ سیرۃ ابن ہشام ج ۲/۱۶۶ "الامر الی اللہ یضعہ حیث یشاء"
- ۹۔ گذشتہ فصل میں حدیث ثقلین کے علاوہ دیگر احادیث کا مختصر جائزہ لیا جا چکا ہے اسی وجہ سے یہاں اس کے دوبارہ نقل کرنے سے گریز کیا گیا ہے۔
- ۱۰۔ تاریخ اس امر کی گواہ ہے کہ خلفاء وقت نے جب کبھی ضرورت محسوس کی حضرت علی ؓ سے رجوع کیا اور آپ سے درخواست کی ان کی مشکلات حل کرنے میں انکی مدد فرمائیں۔ ان واقعات کی کیفیت آئندہ ابواب میں بیان کی جائے گا۔

یہ حصہ کتاب تشیع مولود طبعی اسلام ترجمہ التشیع والاسلام۔ شہید باقر الصدر سے ماخوذ ہے ص ۲۸۔

۱۱۔ الامامة والسياسة ج ۱/۱۳-۳۱۔

۱۲۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ابو بکر کی تقریر کے بعد عمر نے بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا اور کہا کہ میں نے راستہ طے کرنے کے دوران کسی منصوبے یا لائحہ عمل کے بارے میں غور و فکر نہیں کیا ہے سوائے اس کے جو ابو بکر نے بیان کیا ہے مجھے اس سے کلی اتفاق ہے اور جو کچھ انہوں نے اپنی زبان سے کہا ہے بلکہ اس سے بھی سنے بہتر ما من شی کنت زرتہ فی الطریق

الا انا به او باحسن منه۔ تاریخ طبری ج ۳/۲۱۹، کامل ابن اثیر ج ۲/۳۲۴۔

۱۳۔ طرح ہای رسالت (ج ۱/۲۵۴-۲۵۵) کا خلاصہ۔

۱۴۔ الامامة والسياسة (ج ۱/۲۱-۱۶) کامل ابن اثیر ج ۲/۳۲۹-۲۲۸) تاریخ طبری (ج ۳/۲۲۰-۲۱۸)۔

۱۵۔ ان پانچ رائے میں سے تین تو ابو بکر، عمر اور ابو عبیدہ کی تھیں اور انصار میں سے دو رائے بشیر ابن سعد و اسید بن حضیر کی تھیں۔ ان پانچ افراد کے علاوہ باقی لوگ اپنے سرداران قبائل کے تابع تھے۔ چنانچہ ہر قبیلے کا سردار جو رائے دیتا اس قبیلے کے تمام افراد اس کی پیروی کرتے اور اپنی مرضی سے کوئی رائے نہ دیتے۔

۱۶۔ کامل ابن اثیر ج ۲/۳۲۶۔ تاریخ طبری ج ۳/۲۰۹، ارشاد مفید ۱۰۲۔

۱۷۔ تاریخ طبری ج ۳/۲۳۰۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۱/۱۹۲۔

۱۸۔ انی لاری عجاجة لا یطفئها الالدم۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۱۲/۳۳۔ کامل ج ۲/۳۲۵۔ تاریخ طبری ج ۳/۲۰۹۔

۱۹۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۳/۲۰۹۔

۲۰۔ احتجاج بالشمرة واضاعوا الثمرة۔ نبج البلاغہ خ ۶۶۔

۲۱۔ احتجاج طبری ج ۱/۹۵۔ الامامة والسياسة ج ۱/۱۸۔

۲۲۔ احلب حلباً ہناک شطرہ وشد لہ الیوم لیرد علیک غداً۔

۲۳۔ الامامة والسياسة ج ۱/۱۸۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۶/۱۲-۱۱۔ احتجاج طبری ج ۱/۹۶۔

۲۴۔ الامامة والسياسة ج ۱۹/۱۸۔ احتجاج طبری ج ۱/۹۶۔

۲۵۔ ماخوذ از کتاب "خلافت و ولایت" ۶۳/۔

## تیسرا سبق

رسول اکرم ﷺ کی رحلت سے خلافت ظاہری تک ۲

حضرت علیؑ کے گھر میں پناہ گزینی

انصار سے مدد چاہنا

حساس صورت حال

قیام نہ کرنے کے دلائل اور وجوہات

معقول فوجی طاقت کی کمی

اسلام اور اسلامی وحدت کا تحفظ

جاہلیت کی طرف بازگشت

کینہ تو زد دشمن

بیعت کا انجام

مسئلہ فدک

فدک پر قابض ہونے کے محرکات

(۱) مخالفین کو اپنی جانب متوجہ کرنا (۲) جمع و خرچ کی مد میں کمی

علیؑ کی اقتصادی قوت کے باعث خطرے کا احتمال

مخالفین کی سرکوبی

شورش کا دبا جانا

حضرت فاطمہؑ کی وفات

سوالات

حوالہ جات

## حضرت علیؑ کے گھر میں پناہ گزینی

صحابہ رسول ﷺ میں ایسے پاک طینت لوگ بھی موجود تھے جنہوں نے ابوبکر کی بیعت نہیں کی تھی۔ چنانچہ موصوف کو خلیفہ بنائے جانے پر انہوں نے اعتراض کیا اور اس کے اظہار کے لئے انہوں نے پناہ گزینی کی راہ اختیار کی اور اس مقصد کے لئے بنت رسول ﷺ حضرت فاطمہؑ کے گھر میں جمع ہو گئے۔

ان میں سے بعض افراد کے نام مورخین نے اپنی کتابوں میں درج کئے ہیں۔<sup>(۱)</sup>

حضرت فاطمہؑ کا گھر رسول خدا ﷺ کی حیات میں خاص احترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ چنانچہ بنی ہاشم، بعض مہاجرین اور اہل بیتؑ کا آپ کے گھر میں پناہ گزین ہونے کا فطری طور پر مقصد ہی یہ تھا کہ کوئی شخص زبردستی پناہ گزینوں کی بیعت کی غرض سے مسجد میں لائیں۔ بالآخر عمر کو ایک دستے کے ساتھ مقرر کیا گیا کہ وہ حضرت فاطمہؑ کے گھر پر جائیں اور پناہ گزینوں کو نکال کر باہر لائیں تاکہ وہ خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ عمر ایک گروہ کے ساتھ حضرت فاطمہؑ کے گھر کی جانب روانہ ہوئے اور بڑی کشتکش کے بعد حضرت علیؑ کو باہر لایا گیا اور آپ کو مسجد لے گئے جہاں آپ کو مجبور کیا گیا کہ ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کریں لیکن حضرت علیؑ اپنے ارادے پر قائم رہے۔

جب دیکھا کہ حضرت علیؑ اپنے عزم و ارادے پر قائم ہیں تو لوگ بھی آپ سے دستکش ہو گئے۔<sup>(۲)</sup>

### انصار سے مدد چاہنا

اس واقعے کے بعد حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؑ راتوں کو انصار کے گھر تشریف لے جاتے اور اہل بیت سے متعلق پیغمبر اکرمؐ کی وصایا اور احادیث کی جانب توجہ دلاتے ہوئے ان سے مدد کے خواہاں ہوتے وہ لوگ جو اب میں کہتے اے بنت رسولؐ ہم اس شخص کے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں اگر تمہارے چچا کے بیٹے نے ابو بکر سے قبل ہم سے بیعت کرنے کے لئے کہا ہوتا تو ہم علیؑ کے مقابل کسی دوسرے شخص کو ترجیح نہ دیتے۔ اس پر حضرت علیؑ فرماتے کیا عجیب بات ہے کیا تمہیں مجھ سے یہ توقع تھی کہ جنازہ رسولؐ کو تکفین و تدفین کیے بغیر اسے یونہی گھر میں چھوڑ دیتا اور اس حکومت کو حاصل کرنے کی غرض سے جو اس عظیم المرتبت انسان نے چھوڑی تھی، کشمکش و تنازع میں پڑ جاتا؟

فاطمہ زہراؑ فرماتیں: ابوالحسن نے جو کچھ کیا وہ صحیح تھا اور لوگوں نے جو کچھ کیا ہے خدا ان سے باز پرس کرے گا۔<sup>(۳)</sup>

### حساس صورتحال

حضرت علیؑ جس کیفیت و حالت سے گذر رہے تھے وہ بہت زیادہ حساس تھی کیونکہ آپ کو جو فرض سپرد کیا گیا تھا وہ نہایت ہی مشکل مگر بہت ہی عظیم و اہم تھا۔ ایک طرف آپ دیکھ رہے تھے کہ خلافت و اسلامی قیادت اصل راہ سے دور ہو گئی ہے جس کے باعث فطری طور پر بہت سے حقوق پائمال ہو کر رہ جائیں گے۔

دوسری طرف آپ دیکھ رہے تھے کہ مسلمان چونکہ گروہوں میں تقسیم ہو گئے تھے، اسی لئے ان میں اختلافات بھی شروع ہو گئے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس حساس حالت و کیفیت میں حضرت علیؑ کا کیا فرض ہے کیا داخلی موقع پرست جماعت کی خود غرضی پر بنی حرکات کو برداشت کر کے سکوت اختیار کئے رہنا یا ان حالات کے خلاف سرکشی اور کسی تحریک کا آغاز کرنا؟

اگرچہ مسجد نبوی ﷺ میں مہاجرین و انصار کی موجودگی میں حضرت علی ؑ اور آپ کے طرفداروں کی پند و نصیحت نیز روشن و واضح تقاریر نے اس حقیقت کو آشکارا کر دیا تھا۔ آپ کے سامنے اب دو ہی راہیں تھیں پہلی تو یہی کہ بغاوت کر کے اپنا حق واپس لے لیا جائے اور دوسری یہ کہ اسلام کے تحفظ کی خاطر سکوت اختیار کیا جائے۔

موجود قرآن و دلائل سے ثابت ہے کہ ان حالات میں حضرت علی ؑ کے لئے قیام کرنا اسلام کے حق میں ہرگز سود مند نہ تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہو سکتا تھا کہ اسلامی معاشرہ منتشر ہو کر رہ جائے اور لاتعداد گروہ و افراد دین اسلام سے برگشتہ ہو کر واپس عہد جاہلیت میں اور دیگر خرافات کی جانب چلے جائیں۔

### قیام نہ کرنے کے دلائل اور وجوہات

حضرت علی ؑ نے مختلف مواقع پر جو تقاریر کیں اگر ہم ان کا اور ان حالات کا جو اس وقت اسلامی معاشرہ پر مسلط و طاری تھے جائزہ لیں تو ہمیں اس سوال کا جواب مل جائے گا کہ حضرت علی ؑ نے کیوں قیام نہیں کیا اب ہم ان نکات کو بیان کر رہے ہیں جن سے یہ باتیں روشن ہو جائیں گی۔

### ۱۔ معقول فوجی طاقت کی کمی

مندرجہ بالا سوال کا جواب دیتے ہوئے خود حضرت علی ؑ نے فرمایا تھا:  
امر خلافت میں میری کوتاہی موت کے خوف کی وجہ سے نہیں تھی بلکہ رسول خدا ﷺ کے فرمان کے مطابق تھی کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ امت نے تجھ سے خیانت کی ہے، انہوں نے مجھ سے جو عہد کیا ہے اسے وہ وفا نہیں کریں گے۔  
در حالیکہ تم میرے لئے ایسے ہی ہو جیسے حضرت موسیٰ ؑ

کے لئے حضرت ہارون ؑ تھے۔

اس کے بعد آپ نے مزید فرمایا کہ میں نے سوال کیا کہ ایسی حالت میں مجھے کیا کرنا چاہیئے رسول خدا ﷺ نے فرمایا تھا کہ اگر کوئی ایسا شخص مل گیا جو تمہاری مدد کرے تو تم ان سے جنگ و جدال کرنا اور اپنا حق حاصل کر لینا اگر ایسا نہ ہو تو تم اس خیال سے درگزر کرنا، اپنی خون کی حفاظت کرنا تاکہ تم میرے پاس مظلوم آؤ۔<sup>(۴)</sup>

آپ نے ایک جگہ اور بھی اس تلخ حقیقت کی صراحت کرتے ہوئے فرمایا تھا: اگر مجھے چالیس باعزم افراد مل جاتے تو میں اس گروہ کے خلاف انقلاب اور جنگ و جدال کرتا۔<sup>(۵)</sup>

ایک جگہ آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ میں نے اپنے اطراف میں نظر ڈالی اور دیکھا کہ جزیرے اہل بیت ؑ کے میرا کوئی یار و مددگار نہیں مجھے یہ گوارا نہ ہوا کہ انہیں موت کے منہ میں دے دوں۔<sup>(۶)</sup>

## ۲۔ اسلام اور اسلامی وحدت کا تحفظ

وہ نو مسلم عرب جن میں سے دور جاہلیت کے رسم و رواج کی عادت و خواہی مکمل طور پر ختم نہیں ہوئی تھی اور جذبہ ایمان و اسلامی عقیدہ ان کے دلوں میں پورے طور پر راسخ نہیں ہوا تھا انہیں مد نظر رکھتے ہوئے ہر قسم کی داخلی جنگ مسلمانوں کی طاقت کے انحلال اور اسلام کے انہدام کا باعث ہوتی بالخصوص ان حالات میں جب کہ "اہل ردہ" نے جزیرہ العرب کے اطراف میں مرکزی حکومت کے خلاف اپنا پرچم لہرایا تھا<sup>(۷)</sup> ان کے علاوہ ایران اور روم کی دو شاہنشاہی طاقتیں اس موقع کی تلاش میں تھیں کہ قائم شدہ حکومت سے برسرِ پیکار ہوں اگر حضرت علی ؑ ان متزلزل مسلمانوں اور بیرونی دشمنوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے بھی تلوار کا سہارا لیتے اور اپنا حق حاصل کرنے کی خاطر ابو بکر سے جنگ و جدال کرتے تو نو عمر اسلامی طاقت اور مرکزیت کو مدینہ میں نقصان پہنچتا اور اسلام کو نیست و نابود کرنے کی غرض سے بیرونی طاقتوں کے لئے یہ بہترین

موقع ہوتا شاید یہی وجہ تھی کہ سقیفہ کے واقعات سے متعلق آپ نے جو تقریر کی تھی اس میں اتحاد کی اہمیت اور تفرقہ اندازی کے برے نتائج کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا: فتنے کی امواج کو نجات کی کشتیوں سے چاک کر دو، اختلاف پیدا کرنے سے گریز کرو، فخر فروشی کی علامات کو سر سے اتار دو، میری خاموشی کا سبب میری وہ دانش و باطنی آگاہی ہے جس میں میں غرق ہوں اگر تم بھی میری طرح باخبر ہوتے تو کنوئیں کی رسی کی مانند مضطرب و لرزاں ہو جاتے۔<sup>(۸)</sup>

### ۳۔ جاہلیت کی طرف بازگشت

قرآن مجید میں ایک آیت اس امر کی جانب اشارہ کر رہی تھی کہ پیغمبر اکرم ﷺ کی رحلت کے بعد ایک گروہ واپس دور جاہلیت کی طرف چلا جائے گا چنانچہ فرماتا ہے: ﴿فان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم﴾<sup>(۹)</sup>۔

اس آیت مبارکہ کی روشنی میں پیغمبر اکرم ﷺ کو اسلامی معاشرہ کی آئینہ زندگی کے بارے میں سخت تشویش تھی۔ سقیفہ میں جو واقعہ پیش آیا اس کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات واضح ہو جائے گی اس روز کس طرح یہ راز روشن عیاں ہو گیا اور ایک بار پھر قبائلی تعصبات اور دور جاہلیت سے متعلق افکار و خیالات دونوں جانب سے تقاریر کے دوران اشارہ و کنایہ میں نمایاں ہو گئے۔

اس کے علاوہ قبائل میں سے بعض گروہ جو کچھ عرصہ قبل ہی مسلمان ہوئے تھے، رسول اکرم ﷺ کی خبر رحلت سنتے ہی مرتد ہو گئے اور اپنے آبا و اجداد کے دین کی طرف واپس چلے گئے اور مرکزی حکومت کی مخالفت شروع کر دی۔

دوسری طرف "مسیلہ"، "سجاج" اور "طلیحہ" نے بھی نجد و یمامہ کے علاقوں میں اپنی نبوت کا دعو اکمر کے دوسرا پرچم لہرایا اور کچھ لوگوں کو بھی اپنے گرد جمع بھی کر لیا۔

اگرچہ حضرت علیؑ حق بجانب تھے مگر اس وضع و کیفیت کو دیکھتے ہوئے کیا یہ زیبا تھا کہ اپنا پرچم لہرا کر انقلاب و قیام کا اعلان کر دیں؟ چنانچہ حضرت علیؑ نے اہالی مصر کو جو خط لکھا تھا اس میں آپ

نے اس نکتے کی جانب اشارہ فرمایا تھا... میں نے دیکھا ہے کہ لوگوں میں ایک گروہ دین اسلام سے برگشتہ ہو گیا ہے اور وہ اس فکر میں ہے کہ آئین محمدی ﷺ کو نیست و نابود کر دے، مجھے یہ خوف محسوس ہوا کہ اگر میں اسلام اور اہل اسلام کی مدد نہ کروں تو مجھے اس بات کے لئے بھی تیار رہنا چاہیے کہ اسلام کی تباہی کا منظر اپنے آنکھوں سے دیکھوں دنیا کی حکومت چند روزہ ہے جو سراب یا ابر کی طرح سرعت سے گزر جانے والی ہے۔ اسلام کی تباہی اس حکومت کے ترک کرنے سے زیادہ مجھ پر شاق و المناک گزرے گی

(۱۰)

### ۳۔ کینہ تو زدشمن

حضرت علیؑ کے مسلمانوں میں ہی بہت سے دشمن موجود تھے اور یہ وہ لوگ تھے جن میں سے کسی کا باپ کسی کا بھائی یا کوئی دوسرا قرابت دار جنگ کے دوران آپ کے ہاتھوں مارا گیا تھا اور یہ دشمنی و کینہ توزی ان کے دلوں میں اسی وقت سے چلی آرہی تھی۔

ایسے حالات میں جب کبھی حضرت علیؑ نے مسلح ہو کر قیام کیا اور اپنا حق طلب کرنے کی کوشش کی تو یہی دشمن فریب و نفاق کو ہوا دینے لگتے اور یہ کہتے پھرتے کہ علیؑ نے مسلمانوں کے درمیان رخنہ پیدا کر دیا ہے اور دین کے نام پر جنگ و پیکار بر اتر آئے۔ اگر حضرت علیؑ نے ان سے جنگ کی ہوتی تو اس کے یہ نتائج نکل سکتے تھے۔

ممكن تھا کہ جنگ کے ابتدائی چند لمحات میں ہی آپؑ کے بہت سے عزیز و ہمدرد تہ تیغ کئے جاتے اور پھر بھی حق حقدار کو نہ ملتا۔

جب آپ کے دوست خیر خواہ تہ تیغ کر دیئے جاتے تو مخالفین کا قتل ہونا بھی فطری امر تھا اور اس کا مجموعی نتیجہ یہ ہوتا کہ مرکز میں مسلمانوں کی طاقت رو بزوال ہونے لگتی۔

اور جب مرکزی طاقت کمزور ہونے لگتی تو وہ قبائل جو مرکز سے دور تھے اور جن کے دلوں میں دین اسلام نے پوری طرح رسوخ نہیں کیا تھا، مرتدین کی صفوں میں جا ملتے اور شاید ان کے طاقتور ہونے اور مرکز میں رہبر کی زبونی کے باعث اسلام کے چراغ کی روشنی ماند پڑنے لگتی۔

## بیعت کا انجام

اکثر مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت علی ؓ نے حضرت فاطمہ ؓ کی رحلت تک ابو بکر کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی۔<sup>(۱۱)</sup> حضرت فاطمہ (سلام علیہا) کی وفات کے بعد جب آپ ؓ نے لوگوں کی بے رخی اور مسلمانوں کی پریشان حالی کا مشاہدہ کیا تو آپ ؓ نے اسلام اور مسلمانوں کی خاطر خاموشی اختیار کرنے میں ہی مصلحت سمجھی مگر اس کے باوجود یہ تلخ واقعات آپ ؓ کے دل سے کبھی محو نہ ہو سکے اور ہمیشہ ان دنوں کو یاد کر کے شکوہ و شکایت کرتے تھے۔

چنانچہ خطبہ "شقیقہ" میں فرماتے ہیں: "فراست ان الصبر علی ہاتنا اجمی فصبرت وفی العین قذی وفی الملق شجا" (عقل اور اس فرض کے مطابق جس کا پورا کرنا مجھ پر واجب تھا) مجھ پر یہ بات واضح و روشن تھی کہ میرے لئے صبر و شکیبائی کے علاوہ کوئی چارہ نہیں لہذا میں نے صبر و تحمل سے کام لیا مگر اس طرح گویا میری آنکھ میں خار اور گلے میں ہڈی اٹک گئی ہو۔<sup>(۱۲)</sup>

## مسئلہ فدک

پیغمبر اکرم ؐ کی رحلت کو ابھی دس دن بھی نہ گزرے تھے کہ حضرت فاطمہ ؓ کو یہ خبر ملی کہ خلیفہ کے کارندوں نے ان کے کام کرنے والوں کو "فدک" سے باہر نکال دیا ہے اور اس کے تمام کاموں کو اپنے اختیار میں لے لیا ہے۔ بنت رسول خدا ؐ اس زمین کو حاصل کرنے کی غرض سے بنی ہاشم کی خواتین کے ہمراہ خلیفہ کے پاس گئیں اس وقت ابو بکر اور حضرت فاطمہ ؓ کی درمیان جو گفتگو ہوئی وہ ذیل میں درج ہے:

حضرت فاطمہ ؓ: تم نے میرے کارندوں کو "فدک" سے کیوں باہر نکالا اور مجھے میرے حق سے محروم کیا؟  
خلیفہ: میں نے آپ کے والد سے سنا ہے کہ پیغمبر کوئی چیز میراث میں نہیں چھوڑتے۔

حضرت فاطمہ ؑ: فدک کی زمین میرے والد نے اپنے زمانہ حیات میں مجھے بخش دی تھی اور اس وقت اس کی مالک میں ہی تھی۔

خلیفہ: آپ کے پاس اس دعوے کے ثبوت میں کیا شاہد و گواہ موجود ہیں؟

حضرت فاطمہ ؑ: ہاں میرے شاہد و گواہ علی ؑ اور ام ایمن ہیں چنانچہ ان حضرات نے حضرت زہرا ؑ کی درخواست پر یہ شہادت دی کہ آپ ؑ پیغمبر اکرم ﷺ کے زمانہ حیات میں اس کی مالک تھیں۔ <sup>(۱۴)</sup> بعض مورخین نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ حضرت امام حسن ؑ و حضرت امام حسین ؑ نے بھی گواہی دی۔ <sup>(۱۵)</sup>

فخر رازی نے یہ قول نقل کیا ہے کہ: پیغمبر اکرم ﷺ کے غلاموں میں سے ایک غلام نے بھی حضرت فاطمہ ؑ کے مالک ہونے کی گواہی دی بلاذری نے اس غلام کے نام کے تصریح بھی کی ہے اور لکھا ہے کہ اس کا نام "رباح" تھا۔ <sup>(۱۶)</sup> جب یہ گواہیاں گذر گئیں تو حضرت علی ؑ نے خلیفہ کو ان (ابوبکر) کی خطا کی طرف متوجہ کیا (کیونکہ خلیفہ نے گواہی اس شخص سے طلب کی تھی جس کے تصرف میں فدک تھا اور متصرف (قابض) سے گواہی مانگنا اسلامی میزان و عدل کے سراسر خلاف ہے) اور فرمایا کہ اگر میں اس مال کا دعویدار ہوں جو دوسرے کے قبضے میں ہے تو آپ گواہ کس سے طلب کریں گے مجھ سے کہ مدعی ہوں یا اس سے جس کے تصرف میں مال ہے؟

ابوبکر نے کہا کہ آپ گواہ پیش کریں اس پر حضرت علی ؑ نے فرمایا کہ فدک ہمارے تحت تصرف ہے اور اب دوسروں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ اموال عامہ ہیں ایسی صورت میں وہ گواہ پیش کریں ناکہ ہم <sup>(۱۷)</sup>

خلیفہ نے حضرت علی ؑ کی اس دلیل پر سکوت اختیار کیا اور حلبی کے قول کے مطابق انہوں نے بذریعہ تحریر اس بات کی تصدیق کی کہ فدک حضرت فاطمہ زہرا ؑ کی ملکیت ہے۔ لیکن عین اسی وقت عمر وہاں پہنچ گئے اور دریافت کیا کہ یہ کیسا مکتوب ہے؟ اس پر ابوبکر نے کہا کہ میں نے اس ورق

پر تصدیق حق مالکیت حضرت فاطمہ علیہا السلام کی ہے عمر نے کہا کہ فدک سے جو آمدنی ہوگی اس کی تو آپ کو ضرورت ہے کیونکہ عرب مشرکین نے اگر کل کہیں مسلمانوں کے خلاف بغاوت کردی تو آپ جنگ کے اخراجات کہاں سے مہیا کریں گے۔ چنانچہ اس نے ابوبکر سے ورق لیا اور چاک کر دیا۔<sup>(۱۸)</sup>

### فدک پر قابض ہونے کے محرکات

خلیفہ کی جانب سے فدک پر قابض ہونے کے جو مختلف محرکات تھے ان کی کیفیت ذیل میں درج ہے:

#### ۱۔ مخالفین کو اپنے جانب متوجہ کرنا

خلیفہ وقت نے اس بات کو بخوبی سمجھ لیا تھا کہ وہ عوام پر اس وقت تک اپنی فرمانروائی قائم نہیں کر سکتے تا وقتی کہ وہ اپنے مخالفین کو اپنا ہمنوا و ہمنیال نہ بنا لیں اور مختلف طریقوں سے جب تک ان کے افکار و قلوب کو اپنی جانب متوجہ نہ کریں گے ان دستوں پر حکمرانی کرتے رہنا ان کے لئے مشکل ہوگا۔

با اثر افراد اشخاص میں سے ایک ابوسفیان کہ جس کے اعتقاد کو بدلا جاسکتا تھا کیونکہ سقیفہ کا واقعہ جب پیش آیا تو اس نے حضرت علی علیہ السلام کے سامنے بیعت لینے کی تجویز پیش کی تھی نیز مسلح ہو کر قیام کرنے کو دعوت دی تھی اور (بنی ہاشم سے خطاب کرتے ہوئے) کہا تھا کہ آپ لوگ اٹھیں اور زمام امور اپنے ہاتھ میں لیں تو میں مدینہ کو سوار و پیادہ فوج سے بھر دوں گا۔<sup>(۱۹)</sup> لیکن یہ شور و غل ابتدائی چند روز تک برقرار رہا اس کے بعد ختم ہو گیا۔

خلیفہ وقت نے ابوسفیان کی خوشنودی حاصل کرنے کی غرض سے وہ دولت جو بیت المال و زکات کے نام پر جمع کر کے لائے تھے، اسے بخش دی اس کے علاوہ اس کے لڑکے یزید کا بھی

انہوں نے سپاہ اسلام کے فرماندار کی حیثیت سے شام کے علاقے فتح کرنے کے لئے انتخاب کیا اور بالآخر اسے عالم اسلام کے شاداب ترین علاقے یعنی شام کا فرمانروا مقرر کر دیا جس وقت یہ خبر ابوسفیان کو پہنچی اس نے کہا ابو بکر نے صلہ رحم کیا ہے۔<sup>(۲۰)</sup> جن افراد کی خوشنودی حاصل کرنا خلیفہ کیلئے ضروری تھی وہ بہت سے افراد تھے۔ اور بہت سے افراد مہاجرین اور انصار میں سے ایسے تھے جو سقیفہ میں موجود نہیں تھے یا بعد میں جنہوں نے مجبوراً خلیفہ کی بیعت کی تھی ان کا شمار بھی اس زمرے میں تھا۔ اس کے علاوہ خزرجی قبیلے کے لوگوں نے چونکہ پہلے دن بیعت نہیں کی تھی ان کی دلجوئی بھی خلیفہ کے لئے ضروری تھی یہی نہیں بلکہ انصار کی خواتین بھی خلیفہ کے عطیات سے بے بہرہ نہ رہیں۔<sup>(۲۱)</sup>

## ۲۔ جمع و خرچ کی مد میں کمی

پیغمبر اکرم ﷺ کے پاس جو کچھ اثاثہ و سرمایہ تھا اسے آپ نے رحلت سے قبل تقسیم کر دیا اور رحلت کے بعد آپ کے جو بھی نمایندگان مدینے پہنچے وہ بھی اس شہر میں مختصر پونجی لے کر داخل ہوئے مگر یہ قلیل آمدنی نئی قائم شدہ حکومت کی نظر میں کافی نہ تھی بالخصوص ان حالات میں جب کہ اطراف کے قبائل نے مخالفت کا پرچم لہرایا تھا اور مرکزی حکومت کو زکات دینے میں پس و پیش کر رہے تھے۔

## ۳۔ علیؑ کی اقتصادی قوت کے باعث خطرے کا احتمال

قیادت و رہبری کی جو شرائط ہو سکتی ہیں وہ سب حضرت علیؑ میں موجود تھیں اور مالی اعتبار سے بھی اگر آپ کی حالت قوی ہوتی تو فطری طور پر ضرورت مند افراد آپ کے گرد جمع ہونے لگتے چنانچہ ممکن تھا کہ افراد کا یہ اجتماع خلافت کی مشینری کے لئے کوئی مسئلہ پیدا کر دیتا۔

## مخالفین کی سرکوبی

اپنی خلافت کے ابتدائی دنوں میں ابوبکر کے سامنے جو مشکلات آئیں ان میں سے ایک یہ تھی کہ بعض مسلمان مرتد ہو گئے تھے ان کا مقابلہ کرنے کی غرض سے خلیفہ نے جنگ کا حکم دیا اور ان سے جنگ کرنے کے لئے سپاہی روانہ کیئے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ لوگ جو ابوبکر کے دور خلافت میں "اہل ردہ" کے نام سے مشہور ہوئے تھے کیا واقعی وہ اسلام سے برگشتہ ہو گئے تھے یا محض اس لئے کہ انہوں نے حکومت وقت کے سامنے چونکہ اپنا سر خم نہیں کیا تھا اس لئے انہیں مرتد کہہ کر بدنام کر دیا گیا در حالیکہ وہ اصلی و حقیقی اسلام پر کار بند تھے؟

اس سوال کی وضاحت کے لئے یہ بتانا ضروری ہے کہ: لفظ ارتداد کا مادہ "رد" ہے اور اس کے معنی ہیں واپس ہو جانا عرف عام اور مسلم فقہاء کی اصطلاح میں اس کے معنی دین سے پھر جانا ہے اور یہ ضروری نہیں کہ لفظ دین اس کے ساتھ استعمال ہو۔ اب بھی رد اور ارتداد کے معانی دین سے پھر جانا کے ہے۔

پیغمبر اکرم ﷺ کی جان سوز خبر رحلت جب پھیلی تو بعض وہ لوگ جو کچھ عرصہ قبل ہی مسلمان ہوئے تھے اور دور دراز مقامات پر آباد تھے تردد میں مبتلا ہو کر دین سے برگشتہ ہو گئے اور بالخصوص اس وقت جبکہ مشرکین میں ہمت و حوصلہ پیدا ہونے لگا تھا اور وہ اسلام کے خلاف برسر پیکار ہونے کے لئے زیادہ سنجیدگی سے سوچنے لگے تھے۔

لیکن اطراف و جوانب کی باقی مسلمانوں کی نگاہیں مرکز پر لگی ہوئی تھیں اور وہ اس بات کا انتظار کر رہے تھے کہ دیکھیں جانشینی کا مسئلہ کہاں جا کر ختم ہوتا ہے چنانچہ جب انہیں اس واقعے کی اطلاع ملی کہ بعض افراد نے سقیفہ بنی ساعدہ میں ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کر لی مگر بعض قبائل کے لوگوں نے جن میں بنی ہاشم اور ان کے سربراہ حضرت علیؑ چند صحابہ رسول مقبول ﷺ اور قبیلہ خزرج کے سردار (سعد بن عبادہ) نے بیعت کرنے سے انکار کر دیا ہے۔

مدینہ میں مسئلہ خلافت پر جو کشمکش ہوئی اس کے باعث کچھ عرب قبائل سقیفہ میں ابو بکر کے ہاتھ پر کی جانے والی بیعت کی مخالفت پر اتر آئے اور انہیں حکومت وقت کو زکات ادا کرنے میں تامل ہوا (کیونکہ زکات اس شخص کو دی جاسکتی تھی جسے متفقہ طور پر خلیفہ وقت تسلیم کر لیا گیا ہو) جس کا سبب قانون زکات سے منکر ہونا نہ تھا کیونکہ اس کی ادائیگی کو وہ جزو دین سمجھتے تھے بلکہ اس کا اصل سبب یہ تھا کہ حکومت جیسے شاندار منصب کے لئے اس شخص کو جو پیغمبر اکرم ﷺ کا جانشین کہلائے جانے کا بھی مستحق نہیں تھا، اسے متفقہ طور پر تسلیم نہیں کیا گیا تھا۔

ابو بکر نے خالد بن ولید کی سرکردگی میں چند سپاہی زکات وصول کرنے کی غرض سے روانہ کئے اور یہ ہدایت دی کہ اگر لوگ زکات نہ دیں تو ان سے جنگ کی جائے۔ ابن ماجہ کے علاوہ اہل سنت کے دیگر تمام محدثین نے ابو بکر سے نقل کیا ہے کہ عمر نے اس مسئلہ پر ابو بکر سے اختلاف کیا اور کہا کہ آپ کیوں بے سبب لوگوں کا خون بہانے پر تلے ہوئے ہیں درحالیکہ پیغمبر اکرم ﷺ نے تو یہ فرمایا ہے کہ میں اس کام کے لئے مامور کیا گیا ہوں کہ لوگوں سے اس وقت تک جنگ کرتا رہوں جب تک وہ شہادین نہ کہہ لیں، مگر اس کے بعد ان کا خون نیز ان کا مال قابل احترام ہے۔ اس پر ابو بکر نے فرمایا قسم ہے خدا کی کہ اگر لوگ پیغمبر اکرم ﷺ کو زکات میں خواہ اونٹ کی رسی ہی دیتے تھے مگر مجھے نہ دیں گے اور نماز و زکات کے درمیان تفرقہ ڈالیں گے تو میں ان سے جنگ کروں گا۔ یہ سن کر عمر نے کہا کہ میں نے دیکھا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے ابو بکر کا سینہ قتال (جنگ و پیکار) کے لئے فراخ کر دیا ہے اور میں نے جان لیا ہے کہ وہ حق بجانب ہے۔ (۲۲)

جامعۃ الازہر کے استاد دانشکدہ ادبیات عالم تبصر حسن (۲۳) ابراہیم حسن فرماتے ہیں کہ ابو بکر جن لوگوں سے اس بنا پر جنگ کر رہے تھے کہ وہ مرتد ہو گئے تھے درحقیقت ان میں سے کوئی بھی مرتد نہیں ہوا تھا وہ لوگ دین اسلام سے نہیں پھرے تھے بلکہ حکومت سے ان کے اختلاف کا سبب کچھ اور تھا۔ (۲۴)

اس کے بعد ابو بکر کی ان لوگوں سے جنگ کے محرک کے متعلق لکھتے ہیں خلیفہ نے مرتدین

کیلئے سزا معین کی اور انہیں قتل کر دیا یہ ایک سیاسی حکم تھا اس وقت اس کا جاری کرنا حکومت کیلئے ان کے اسلام لانے سے بہتر تھا۔

### شورشوں کا دبا جانا

پیغمبر اکرم ﷺ نے اپنی زندگی کے آخری دنوں میں اسامہ کے ہمراہ لشکر روانہ کرنے کی ہر ممکن کوشش کی مگر اس خدمت کو ابو بکر نے انجام نہ دیا اس لشکر کے روانہ کئے جانے کے بعد خلیفہ وقت اور ان کے ہم نوا افراد نے کوشش کی کہ جتنی بھی شورشیں اس وقت ابھری تھیں یکے بعد دیگرے دبا دی جائیں۔

طلیحہ اسحاق، مسیلہ اور ایاس بن عبداللہ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے یا کسی گوشے میں پیغمبر کا دعوا کیا یا سرکشی کی، قتل کر دیئے گئے یا انہوں نے فرار کی راہ اختیار کی۔ جنوب اور مشرق میں آباد قبائل اور وہاں کے شہروں میں آباد لوگ دوبارہ مدینہ کے مطیع و فرمانبردار ہو گئے کیونکہ انہوں نے اس بات کو سمجھ لیا تھا کہ خانہ جنگی سے کوئی فائدہ نہیں بلکہ مصلحت اس میں ہے کہ مرکزی حکومت کی اطاعت قبول کر لیں۔

### حضرت فاطمہ ؑ کی وفات

جس سال رسول ﷺ کا انتقال ہوا اسی سال آپ کی اکلوتی بیٹی فاطمہ زہرا ؑ نے بھی وفات پائی باپ کی موت اور مختصر مدت کے بعد جو سانحات پیش آئے انہوں نے فاطمہ زہرا ؑ کے جسم و روح کو غمگین بنا دیا۔

حضرت زہرا ؑ کے دل و دماغ پر ان واقعات کا ایسا گہرا اثر ہوا کہ آپ کے فرمانے کے بموجب اگر یہ مصائب و آلام دنوں پر پڑتے تو رات کی تاریکی میں تبدیل ہو جاتے۔<sup>(۲۵)</sup> ان

صدمات کی تاب نہ لا کر صاحب فراش ہو گئیں، وہ لوگ جو پیغمبر اکرم ﷺ کی خاطر جان بکف رہا کرتے تھے اور ان کے پاس جو کچھ تھا وہ آپ کے والد محترم ﷺ کے وجود کی برکت سے ہی تھا اب ایسے پھرے کہ ان میں سے چند ہی آپ کی عیادت کو آئے۔

جناب صدوق اس ضمن میں فرماتے ہیں: مہاجر و انصار کی کچھ خواتین آپ کی عیادت کے لئے گئیں آپ نے اس وقت کو غنیمت جانا اور اس موقع پر جو خطبہ ارشاد فرمایا اس کے بعض اہم اقتباسات یہاں کئے جاتے ہیں:

افسوس تمہارے مردوں نے خلافت کو رسالت کی پائیگاہ، نبوت کی اقامت گاہ اور منزل وحی سے الگ کر دیا اور دنیا و دین کے ماہروں سے زمام خلافت چھین لیں یقیناً اس میں انکا سراسر نقصان ہے انہیں ابوالحسن علیؑ سے کیا عداوت تھی۔

جی ہاں: انہیں علیؑ کی راہ خدا میں برہنہ شمشیر، دلیری اور شجاعت کا خوف تھا۔

قسم خدا کی اگر خلافت کو علیؑ کے ہاتھ سے نہ لیا ہوتا تو ان کے امور و مسائل کو حل کرنے میں وہ علیؑ خود حصہ لیتے اور انتہائی رضا و رغبت سے شادمانی و کامرانی کی جانب انہیں ہدایت کرتے، تشنگان عدل و انصاف آپ کے چشمہ داد و عدالت سے سیراب ہوتے محروم و لاچار لوگ ان کی پناہ صولت میں دلیر و شیردل ہو جاتے۔ (۲۶)

بنت رسول اکرم ﷺ جب تک علالت کے باعث صاحب فراش رہیں (۲۷) کسی شخص نے آپ کے چہرے پر شادابی اور مسکراہٹ نہ دکھی آپ ہفتے میں دو مرتبہ (پیر اور جمعرات) شہداء کے مزارات پر جاتیں اور ان کے لئے دعائے خیر فرماتیں۔ (۲۸)

اور بالاخر ہجرت کے گیارہویں سال میں بتاریخ سوم جمادی الآخر اٹھارہ سال کی عمر میں آپ نے اس جہان فانی سے کنارہ کر لیا اور اپنے والد بزرگوار کے پاس پہنچ گئیں۔ (۲۹)

حضرت علیؑ نے دختر رسول ﷺ کو غسل دیا نیز آپ کی وصیت کے مطابق خواص کے علاوہ دیگر افراد کی غیر موجودگی میں نماز جنازہ ادا کی اور راتوں رات آپ کے جسد مطہر کو سپرد خاک کر کے

قبر کے نشان کو محو کر دیا اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے مزار میں غمبیر ﷺ کی جانب رخ کیا اور فرمایا:  
یا رسول اللہ ﷺ میری اور اپنی دختر کی جانب سے جواب آپ کے جواریں پہنچ گئی ہیں اور بہت جلد آپ سے جا ملی ہیں  
سلام قبول فرمائیے اور یا رسول اللہ ﷺ آپ کی برگزیدہ و پاک دختر کی جدائی کے باعث میرا ایمانہ صبر لبریز ہو چکا ہے اور اب مجھ  
میں غم برداشت کرنے کی تاب نہیں ...  
آپ کے پیاری بیٹی جلد ہی آپ کو مطلع کر دیں گی کہ آپ کی امت نے ان پر ستم روا رکھنے کی غرض سے کیا کیا باہمی سازشیں نہ  
کیں ان پر جو کچھ گذری انہی کی زبانی سنئیے اور یہ وقت کس طرح گذرا اس کی کیفیت انہی سے دریافت فرمائیے اگرچہ آپ کی رحلت  
و زمانہ حیات کے درمیان کافی عرصہ نہیں گذرا ہے اور آپ کی یاد دلوں سے بھی محو نہیں ہوئی ہے۔ (۳۰)

## سوالات

- ۱\_ حضرت علی ؓ کے گھر میں کن لوگوں نے پناہ لی اور کیوں؟
- ۲\_ واقعہ سقیفہ کے بعد حضرت علی ؓ کا کیا موقف رہا؟ اس حساس کیفیت کی وضاحت کیجئے؟
- ۳\_ حضرت علی ؓ کے اقوال کی روشنی میں کنارہ کشی کے اسباب بیان کیجئے؟
- ۳\_ حضرت علی ؓ نے خلیفہ وقت سے کس وقت مصالحت کی تھی؟
- ۵\_ فدک کہاں واقع ہے یہ مسلمانوں کے ہاتھ کس طرح آیا اور رسول اکرم ﷺ نے اپنے زمانہ حیات میں کسے بخشا؟
- ۶\_ فدک پر قابض ہونے کے محرکات بیان کیجئے؟
- ۷\_ ابوبکر کی حکومت کے مقابل اہل "ردہ" کا کیا رد عمل رہا کیا وہ سب مرتد ہو گئے تھے؟
- ۸\_ مرتدین کے ساتھ جنگ کرنے میں ابوبکر کے پیش نظر کیا محرکات تھے اس بارے میں خلیفہ ثانی کا بھی نظریہ پیش کیجئے؟
- ۹\_ حضرت فاطمہ زہرا ؓ کی وفات کس سنہ میں واقع ہوئی رحلت کے وقت آپ کی کیا عمر تھی آپ کی تکفین و تدفین کی رسومات کس طرح ادا کی گئیں؟

## حوالہ جات

۱۔ جن حضرات کے نام دیئے گئے ہیں ان میں زبیر، عباس بن ابی لہب، سلمان، ابوذر، مقداد، عمار، براء، ابی بن کعب، سعد بن ابی وقاص اور طلحہ شامل ہیں لیکن الفصول المہمہ میں ان افراد کے علاوہ دیگر حضرات کے نام بھی درج ہیں۔

۲۔ الامامة والسيلة ج ۱ / ۲۰۔

۳۔ الامامة والسيلة ج ۱ / ۱۹۔

۳۔ الشيعة والى كمون / ۱۸۔

۵۔ لو وجدت اربعين ذوبى عذم منهم لنا هضت القوم شرح ابن ابى الحديد ج ۲ / ۲۴ و ۲۲

۶۔ نهج البلاغه (صبحی صالح) خلبہ " فنظرت فاذا ليس معين الا اهل بيتي فضنت بهم عن الموت۔

۷۔ اس جماعت نے رسول ﷺ کی وفات کے بعد اسلام کی مرکزی حکومت کے خلاف بغاوت شروع کر دی اور ایک مدت اس کے حملے جاری رہے۔

۸۔ نهج البلاغه خطبہ ج " شقوا امواج الفتن بسفن النجاة ، عرجوا عن طريق المناصرة وضعوا بتيجان المفاخرة اندمجت على مكنون علم لوبحت به لاضطربتم الاشية فى الطوى البيصره "۔

۹۔ "وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افان مات او قتل انقلبتم على اعقابكم ومن ينقلب على عقبيه فلن يضر الله شيئا وسيجزي الله الشاكرين" (محمد اس کے سوا کچھ نہیں کہ بس ایک رسول نہیں ان سے پہلے اور رسول بھی گذر چکے ہیں کیا اگر وہ مر جائیں یا قتل کر دیئے جائیں تو تم لوگ الٹے پاؤں پھر جاؤں گے؟ یاد رکھو جو الٹا پھرے گا وہ اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا البتہ جو اللہ کے شکر گزار بندے بن کر رہیں گے انہیں وہ اس کی جزا دے گا) آل عمران آیہ ۱۳۳۔

۱۰۔ نهج البلاغه خط ۶۲۔

"فامسكت يدي حتى رايت راجعة الناس قد رجعت عن الاسلام يدعون الى محق دين محمد ﷺ فخشيت ان لم انصر الاسلام واهله ان ارى فيه ثلما اوهدما تكون المصيبة به على اعظم من فوت ولايتكم التى هبى متاع ايام قلائل يزول منها ما كان كما يزول السراب او كما يتقشع السحاب "۔

۱۱۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو اسد الغابہ ج ۳ / ۲۲۲ تاریخ یعقوبی ۲ / ۱۲۶ استیعاب ج ۲ / ۲۳۳ التنبیہ والاشراف / ۲۵۰ اور الامتہ والسیامتہ ج ۱ / ۲۰۔

۱۲۔ نہج البلاغہ خطبہ ۳، یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ حضرت علی ؓ کی مصالحت اور اجتماع میں شرکت اسی حد تک تھی کہ جتنی اسلام و مسلمین کی حفاظت کا تقاضا تھا۔

۱۳۔ فدک خیر کے نزدیک مدینہ سے ۱۳۰ کلومیٹر کے فاصلے پر سرسبز و زرخیز زمین تھی فتح خیر کے بعد رسول اکرم ؐ نے ایک وفد "فدک" کے سرداروں کے پاس بھیجا اور بحث و گفتگو کے بعد وہاں کے رہنے والوں نے یہ عہد کیا کہ ہر سال خیر کی جتنی پیداوار ہوگی اس کا نصف حصہ وہ پیغمبر اکرم ؐ کی خدمت میں بھیج دیا کریں گے اور اس کے عوض حکومت کی جانب سے ان کی حفاظت کی جائے گی۔ اسلامی نظریے کے مطابق وہ زمین جو بغیر جنگ کے مسلمانوں کو حاصل ہوتی ہے وہ خالص پیغمبر اکرم ؐ و امام ؑ کا حصہ ہے اس مسئلے کی رو سے "فدک" صرف رسول اکرم ؐ کا حق تھا چنانچہ رسول اکرم ؐ نے بھی شیعہ محدثین و مفسرین نیز بعض سنی مفکرین کے قول کے مطابق جس وقت آیت ذالقرنیٰ حقہ... (سورہ اسراء آیت ۲۶) نازل ہوئی تو آپ نے اپنی دختر حضرت فاطمہ ؑ کو بلایا اور "فدک" انہیں دیدیا (کشف الغمہ ج ۱ / ۲۷۶)۔

۱۳۔ احتجاج طبری ج ۱ / ۱۳۱۔

۱۵۔ مروج الذهب ج ۳ / ۲۳۷۔

۱۶۔ فتوح البلدان ۳۳ شیعہ احادیث میں مذکورہ بالا شواہد کے علاوہ اسماء بنت عمیس کا نام بھی شاہد کی حیثیت سے آیا ہے۔

۱۷۔ احتجاج طبری ج ۱ / ۱۲۲۔

۱۸۔ اعیان الشیعہ (دس جلدی) ج ۱ / ۳۱۸ منقول از سیرہ حلبی۔

۱۹۔ کامل ابن اثیر ج ۲ / ۳۲۶ شرح ابن ابی الحدید ج ۲ / ۳۵۔

۲۰۔ تاریخ طبری ج ۳ / ۲۰۲۔

۲۱۔ زید بن ثابت کچھ رقم لے کر بنی عدی کی ایک خاتون کے پاس پہنچے اور کہا کہ یہ وہ رقم ہے جو خلیفہ نے عورتوں کے درمیان

تقسیم کی ہے اور یہ تمہارا حصہ ہے اس نیک خاتون نے اپنی ذہانت کے باعث اس رقم کو قبول

کرنے سے انکار کیا اور کہا کیا میرا دین خریدنے کے لئے مجھے یہ رشوت دی جا رہی ہے۔ (شرح ابن ابی الحدید ج ۲/۵۳، طبقات ابن سعد ج ۳/۱۸۲)۔

۲۲۔ البدایہ والنہایہ ج ۶/۳۱۱ قال عمر هو الما ان رایت اللہ قد شرح صدر ابی بکر للقتال فعرفت انه الحق "لیکن صحیح بخاری ج ۴/۱۵۱ میں عمر کا جملہ اس طرح نقل کیا ہے فوالہ ما هو الا ان قد شرح اللہ صدر ابی بکر فعرفت انه الحق"۔

۲۳۔ تاریخ اسلام ج ۱/۳۵۱۔

۲۳۔ تاریخ اسلام ج ۱/۳۵۲۔

۲۵۔ صبت علی مصائب لو انہا صبت علی الایام صرن لیا لیا

۲۶۔ احتجاج طبرسی ج ۱/۱۳۹، شرح ابن ابی الحدید ج ۱۶/۲۳۳، بلاغات النساء ۱۹/ اور دلائل الامامہ طبری ۳۹/۔

۲۷۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کتنے عرصے تک علیل رہیں اس کے بارے میں اختلاف ہے ابن شہر آشوب نے مناقب میں بیان کیا ہے کہ آپ چالیس دن تک مریض رہیں اور اسی مرضی کے باعث آپ کی وفات واقع ہوئی حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ پندرہ تک علیل رہیں اور اس کے بعد آپ کی رحلت ہوئی۔ (اعیان الشیعہ ج ۱/۳۱۹)۔

۲۸۔ اعیان الشیعہ ج ۱/۳۱۹۔

۲۹۔ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی تاریخ وفات اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد آپ کی مدت عمر کے بارے میں اختلاف ہے کتاب کے متن میں جو بات درج کی گئی ہے وہ اقوال مشہور کے مطابق ہے مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت فاطمہ (س) رحلت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کم از کم چالیس دن اور زیادہ سے زیادہ آٹھ ماہ اس جہان فانی میں تشریف فرما رہیں مذکورہ بالا دونوں اقوال کے علاوہ مختلف روایات میں دو ماہ سے پچھتر دن تین ماہ اور چھ ماہ عرصہ بھی نقل کیا گیا ہے۔

۳۰۔ نہج البلاغہ (صحبی صالح) خ ۲۰۲۔

چوتھا سبق

رسول اکرم ﷺ کی رحلت سے خلافت ظاہری تک ۳

سرزمین شام و عراق کی فتح

خلیفہ وقت کی قرآن و سنت سے واقفیت

حضرت علی ؑ، اور ابوبکر کی علمی و سیاسی مشکلات

جانشینی کا تعین

قلم و اسلام کی وسعت

فتوحات کی خوشخبریوں کے اثرات

حضرت علی ؑ کے ساتھ خلیفہ ثانی کے سیاسی و علمی مشورے

بنی ہاشم کی گوشہ نشینی

احادیث نبوی کی حفاظت و کتابت پر پابندی

بیت المال کی تقسیم میں خلیفہ کا رویہ

خلیفہ دوم کا قتل

کونسی شوری؟

مذکورہ شوری کے بارے میں علی ؑ کا رویہ

حضرت علی ؑ کی شرکت اور اس کی وجہ

عثمان کی خلافت  
مسلمانوں کا بیت المال  
حضرت علی ؓ کے پند و نصائح  
خلیفہ سوم کا قتل  
حضرت علی ؓ کی نظر میں عثمان کا قتل  
پچیس سالہ حکومت خلفاء کے دوران علی ؓ کے کارنامے  
سوالات  
حوالہ جات

## سرزمین شام و عراق کی فتح

داخلی جنگوں کی آگ جب خاموش ہو گئی تو خلیفہ وقت نے دو اہم لشکر تیار کیئے ان میں سے ایک لشکر خالد کے زیر فرمان عراق کی جانب روانہ کیا جس پر اس وقت ساسانی حکومت کا اثر و غلبہ تھا اور دوسرا لشکر ابو عبیدہ کی سرکردگی میں شام کی سمت مشرقی روم کی جانب روانہ کیا۔

خالد سب سے پہلے "حیرہ" کی طرف متوجہ ہوا لیکن وہاں کے حاکم نے صلح و امن کا طریقہ اختیار کیا اور نوے ہزار درہم ادا کر کے اپنے ملک کے تابع سرزمین کو مسلمین کی درازدستی سے بچا لیا حیرہ کے بعد "آبلہ" "عین التمر" اور "انبار" جیسے شہر جنگ یا معاہدہ صلح کے ذریعے تابع و مطیع کئے گئے۔

عراق کی جانب جب لشکر روانہ کیا گیا تھا تو وہ کامیابی سے ہمکنار ہوا مگر جو لشکر رومی شاہشاہیت کے متصرفات کو فتح کرنے کی غرض سے بھیجا گیا تھا اس کے بارے میں احتمال تھا کہ کہیں شکست سے دوچار نہ ہو اس خدشے کے پیش نظر ابو بکر نے خالد کو عراق سے واپس بلا لیا اور مسلمانوں کی مدد کے لئے انھیں شام کی جانب جانے پر مقرر کیا خالد کے چلے جانے کے بعد قبیلہ بکر کے سردار شنی نے لشکر عراق کے مانداری کی ذمہ داری قبول کی اور حیرہ سے بابل (یہ شہر موجودہ حلب کے نزدیک واقع تھا) کی جانب روانہ ہوئے خالد جب اپنا مختصر لشکر اسلام لے کر "یرموک" پہنچے تو لشکر اسلام کو اس سے بہت فرحت حاصل ہوئی اور بے مثال بہادری و دلیری سے جنگ کر

کے انہوں نے سپاہ روم کو شکست دی چنانچہ انھوں نے پسپا ہو کر دمشق میں پناہ لی۔

### خلیفہ وقت کی قرآن و سنت سے واقفیت

ابوبکر اگرچہ مسند خلافت پر مستمکن ہو گئے لیکن مہاجر و انصار کی نظروں میں ان کا شمار افضل و اعلیٰ دانشور صحابہ رسول میں نہیں ہوتا تھا مثلاً تفسیر قرآن مجید کے وہ قابل اعتناء توجہ مطالب بیان نہیں کر سکتے تھے چنانچہ جلال الدین سیوطی جیسا تتبع مفسر دس سے زیادہ تفسیر و مطالب تفسیر ان سے نقل نہیں کر سکا ہے جبکہ وہی مفسر حضرت علی ؓ کے بارے میں لکھتا ہے کہ علم تفسیر میں آپ کی بہت سے روایات بیان کی گئی ہیں۔<sup>(۵)</sup>

جنبلی مسلک کے پیشوا امام احمد بن حنبل کو دس لاکھ احادیث یاد تھیں "<sup>(۶)</sup> مسند" میں انہوں نے پچاس ہزار سات سو احادیث نقل کی ہیں اور جو احادیث انہوں نے ابوبکر کے واسطے سے نقل کی ہیں ان کی تعداد اسی (۸۰) سے کم ہی ہے<sup>(۷)</sup> ابن کثیر نے بہت زیادہ تلاش و جستجو کے بعد ابوبکر سے منقول بہتر (۷۲) احادیث جمع کی ہیں اور انہیں "مجموعہ مسند صدیق" کا نام دیا ہے جلال الدین سیوطی کی علم تفسیر و احادیث پر کافی دسترس تھی اس نے مجموعہ ابن کثیر کا سند کے اعتبار سے جائزہ لیا ہے اور ان کی تعداد کو اس نے ایک سو چار تک پہنچا دیا ہے<sup>(۸)</sup>

### حضرت علی ؓ اور ابوبکر کی علمی و سیاسی مشکلات

اوپر جو بیان کیا گیا ہے اس کے پیش نظر ابوبکر کے لئے علمی ہی نہیں بلکہ سیاسی مشکلات میں بھی اس کے سوا چارہ نہ تھا کہ ضرورت کے وقت حضرت علی ؓ سے رجوع کریں اور آپ سے مدد چاہیں اور یہ بات اس امر کی واضح دلیل ہے کہ حضرت علی ؓ کتاب خدا، حدیث رسول ﷺ اور اسلام

کے سیاسی مصالح کے بارے میں سب سے زیادہ باخبر، ذی ہوش شخص تھے مثال کے طور پر ہم یہاں دو واقعے بیان کر رہے ہیں۔

اہل روم سے جنگ کرنے کے بارے میں رسول خدا ﷺ کا خود فرمان تھا اسے نافذ کرنے میں ابوبکر کو تردد تھا اس سلسلے میں انہوں نے بعض صحابہ رسول ﷺ سے مشورہ بھی کیا چنانچہ ہر شخص نے اس سے متعلق اپنی رائے کا اظہار کیا بالآخر انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا اور رائے جاننا چاہی آپ نے پیغمبر خدا ﷺ کے حکم کو نافذ کئے جانے کی ترغیب دلائی اور مزید فرمایا "ان فعلت ظفرت" یعنی اگر آپ یہ اقدام کریں گے تو کامیاب ہوں گے خلیفہ نے بھی آپ کے کہنے پر عمل کیا۔<sup>(۹)</sup>

۲۔ ایک شخص نے شراب پی رکھی تھی نشہ کی حالت میں اسے خلیفہ کے روبرو لایا گیا اس شخص نے کہا مجھے علم نہ تھا کہ شراب پینا حرام قرار دیا گیا ہے کیونکہ اب تک میں نے اس ماحول میں پرورش پائی ہے جہاں شراب کو حلال سمجھا جاتا ہے خلیفہ کی سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا کریں چنانچہ انہوں نے ایک شخص کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں روانہ کیا اور کہا کہ اس مشکل کو حل فرمائیں۔<sup>(۱۰)</sup>

### جانشینی کا تعین

عمر نے ابوبکر کو خلیفہ بنانے کے لئے بہت زیادہ سعی و کوشش کی جس کا مقصد یہ تھا کہ خلیفہ اول کے بعد خلافت ان کو ملے، ابوبکر نے بھی ان کی مرضی کے خلاف کوئی اقدام نہ کیا۔ جس وقت بستر علالت پر وہ تھے تو انہوں نے عثمان کو بلایا اور کہا لکھو:

یہ عہد نامہ ابوبکر جانشین رسول خدا ﷺ کا مسلمانوں کے لئے ہے... بات یہیں تک پہنچی کہ ابوبکر پر غشی طاری ہو گئی عثمان کو یہ گمان گذرا کہ شاید خلیفہ گذر گئے ہیں چنانچہ انہوں نے اس عہد نامے کی اس طرح تکمیل کی۔ ابوبکر نے اپنے بعد عمر بن خطاب کو اپنا جانشین مقرر کیا ہے۔ اسی اثناء میں ابوبکر کو ہوش آگیا اور جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ عثمان نے کیا لکھا ہے تو انہوں نے کہا "تم نے"

ٹھیک لکھا ہے اس معاملے میں میری اور تمہاری ایک ہی رائے ہے۔<sup>(۱۱)</sup>  
حضرت علیؑ نے نہج البلاغہ میں ابو بکر کے اس اقدام پر سخت تنقید کی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں "عجیب بات ہے کہ وہ شخص جو زندگی میں لوگوں سے کہا کرتا تھا کہ وہ میرا عذر قبول کریں اور (علیؑ) کے ہوتے ہوئے اس کو خلافت سے معذور رکھیں خود مرتے وقت خلافت (کی دہن) کا پلا دوسرے سے باندھ گیا۔"<sup>(۱۲)</sup>

### قلمرو اسلام کی وسعت

عمر کے دور خلافت میں مسلمانوں کو بہت سی فتوحات نصیب ہوئیں اور ایران و روم جیسی دو عظیم شہانشاہی حکومتوں کے دروازے ان پر کھل گئے۔

عراق میں مسلمانوں نے جس تیزی سے پیشرفت کی اس کے باعث انہیں یہ امید نظر آنے لگی کہ ساسانی حکومت کے اصل سرزمین پر بھی وہ حملہ کر سکیں گے چنانچہ عمر نے ابو عبیدہ کو ایران کی فتح کے لئے فرماندار مقرر کیا اور شنی چونکہ عراق میں مقیم تھے انہیں حکم دیا کہ وہ اپنے لشکر کے ساتھ ابو عبیدہ کی اطاعت و پیروی کریں۔

ایران کے بادشاہ "یزدگرد سوم" نے اپنے سرداروں کو کثیر طاقت جمع کرنے کے بعد حکم دیا کہ وہ مسلمانوں کی پیشرفت کو روکیں اگرچہ اس کے سردار ہر چند لایق و جنگجو تھے مگر وہ سب ایک دوسرے کے بعد یا تو قتل ہوئے یا انہوں نے لشکر اسلام سے صلح کر لی۔ ایرانی سرداروں میں بہمن جادویہ ہی ایسا سردار تھا جو مطیع و فرمانبردار نہ ہو چونکہ اس کی فوج ہاتھیوں کے لشکر سے آراستہ تھی جنہیں دیکھ کر عربوں کے گھوڑے بھڑک گئے چنانچہ "جسر" میں ابو عبیدہ شہید ہوئے اور باقی لشکر نے پسپا ہو کر فرات کے پار جا کر پناہ لی۔

لیکن ایک سال بعد (۱۳ھ) میں سپاہ اسلام نے شنی کے زیر فرمان "بویب"<sup>(۱۲)</sup> میں سپاہ ایران پر فتح پائی اور اس سے جنگ جسر کی شکست کی تلافی ہو گئی۔

اس کے بعد قادیسیہ وقوع پذیر ہوئی اس سے قبل کہ جنگ شروع ہو ایرانی اور اسلامی افواج کے سپہ سالاروں (سعد وقاص اور رستم فرح زاد) کے درمیان ایلیچوں کے ذریعے گفت و شنید ہوتی رہی۔ ایلیچوں کی اس ملاقات میں سپاہ اسلام کے سپہ سالار نے بھی مطالبہ کیا کہ دو چیزوں میں سے ایک چیز قبول کی جائے، اسلام یا جزیے کی ادائیگی۔ لیکن رستم فرح زاد جو بڑا خود سر سردار تھا یہی کہتا رہا کہ جس وقت تک ہم تمہیں قتل نہ کر دیں گے دم نہ لیں گے۔

بالآخر چاردن کی جنگ کی بعد مسلمان فتح و کامرانی سے ہمکنار ہوئے اور اس طرح محرم سنہ ۱۳ھ میں ایران کے دروازے لشکر اسلام پر کھل گئے اور نور ایمان و توحید نے اس سرزمین کو اپنی آمد سے منور کیا۔

دوسری طرف شہنشاہ روم کی فوج نے یرموک میں اپنی شکست کے بعد دمشق میں پناہ لی اور اپنی اس شکست کے تلافی کرنے کی غرض سے اس نے عظیم فوجی طاقت جمع کی لیکن یہ لشکر بھی شکست سے دوچار ہوا اور مسلمانوں نے دمشق و اردن جیسے شہروں پر فتح پائی۔ سنہ ۱۷ھ میں مسلمانوں نے فلسطین کو بھی جو فوجی اور تاریخی لحاظ سے اہم شہر تھا، تسخیر کیا۔ ۱۹ھ میں عمر و عاص نے بحر احمر کو عبور کر کے مصر کی جانب رخ کیا۔ "بابلوں" میں باز نطینی سپاہ سے مقابلہ ہوا اس میں بھی لشکر اسلام کو کامیابی نصیب ہوئی۔ وہاں سے وہ عین الشمس اور روم کی جانب روانہ ہوا تاکہ شہنشاہ روم کی رضایت حاصل کر کے اسکندریہ پہنچ جائے۔ چنانچہ چند ماہ کے محاصرے کے بعد اسکندریہ کو بھی فتح کر لیا اور اس طرح شمالی افریقہ کے لئے راستہ ہموار ہو گیا۔

### فتوحات کی خوشخبریوں کے اثرات

مغایرت و مخالفت سے قطع نظر جو محرکات خلفاء کے زمانے میں ان فتوحات کے ذریعے مسلمانوں کو ہونے لگے ان کا موازنہ ان جنگوں اور فتوحات سے کیا جائے جو رسول خدا ﷺ کے زمانے میں ظہور پذیر ہوئیں تو اس نکتے کو ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے، ان فتوحات سے یہ ثابت نہیں ہوتا

کہ ان کے باعث دربار خلافت کی شان و شوکت میں اضافہ ہوا، اس میں شک نہیں کہ ایک طاقتور و فاتح فوج کو اعلیٰ مقاصد، حوصلہ مندانہ آمادگی، فن حرب و ضرب سے واقفیت اور فوجی تربیت جیسے عوامل و اوصاف کا مجموعہ ہونا چاہئے مگر اس کا چندان ربط و تعلق موجودہ سپہ سالاروں سے نہیں تھا۔ مسلمانوں کی فتح و کامرانی میں جو عوامل کار فرما تھے اور انہیں دو عظیم شہنشاہی حکومتوں سے قوت آزما ہونے کیلئے ترغیب دلاتے تھے، وہ پیغمبر اکرم ﷺ کی یہ خوش خبری تھی کہ مسلمان ایران اور روم جیسی سرزمینوں کو فتح کریں گے ان کے علاوہ بھی دیگر ایسے عوامل تھے جن سے مسلمانوں کی میدان جنگ میں حوصلہ افزائی ہوتی تھی مگر انکا تعلق کسی طرح بھی حکومت وقت سے نہ تھا بلکہ ان میں وہ شہرت و نیک نامی کے عناصر کار فرما تھے جو رسول اکرم ﷺ اور شیر خدا علیؑ جیسے پیشوایان اسلام نے اپنے کردار کے ذریعے قائم کئے تھے۔

### حضرت علیؑ کے ساتھ خلیفہ ثانی کے سیاسی و علمی مشورے

حضرت علیؑ خلیفہ اول کی طرح خلیفہ دوم کے بھی اہم مشکل کشا تھے اور ان کی بھی سیاسی و علمی مشکلات کو حل فرماتے تھے یہاں ہم بطور مثال دو واقعات پیش کر رہے ہیں۔

جنگ قادسیہ میں سپاہ ایران کی شکست کے بعد ایران کے بادشاہ یزدجرد نے فیروزان کے کمانڈری میں عظیم لشکر مرتب کیا تاکہ وہ آئندہ عربوں کے حملات کا سدباب کر سکے، کوفہ کے حاکم نے خط کے ذریعے تمام واقعات کی اطلاع خلیفہ کو دی، عمر مسجد میں آئے اور اصحاب سے مشورہ کیا کہ وہ مدینہ میں ہی رہیں یا اس علاقے میں پہنچ کر جو بصرہ و کوفہ کے درمیان واقع ہے، سپاہ اسلام کی کمان سنبھالیں۔ عثمان اور طلحہ نے دوسرے نظریے کی تائید کی اور اس ضمن میں مزید کہا کہ آپ سرداران سپاہ شام و یمن کو لکھیں کہ وہ آپ سے ملحق ہوں۔ لیکن حضرت علیؑ نے دونوں ہی نظریات کی مخالفت کی اور فرمایا کہ وہ شہر جو حال ہی میں مسلمانوں کے تصرف میں آئے ہیں انہیں فوج سے خالی نہیں رہنا چاہیے کیونکہ ایسی صورت میں ممکن ہے کہ حبشہ کی فوج یمن پر اور روم کا لشکر

شام پر قبضہ کر لے۔ عمر کی پہلی تجویز کے بارے میں بھی آپ نے مشورہ دیا اور فرمایا کہ اگر آپ مدینہ سے باہر چلے جائیں گے تو ممکن ہے کہ اطراف کے اعراب اس موقع کا فائدہ اٹھائیں اور یہاں کوئی فتنہ پیا کریں اس کے علاوہ اگر آپ محاذ جنگ پر پہنچیں گے تو دشمن جبری ہو جائے گا کیونکہ جب عجمی سپاہی آپ کو دیکھیں گے تو کہیں گے کہ عربوں کی جڑ بنیاد یہی شخص ہے مگر اس کو کاٹ ڈالیں تو سارا جھگڑا ہی پاک ہو جائے گا۔

حضرت علی ؓ کی بات سننے کے بعد عمر نے روانگی کے خیال کو ترک کر دیا اور کہا کہ قابل عمل رائے علی ؓ کی ہے مجھے انہی کی پیروی کرنی چاہیے۔<sup>(۱۳)</sup>

ایک شخص خلیفہ کے پاس آیا اور شکایت کی کہ میری بیوی کے یہاں شادی کے چھ ماہ بعد ولادت ہوئی ہے عورت نے بھی اس بات کو قبول کیا اس پر خلیفہ نے حکم دیا کہ اسے سنگسار کیا جائے لیکن حضرت علی ؓ نے حد جاری کرنے سے منع کیا اور فرمایا کہ قرآن کی رو سے عورت چھ ماہ پورے ہو جانے پر وضع حمل کر سکتی ہے کیونکہ مدت حمل اور شیر خوار تیس ماہ معین ہے۔<sup>(۱۴)</sup> اور دوسری آیت میں دودھ پلانے کی مدت دو سال بتائی گئی ہے۔<sup>(۱۵)</sup> اور اگر تیس ماہ میں سے دو سال کم کر دیئے جائیں تو مدت حمل چھ ماہ رہ جاتی ہے۔ حضرت علی ؓ کی منطقانہ گفتگو سننے کے بعد عمر نے کہا "لو لا علی علیہ السلام لهلك عمر"۔ "اگر علی ؓ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا"۔<sup>(۱۶)</sup>

### بنی ہاشم کی گوشہ نشینی

ابوبکر و عمر کے زمانہ خلافت میں بنی ہاشم اور حضرت علی ؓ کے ہوا خواہوں کو عملی طور پر حکومت کے اہم عہدوں سے دور رکھا گیا اور یہ کوشش کی گئی کہ اس زمانے کے دل و دماغ سے اہل بیت ؓ کی اعلیٰ اقتدار کو محو کر دیا جائے۔ اس کے مقابل اموی گروہ بتدریج معاشرے کی رہبری میں اثر رسوخ پیدا کرتا رہا۔ اس

نظریے کے بہت سے تاریخی شواہد موجود ہیں جن میں سے چند کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

۱۔ ابوبکر نے اس زمانے کی وسیع و عریض مملکت میں سے چھوٹا سا حصہ بھی بنی ہاشم میں سے کسی کو نہیں دیا کہ جبکہ شام کو سیاسی اہمیت حاصل ہونے کے باوجود ابوسفیان کے بیٹے یزید کے اختیار میں دیدیا تھا۔<sup>(۱۷)</sup>

۲۔ عمر "حمیص" کی حکومت حضرت ابن عباس کو دینے سے منصرف ہو گئے جبکہ معاویہ کو شام پر مسلط کرنے کے سلسلہ میں کسی قسم کا دریغ نہیں کیا۔

۳۔ محض چند لوگوں کی اس شکایت پر کہ عمار یا سر ایک ضعیف انسان ہیں خلیفہ دوم نے کوفہ کی گورنری سے انہیں معزول کیا اور مغیرہ کو گورنر مقرر کیا چند روز بعد مغیرہ کی بھی شکایت پہنچی لیکن اس کا ذرہ برابر اثر نہ ہوا۔<sup>(۱۸)</sup>

خلیفہ اول و دوم اگرچہ ابوسفیان سے بہت زیادہ خوش نہ تھے اور اسی وجہ سے انہوں نے اموی خاندان کے افراد کو حد سے زیادہ سیاسی امور میں داخل ہونے نہیں دیا مگر اس کا میدان انہوں نے عثمان کے زمانہ خلافت میں ہموار کر دیا تھا۔ مثلاً عمر جانتے تھے کہ شوری جس کی انہوں نے تشکیل کی ہے اس کا نتیجہ یہ برآمد ہوگا کہ عثمان کو خلیفہ منتخب کر لیا جائے گا چنانچہ اس نے خود بھی یہ بات کہہ دی تھی کہ اگر عثمان حاکم ہوتے تو وہ بنی امیہ کو لوگوں پر مسلط کر دیں گے۔<sup>(۱۹)</sup>

### احادیث نبوی کی حفاظت و کتابت پر پابندی

جیسا کہ پیغمبر اکرم ﷺ کی تاریخ حیات میں بیان کیا جا چکا ہے کہ آپ نے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں چاہا تھا کہ امت کے لئے ایک نوشتہ لکھ دیں تاکہ آپ ﷺ کے بعد وہ گمراہ نہ ہو مگر عمر نے منع کیا اور کہا کہ ہماری لئے قرآن کافی ہے۔

اس خیال کی پیروی کرتے ہوئے انہوں نے اپنے زمانہ خلافت میں حکم دیا کہ احادیث پیغمبر ﷺ کو قلم بند نہ کیا جائے اور اگر انہیں کوئی حدیث لکھی ہوئی مل جاتی تو اسے ضبط کر کے جلوادیتے۔

انہوں نے تمام شہروں میں یہ منادی کمرادی کہ اگر کسی کے پاس کوئی حدیث ہے تو وہ اسے نیست و نابود کر دے۔ (۲۰) چنانچہ قاسم بن محمد بن ابی بکر سے منقول ہے کہ عمر کے زمانے میں احادیث بہت زیادہ جمع ہو گئیں جب ان کے پاس لائی گئیں تو حکم دیا کہ انہیں جلادیا جائے۔ (۲۱)

ابوبکر نے بھی اپنے زمانہ خلافت میں پانچ سو احادیث جمع کیں۔ عائشہ فرماتی ہیں: مجھ سے کہا کہ احادیث میرے پاس لاؤ جب انہیں لایا گیا تو ان سب میں آگ لگادی گئی۔ (۲۲) چنانچہ یہ روش عمر بن عبدالعزیز کے دور خلافت تک جارہی۔ اس رویے کو اختیار کرنے کی وجہ وہ یہ بتاتے تھے کہ اگر عوام کی توجہ احادیث کی جانب رہے تو وہ قرآن سے دور ہو جائیں گے درحالیکہ قرآن کا یہ ارشاد ہے کہ "پیغمبر جو کچھ تمہارے لئے لائے ہیں، اسے قبول کر لو اور جس چیز سے منع کیا ہے اس سے باز رہو"۔ (۲۳) رسول اکرم ﷺ کی اطاعت کا امکان پیدا ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ احادیث جن میں بالخصوص اوامر و نواہی کے بارے میں آپ نے فرمایا محفوظ رہنی چاہئے ورنہ کس طرح رسول کی اطاعت ہو سکے گی؟

### بیت الممالک کی تقسیم میں خلیفہ کا رویہ

رسول خدا ﷺ کے عہد میں سپاہیوں اور حکومت کے کارکنوں کی تنخواہ مقرر نہ تھی بلکہ اخراجات زندگی مال غنیمت کے ذریعے مہیا کئے جاتے تھے۔ اس کی تقسیم میں لوگوں کے سابقہ زندگی اعرابوں کی نسلی فضیلت یا پیغمبر اکرم ﷺ کے ساتھ قرابت داری کو ملحوظ نہیں رکھا جاتا تھا۔

خلیفہ اول کے زمانے میں بھی یہی طریقہ رائج رہا لیکن خلیفہ دوم کے زمانے میں اس طریقہ کار کو بدل دیا گیا انہوں نے سپاہیوں اور حکومت کے کارکنوں کی تنخواہ کے لئے علیحدہ رجسٹر بنایا اور اس کی تقسیم کے لئے نسل و نسبت کو معیار قرار دیا ان کے درمیان عرب کو عجم پر، قحطان کے عرب کو عدنان کے عرب پر، مضر کو ربیعہ پر، قریش کو غیر قریش پر اور بنی ہاشم کو بنی امیہ پر برتری و

فضیلت تھی اور انہیں بیشتر مرعات حاصل تھیں۔ (۲۴)

کچھ عرصہ گذرا تھا کہ ذخیرہ اندوزوں اور دنیا پرستوں نے اس طریقہ کار کی بدولت جس طرح بھی ممکن ہو سکتا تھا مال جمع کرنا شروع کر دیا وہ غلاموں اور کنیزوں کو خرید لیتے اور انہیں مختلف کاموں پر زبردستی لگا دیتے تاکہ ان کے لئے زندگی کی سہولتیں فراہم کرنے کے علاوہ ہر روز نقد رقم بھی اپنے آقاؤں کو لا کر دیں۔

### خلیفہ دوم کا قتل

فیروز ایرانی ابولولو مغیرہ کا غلام تھا۔ اپنی زندگی کے اخراجات پور کرنے کے علاوہ وہ مجبور تھا کہ ہر روز دو درہم مغیرہ کو ادا کرے اس نے ایک روز خلیفہ کو بازار میں دیکھا اس نے فریاد کی کہ اس کے آقا نے اس سے ہر روز دو درہم وصول کرنے کا جو بار اس پر ڈالا ہے وہ اس کے لئے ناقابل برداشت ہے۔ لیکن خلیفہ نے بڑی بے اعتنائی سے جواب دیا کہ تجھ جیسے ہنرمند اور ماہر فن شخص کے لئے اتنی مقرر کردہ رقم کوئی زیادہ نہیں میں نے تو یہ سنا ہے کہ تو ایسی چکی بنا سکتا ہے جو ہوا کے رخ پر گردش کرتی ہے۔ کیا ایسی چکی تو میرے لئے بھی بنا سکتا ہے؟ فیروز کو چونکہ خلیفہ کی بے اعتنائی سے بہت تکلیف پہنچی تھی اس نے کہا کہ میں آپ کیلئے ایسی چکی بناؤں گا جس کی مشرق و مغرب میں کہیں مثال نہ ملے گی اور بالآخر ماہ ذی الحجہ ۲۳ھ میں اس نے خلیفہ کو قتل کر دیا۔

### کونسی شوری؟

عمر نے جب موت کے آثار دیکھے تو انہوں نے چھ ایسے افراد کو جن سے اس کے بقول پیغمبر اکرم ﷺ اپنی زندگی کے آخری لمحات میں بہت خوش تھے، بلوایا وہ یہ چھ افراد تھے:

حضرت علیؑ \_ عثمان \_ طلحہ اور زبیر \_ عبدالرحمن بن عوف اور سعد و قاص۔

عمر نے ہر ایک کی معنوی خصوصیت بیان کرنے کے بعد کہا کہ: اگر میرے بعد خلیفہ مقرر کرنے کے سلسلے میں تم نے اتفاق رائے سے کام لیا تو تمہیں نیز تمہارے فرزندان کو درخت خلافت کے میوے سے فضا پہنچے گا ورنہ خلافت کی گیند کو معاویہ اچک لیگا۔ اس کے بعد انہوں نے ابا طلحہ کو کچھ ضروری نصیحتیں کیں اور مزید فرمایا اگر پانچ افراد نے اتفاق رائے کیا اور ایک نے مخالفت یا چار افراد ایک طرف ہو گئے اور دو شخص دوسری جانب، تو ایسی صورت میں جو اقلیت میں ہوں ان کی گردن اڑا دینا اگر دونوں فریق برابر ہوئے تو حق اس طرف جائے گا جس طرف عبدالرحمن ہوں گے... اگر تین دن گزر جائیں اور کسی بھی مرحلے پر اتفاق رائے نہ ہو تو سب کو قتل کر دینا اور مسلمانوں کو ان کے حال پر چھوڑنا کہ اس کے بعد وہ جسے بھی چاہیں خلیفہ مقرر کریں۔

(۲۵)

حضرت عمر کے انتقال کے بعد اس شوری میں طلحہ نے اپنا حق حضرت عثمان کو دے دیا اور زبیر حضرت علی ؓ کے حق میں دستبردار اور سعد بن ابی وقاص نے اپنا ووٹ عبدالرحمن بن عوف کو دے دیا، یوں خلافت کے لیے صرف تین امیدوار یعنی حضرت عثمان، حضرت علی ؓ اور عبدالرحمن باقی بچ گئے پھر عبدالرحمن بن عوف نے حضرت علی ؓ کی جانب رخ کیا اور کہا کہ میں اس شرط پر آپ کی بیعت کرتا ہوں کہ آپ کتاب خدا، سنت رسول ﷺ اور شیخین کی روش پر عمل کریں گے اس پر حضرت علی ؓ نے فرمایا کہ میں کتاب خدا اور سنت پیغمبر اکرم ﷺ اور اپنے اجتہاد کی بنیاد پر عمل کروں گا۔ عبدالرحمن نے یہی بات عثمان کی جانب رخ کر کے کہی عثمان نے ان کی اس شرط کو فوراً قبول کر لیا، اس کے بعد انہوں نے عثمان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا اور انہیں "امیر المؤمنین" ہونے کی حیثیت سے سلام کیا۔<sup>(۲۶)</sup>

### مذکورہ شوری کے بارے میں حضرت علی ؓ کی نظر

جس وقت شوری کے اراکین کا تعین ہوا تو حضرت علی ؓ نے ابتدا ہی میں اس کے فیصلے سے باخبر کر دیا تھا اور عباس سے کہا تھا "عدلت عننا" یعنی ہمارے خاندان سے خلافت کا رخ موڑ دیا گیا ہے انہوں نے دریافت کیا کہ آپ نے کیسے جانا تو آپ نے فرمایا کیونکہ عثمان کو میرے

مقابل لایا گیا ہے۔ (۲۷)

جب شوری کے نتیجے کا اعلان کیا گیا تو اس وقت بھی آپ نے فرمایا تھا عمر نے اپنی موت کے بعد خلافت کو ایک جماعت میں محدود کر دیا اور مجھے بھی اس جماعت کا ایک رکن قرار دیا ہے بھلا میرا اس شوری سے کیا تعلق ہے ان میں سے سب سے پہلے ہی کے مقابلہ میں میرے استحقاق میں کب شک تھا کہ جو اب اس قسم کے لوگوں میں شامل کر لیا گیا ہوں؟ وہ پرندہ کی طرح کبھی زمین پر چلتے تھے اور کبھی اڑنے لگتے تھے مجبوراً میں نے بھی نشیب و فراز میں ان سے ہم آہنگی کی ان میں سے ایک (سعد بن ابی وقاص) تو کینہ توزی کی وجہ سے حضرت عثمان کی طرف چلا گیا اور دوسرا (عبدالرحمن بن عوف) دامادی اور بعض ناگفتہ باتوں کی وجہ سے ادھر جھک گیا۔ (۲۸)

حضرت علیؑ نے اپنے اس بیان کے ذریعے اس مجلس مشاورت کے حقیقی چہرے کو بے نقاب کر دیا اور یہ بات واضح کر دی کہ آپ کا شمار کسی طرح بھی اس شوری کے اراکین میں نہیں ہے اس کے علاوہ عثمان کے حق میں رائے دہی ان کے رائے غیر جانبدار نہ تھی بلکہ اس میں کینہ توزی اور قرابت داری جیسی ذاتی اغراض شامل تھیں اور جس وقت خلافت کیلئے فیصلہ کیا جا رہا تھا اس وقت یہ عوامل کار فرما تھے۔

### حضرت علیؑ کی شرکت اور اس کی وجہ

جیسا کہ اس سے قبل اشارہ کیا جا چکا ہے کہ عمر نے جس شوری کی تشکیل کی تھی اس کی ہیئت شروع سے ہی یہ بتا رہی تھی کہ اس کے ذریعے حضرت علیؑ کو امیر المومنینؑ منتخب نہیں کیا جائے گا اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب حضرت علیؑ نے جب پہلے ہی یہ انداز لگایا تھا تو آپ نے اس شوری میں شرکت ہی کیوں فرمائی؟ اس سوال کا جواب دینے کے لئے ضروری ہے کہ ان نکات کی جانب توجہ دلائی جائے جن میں بعض آپ ہی کے اقوال ہیں۔

۱۔ ابن عباس نے آپ سے کہا تھا کہ اس شوری میں شرکت نہ کیجئے تو اس پر آپ نے یہ فرمایا کہ مجھے اختلاف پسند نہیں۔ (۲۹)

۲۔ قطب راوندی کے قول کے مطابق ابن عباس کے سوال کے جواب میں ہی آپ نے یہ فرمایا تھا کہ میں جانتا تھا کہ شوری کی تشکیل کس نہج پر ہوئی ہے اس کے باعث خلافت ہماری خاندان سے چلی جائے گی لیکن میں نے ان کی اس شوری میں شرکت کی جس کی وجہ یہ تھی کہ عمر نے مجھے خلافت کا اہل و شایستہ جانا لیکن اس سے قبل انہوں نے ہی کہا تھا کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ نبوت اور امامت ایک گھر میں جمع نہ ہوں اب میں اس شوری میں شامل کر لیا گیا ہوں تو چاہتا ہوں لوگوں کے سامنے کہ ان (عمر) کے فعل کی ان کی بیان کردہ روایت کی مخالفت کو واضح کر دوں۔ (۳۰)

مذکورہ شوری میں حضرت علیؑ کی عدم شرکت کے باعث فیصلہ کرنے کا اختیار عبدالرحمن کو ہوتا ایسی صورت میں اگر حضرت علیؑ مخالفت کرتے تو اس ہدایت کے مطابق جو عمر نے کی تھی تو آپ کو قتل کروایا جاتا اس اعتبار سے صحیح اور منطقی راہ وہی تھی جسے آپ نے پیش نظر رکھا۔

### عثمان کی خلافت

خلیفہ دوم کی وفات کے بعد عثمان نے زمام امور اپنے ہاتھوں میں سنبھالی، انہوں نے روز اول سے وہی راہ اختیار کی جس کا عمر کو خدشہ تھا۔ چنانچہ بتدریج اپنے قرابت داروں (بنی امیہ) کو اہم مناصب پر مقرر کرنا شروع کیا۔

اپنے ماموں زاد بھائی عبداللہ ابن عامر کو جس کی عمر ابھی پچیس سال ہی کی تھی بصرے کا والی مقرر کر دیا اور اپنے ماموں ولید ابن عقبہ جیسے بدکار شخص کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا یہ شخص بحالت مستی مسجد میں داخل ہوا اور فجر کی نماز میں چار رکعت پڑھادی نماز پڑھانے کے بعد اس نے اپنے مقتدیوں سے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو میں مزید چند رکعت پڑھا سکتا ہوں۔

معاویہ کو عمر نے دمشق اور اردن کا گورنر مقرر کیا تھا لیکن عثمان نے ان میں حمص، فلسطین اور جزیرہ کے علاقوں کا بھی اضافہ کر دیا اور اس کے لئے ایسے مواقع فراہم کر دیئے جس سے اس کے تسلط و اقتدار میں اضافہ ہو سکے۔ اسی طرح انہوں نے اپنے رضاعی بھائی عبداللہ بن سعد کو مصر کا گورنر مقرر کیا۔ مروان بن حکم کو پیغمبر اکرم ﷺ نے شہر بدر کر دیا تھا مگر عثمان نے اسے اپنے حواریوں میں شامل کر کے اسے اپنا مشیر مقرر کر دیا۔ مختصر یہ کہ ان کی خلافت کے دوران قلیل عرصے میں ہی بصرہ، کوفہ، شام اور مصر جیسے چار عظیم صوبے جنہیں فوجی اجتماعی اور اقتصادی اعتبار سے خاص اہمیت حاصل تھی، بنی امیہ کے زیر تسلط آگئے اور وہ عرب خاندان جو صحابہ رسول ﷺ کی نسلوں سے تھے نیز دیگر افراد قبائل حکومت کے عہدوں سے محروم کر دیئے گئے۔ اموی دستے نے بھی اس موقع کو غنیمت جانا اور شروع سے ہی اپنی وضع و حالت کو استحکام دینے سے کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا۔

ابوسفیان نے عثمان کے دور خلافت کی ابتدا میں ہی اپنے قبیلے کے لوگوں سے کہنا شروع کر دیا تھا کہ اے بنی امیہ حکومت کو گیند کی مانند ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ کی جانب اچھالتے رہو... میری ہمیشہ یہی آرزو رہی ہے کہ حکومت تمہارے ہی ہاتھوں میں رہے اور تمہارے بچوں کو ورثے میں ملے۔<sup>(۳۱)</sup> ابوسفیان کی نصیحت کے مطابق بنی امیہ اس پر کاربند ہو گئے کہ امور حکومت میں داخل ہو کر اپنے ان رسوخ کو وسیع کریں اور خلافت کو سلطنت میں تبدیل کر دیں تاکہ اسے اموی خاندان کی میراث بنانے میں کامیاب ہو سکیں۔

### مسلمانوں کا بیت المال

وہ کثیر دولت جو تازہ مفتوحہ علاقوں سے بطور خراج اور مال غنیمت خلافت اسلامیہ کے مرکز کی

جانب کشاں کشاں چلی آرہی تھی، ایسا طرہ امتیاز بن گئی تھی جس نے خلیفہ سوم کی حیثیت کو دیگر خلفاء سے علیحدہ کر دیا تھا۔ چنانچہ خلیفہ نے خود ہی یہ امتیاز حاصل کر لیا تھا کہ اگر چاہیں تو وہ اس مال و دولت میں تصرف کر سکتے ہیں۔

قربت دار، ہم قوم افراد، قریش کے امرا اور بعض اراکین مجلس و مشاورت اس مال و دولت سے بخشش و بخشائش کے ذریعے فیضیاب ہو رہے تھے۔ اسلامی خلافت کی وسیع و عریض سر زمین پر صوبہ دار اور حکام بھی اسی راہ و روش پر عمل کر رہے تھے۔<sup>(۳۳)</sup>

چنانچہ مسعودی لکھتا ہے کہ: جس وقت عثمان کا قتل ہوا اس وقت ان کے پاس ایک لاکھ پچاس ہزار سونے کے دینار تھے اور دس لاکھ درہم تھے۔ "وادی القری"، "حنین" اور دیگر مقامات پر جو باغات تھے ان کی قیمت کا تخمینہ ایک لاکھ سونے کے دینار لگایا گیا تھا۔ اونٹوں کے گلے اور گھوڑوں کے غول ان سے علیحدہ تھے۔<sup>(۳۴)</sup> حاکم بصرہ بیت المال سے جو سونے اور چاندی کے سکے نکال کر عثمان کے پاس لایا تھا انہوں نے انہیں کیل سے ناپ ناپ کر پیمانے سے خاندان بنی امیہ کی خواتین اور ان کے بچوں کے درمیان تقسیم کئے تھے۔<sup>(۳۵)</sup>

عبدالہ بن شرح کو پیغمبر اکرم ﷺ نے شہر بدر کر دیا تھا۔ فتح افریقہ کے بعد جب وہ واپس آیا اور وہاں سے مال غنیمت اپنے ساتھ لایا تو اس کی قیمت پچیس لاکھ بیس ہزار دینار تھی۔ عثمان نے یہ سارا مال اسے ہی بخش دیا۔<sup>(۳۶)</sup>

ایک روز اس نے حکم دیا کہ بیت المال سے دو لاکھ درہم سفیان اور ایک لاکھ درہم مروان کو عطا کر دیئے جائیں۔<sup>(۳۷)</sup> اس کے علاوہ دیگر ایسے بہت سے مواقع پر جن کے ذکر کی یہاں گنجائش نہیں، موصوف نے دل کھول کر داد و دہش سے کام لیا۔

### حضرت علیؑ کے پند و نصائح

جس وقت لوگ اور بزرگ صحابی عثمان کی راہ و روش اور ان کے کارندوں کی زیادتیوں سے

تنگ آگئے تو وہ حضرت علی ؓ کے پاس پہنچے اور شکایات کے ضمن میں یہ درخواست کی کہ وہ ان کے نمائندے کی حیثیت سے عثمان کے پاس جائیں اور کہیں کہ وہ لوگوں کو اپنے کارندوں کے شر سے نجات دلائیں۔ امیرالمومنین حضرت علی ؓ عثمان کے پاس تشریف لے گئے اور آپ نے نصیحت فرمائی۔ دوران گفتگو ان سے کہا کہ: ... عثمان خدا سے ڈرو اور اپنے اوپر رحم کرو... خدا کے بہترین بندوں میں وہ عادل پیشوا ہے جو خود ہدایت یافتہ ہو اور دوسروں کو بھی ہدایت کرے... مروان سے تم اتنے نہ دبو کہ وہ تمہیں اس پختہ عمر اور پیرانہ سالی میں جہاں چاہے لینے پھرے۔<sup>(۳۸)</sup> بعض صحابہ رسول اکرم ﷺ نے جب عثمان کی کارکردگی اور ان کے کارندوں کی زیادتیوں پر اعتراض کیا تو عثمان کا عتاب نازل ہوا۔ پیغمبر اکرم ﷺ کے جن بزرگ صحابہ سے انہوں نے ناروا سلوک کیا ان میں سے تین قابل ذکر ہیں۔

حضرت ابوذر ؓ نیک صالح بزرگ تھے ان کا شمار پیغمبر اکرم ﷺ کے عظیم الشان صحابہ میں ہوتا تھا۔ عثمان نے انہیں شہر بدر کمر کے "ربذہ"<sup>(۳۹)</sup> چلے جانے کا حکم دیا یہی نہیں بلکہ یہ حکم جاری کر دیا کہ رخصت کرنے کی غرض سے ان کے ساتھ کوئی شخص نہ جائے۔ چنانچہ جس وقت وہ روانہ ہوئے تو انہیں رخصت کرنے کے لئے حضرت علی ؓ آپ کے دو فرزند اور حضرت عقیل و حضرت عمار یاسر کے علاوہ اور کوئی شخص نہ تھا۔<sup>(۴۰)</sup>

عمار یاسر اور عبداللہ بن مسعود بزرگ صحابہ رسول ﷺ پر بھی وہی حالت گذر گئی جس سے حضرت ابوذر ؓ دوچار ہوئے تھے۔ عبداللہ کے بارے میں ان کے غلاموں کو حکم دیا گیا کہ وہ انہیں خوب زدوکوب کریں۔ چنانچہ انہوں نے موصوف کو اس بری طرح زمین پر پٹھا اور اتنا مارا کہ ان کی پسلیاں ٹوٹ گئیں۔ بیت المال سے جو انہیں وظیفہ دیا جاتا تھا وہ بھی منقطع کر دیا گیا اور لوگوں کو منع کر دیا گیا کہ کوئی ان کی عیادت کو نہ جائے۔<sup>(۴۱)</sup>

حضرت عمار نے جب یہ اعتراض کیا کہ بیت المال کو پانی کی طرح بہایا جا رہا ہے اور حکومت کے عہدے نالایق افراد کو دینے جارہے ہیں تو ان پر بھی خلیفہ اور ان کے خدمتگاروں کا عتاب نازل ہوا جن کے باعث وہ مرض فتق میں مبتلا ہو گئے۔<sup>(۴۲)</sup>

## خلیفہ سوم کا قتل

بنی امیہ کو کارگاہ خلافت اور ولایت کے صدر و مقامات پر بروئے کار اور برسر اقتدار لانا، ان کا موقع سے ناجائز فائدہ اٹھانا اور ان بزرگ ہستیوں کی جانب نکتہ چینی کیا جانا جن کا شمار بزرگ صحابہ رسول ﷺ میں ہوتا تھا ایسے عوامل تھے جن کے باعث لوگ عثمان کے خلاف طیش و غضب میں آگئے اور انفرادی اعتراضات، عوامی غم و غصہ کا سبب بن گئے۔

عوامی غم و غصہ کا مقابلہ کرنے کی غرض سے عثمان نے حاکم شام معاویہ اور بصرہ کے گورنر عبداللہ بن سعد کو خط لکھا اور مخالفین کی سرکوبی کے لئے ان سے مدد چاہی۔<sup>(۴۳)</sup>

مسلمین کو جب اس بات کی اطلاع ہوئی کہ خلیفہ نے اپنی راہ و روش پر تجدید نظر کی بجائے ان کی سرکوبی کے اقدامات شروع کر دیئے ہیں تو انہوں نے فیصلہ کیا کہ اس قضیے کا فیصلہ ہی کمردیں۔ چنانچہ اس غرض سے کثیر تعداد میں لوگ مصر سے اور کچھ لوگ کوفہ سے مدینہ پہنچے، مزید مہاجرین و انصار بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے اور سب نے دل بنا کر عثمان کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ اگرچہ عوام کے نمائندگان اور خلیفہ کے درمیان بہت زیادہ کشمکش نیز کئی مرتبہ طولانی گفتگو ہوئی اس موقع پر حضرت علیؑ نے خلیفہ کو پسند و نصح بھی کئے اور عثمان نے ان پر کار بند رہنے کا وعدہ کیا مگر انہوں نے نہ صرف انہیں عملی جامہ نہ پہنایا بلکہ جنگ و مقابلے پر اتر آئے اور اس بات پر اصرار کمر کے کہہ "وہ پیرا ہن جو خداوند متعال نے مجھے پہنایا ہے میں اسے ہرگز نہ اتاروں گا"<sup>(۴۴)</sup> خلافت سے برطرف ہونے کے احتمال کو مسترد کر دیا۔

عثمان کے گھر کا محاصرہ چالیس دن تک جاری رہا اس دوران گھر کے اندر سے تیر چلتے رہے جس میں رسول خدا ﷺ کے ایک ضعیف العمر صحابی بھی شہید ہو گئے۔ عوام نے مطالبہ کیا کہ قاتل کو ان کے حوالے کیا جائے مگر انہوں نے یہ بات نہ مانی چنانچہ لوگوں نے ان کے گھر پر ہجوم پیا کر دیا جس کے باعث عثمان قتل ہو گئے۔<sup>(۴۵)</sup>

## حضرت علیؑ کی نظر میں عثمان کا قتل (۴۶)

نبج البلاغہ میں مجموعی طور پر سولہ مقامات پر عثمان کے بارے میں بحث ہوئی ہے جن میں سے زیادہ کا تعلق قتل عثمان سے ہے۔ حضرت علیؑ نے اپنے خطبات میں ایک طرف تو خود کو اس حادثہ قتل سے بری الذمہ قرار دیا ہے اور دوسری طرف انہوں نے خود کو عثمان کے مددگار میں شامل نہیں کیا ہے بلکہ جن لوگوں نے ان کے خلاف شورش کی تھی انہیں عثمان کے مددگاروں پر ترجیح دی ہے اس کے ساتھ ہی یہ ساخہ قتل آپ کی نظر میں مجموعی طور پر اسلامی مصلح و منافع کے موقع و سازگار نہ تھا۔

بظاہر یہ اقوال اور موضوعات مختلف و متضاد نظر آتے ہیں مگر ان میں اس طرح ہم آہنگی و مطابقت پیدا کی جاسکتی ہے کہ: حضرت علیؑ چاہتے تھے کہ عثمان اپنے طریقہ کار سے دست بردار ہو جائیں اور اسلامی عدل کمی صحیح راہ اختیار کر دیں اور ضرورت پیش آجائے تو انہیں گرفتار بھی کر لیں تاکہ ان کی جگہ اہل خلیفہ برسر اقتدار آئے اور وہ ان کے دور کے بدعنوانیوں کی تفتیش کرے اور اس سے متعلق جو حکم خداوندی ہو اسے جاری کرے۔

اس طرح حضرت علیؑ نے نہ تو عثمان کے قتل سے اپنی رضامندی کا اظہار کیا ہے اور نہ ہی ان کی شورش کرنے والوں کے ساتھ رویے کی تائید کی ہے۔ حضرت علیؑ کی یہی کوشش تھی کہ خون نہ بہایا جائے اور شورش کرنے والوں کے جو جائز مطالبات ہیں انہیں تسلیم کیا جائے اور اس طرح عثمان یا تو اپنی راہ و روش پر تجدید نظر کریں یا خلافت سے برطرف ہو جائیں تاکہ یہ کام کسی ایسے شخص کے سپرد کیا جاسکے جو اس کا اہل و مستحق ہو۔

عثمان اور انقلابیوں کے درمیان جو تنازع ہوا اس کے بارے میں حضرت علیؑ کا فیصلہ یہ تھا کہ عثمان نے ہر چیز کو اپنے اور اپنے عزیز و اقارب کے لئے مخصوص کر دیا تھا اور جو شیوہ انہوں نے اختیار کیا تھا وہ پسندیدہ نہ تھا اور تم شورش کرنے والوں نے بھی عجلت و بے تابی سے کام لیا جو بری چیز ہے۔ (۴۷)

جس وقت حضرت علیؑ فردثالث کی حیثیت سے انقلابیوں کے مطالبات عثمان کو بتا رہے تھے تو آپ نے اس تشویش کا اظہار فرمایا تھا کہ ہو سکتا ہے کہ انہیں مسند خلافت پر قتل کر دیا جائے اور اگر ایسا ہوا تو مسلمانوں پر عظیم مصیبتوں کے دروازے کھل جائیں گے۔ چنانچہ اس ضمن میں آپ نے عثمان سے کہا کہ میں تمہیں قسم دلا کر کہتا ہوں کہ ایسا کوئی کام نہ کرنا جس کے باعث تمہارا شمار امت کے مقتول پیشواؤں میں ہو کیونکہ رسول ﷺ اکثر فریاد کرتے تھے کہ اس امت کے ایک پیشوا کا قتل ہوگا اور اس کے بعد کشت و کشتار کے دروازے کھل جائیں گے۔" (۴۸)

عثمان کے قتل کو بہانہ بنا کر طلحہ و زبیر نے لوگوں کو حضرت علیؑ کے خلاف مشتعل کرنا چاہا تھا اسی لئے ایک موقع پر آپؑ نے انہیں عثمان کے قتل میں ملوث قرار دیا تھا اور فرمایا تھا:

عثمان کے خون کا بدلہ لینے کی اس لئے جلدی تھی کہیں ایسا نہ ہو کہ انہیں اس خون کا ذمہ دار قرار دیا جائے کیونکہ ان پر الزام آ رہا تھا کہ انہیں سب سے زیادہ عثمان کے قتل کئے جانے پر اصرار تھا۔ (۴۹)

حضرت علیؑ نے دو موقعوں پر معاویہ کو سخت قصور وار قرار دیا کیونکہ عثمان کے قتل کو اس نے سازش نیز حضرت علیؑ کی اسلامی حکومت میں رخنہ اندازی کی غرض سے بطور آلہ کار استعمال کرنا چاہا تھا۔ اس لئے اس قتل پر وہ بہت زیادہ رنج و افسوس ظاہر کر رہا تھا اور اپنے مفاد کی خاطر وہ مظلوم خلیفہ کے خون کا قصاص لینے کیلئے لوگوں میں اشتعال پیدا کر رہا تھا۔ (۵۰)

### پچیس سالہ حکومت خلفاء کے دوران علیؑ کے کارنامے

عثمان کا قتل "۳۵ھ" کے اواخر میں ہوا اور یہیں پر حضرت علیؑ کی زندگی کے چوتھے مرحلے کی تکمیل ہوئی وہ خلافت کو چونکہ اپنا حق سمجھتے تھے اسی لئے اس پچیس سالہ دور میں انہیں خلفائے ثلاثہ کی حکومت سے اختلاف بھی رہا اس کے باوجود انہوں نے خلفائے وقت کی مدد، ہدایت اور تعلیم احکام سے کوئی دریغ نہ کیا اور اسی طرح آپ نے عالم اسلام کی قابل قدر خدمات انجام

دیں۔

اگرچہ گذشتہ اسباق میں ہم حضرت علیؑ کی بعض کارگزاریوں کے بارے میں واقفیت حاصل کرچکے ہیں، لیکن یہاں ہم محض بطور یاد دہانی ترتیب وار آپ کے اہم ترین کارناموں کا ذکر کریں گے:

۱۔ قرآن کی تفسیر، اس کی جمع آوری اور علم تفسیر میں بعض شاگردوں کی تربیت۔

۲۔ دانشوران علم بالخصوص یہود و نصاریٰ کے سوالات کے جواب اور ان کے شبہات کا ازالہ۔

۳۔ ایسے واقعات کے احکامات بیان کرنا جو اس وقت تازہ اسلام میں رونما ہوچکے تھے اور ان کے بارے میں بالخصوص نص

قرآن و سنت پیغمبر اکرمؐ موجود نہیں تھی۔

۴۔ خلفاء کے سیاسی و علمی مسائل حل کرنا اور ان کی جانب سے مشورہ کئے جانے پر ایسے نظریات پیش کرنا جو ان کے

مشکلات کو دور کر سکیں چنانچہ ان کی بعض مشکلات کو گذشتہ صفحات میں بطور نمونہ پیش کیا جاچکا ہے۔

۵۔ اپنے پاک ضمیر اور روشن ذہن شاگردوں کی تربیت و پرورش کرنا جو سیر و سلوک کیلئے آمادہ رہیں۔

۶۔ بعض لاچار و مجبور انسانوں کی زندگی کے مخارج پورا کرنے کی سعی و کوشش کرنا۔

۷۔ ان لوگوں کی دل جوئی و پاسبانی جن پر حکام وقت کی جانب سے ستم روا رکھے جاچکے تھے۔

### سوالات

- ۱۔ ابوبکر نے داخلی مسائل حل کرنے کے بعد کیا اقدامات کیئے؟
- ۲۔ حضرت علی ؓ نے دو مرتبہ ابوبکر کے سیاسی و علمی مسائل حل کئے ان کے بارے میں بھی لکھئے؟
- ۳۔ عمر کس طرح برسر اقتدار آئے کیا انہیں عہدہ خلافت پر منصوب کیا گیا یا منتخب کیا گیا۔ ان کے بارے میں شوری کی تشکیل ہوئی اس کے بارے میں وضاحت کرتے ہوئے ابوبکر کے اقدام سے متعلق حضرت علی ؓ کے نظریے کی صراحت کیجئے؟
- ۴۔ مسلمانوں نے ایران کو کب فتح کیا؟ مختصر طور پر وضاحت کیجئے؟
- ۵۔ پیغمبر اکرم ﷺ کی رحلت کے بعد احادیث کو نقل و جمع کرنا کیوں ممنوع قرار دیا گیا اس کے اسباب کیا تھے؟
- ۶۔ عمر نے جانشین مقرر کرنے کے سلسلے میں کیا راہ اختیار کی؟
- ۷۔ عثمان کی مالی حکمت عملی کس بنیاد پر قائم تھی؟
- ۸۔ عثمان کے عہد خلافت میں اموی گروہ کو کیا مراعات حاصل تھی؟
- ۹۔ عثمان کے قتل کے کیا اسباب تھے؟
- ۱۰۔ حضرت علی ؓ نے پچیس سال تک سکوت و خاموشی کی زندگی بسر کی اس دوران آپ نے کون سے نمایاں کارنامے انجام دیئے پانچ واقعات کا ذکر کیجئے۔

## حوالہ جات

- ۱۔ یہ شہر کوفہ اور موجودہ نجف کے درمیان واقع تھا۔
- ۲۔ یعقوبی (ج ۲/۱۳۱) نے یہ رقم ستر ہزار اور ایک لاکھ کے درمیان تردید کے ساتھ نقل کی ہے۔
- ۳۔ نہر اردن اور جمہیل طبریہ کے نزدیک صحرائی علاقہ جہاں لشکر اسلام اور سپاہ روم کا مقابلہ ہوا۔
- ۳۔ بلاذری لکھتا ہے کہ لشکر اسلام نے پہلے دمشق فتح کیا اور اس کے بعد اسے یرموک پر کامیابی حاصل ہوئی (فتوح البلدان ۱۳۰/)
- ۵۔ اتقان ج ۲/۳۲۸
- ۶۔ تذکرۃ الحفاظ ذہبی ج ۲/۳۳۱
- ۷۔ مسند جنبل ج ۱/۱۳۲
- ۸۔ تاریخ خلفاء ۹۳-۸۶
- ۹۔ تاریخ یعقوبی ج ۲/۱۳۲
- ۱۰۔ کافی ج ۲/ حدیث ۱۶ / ارشاد مفید / ۱۰۴ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس مسئلے کو اس طرح حل کیا کہ وہ شخص اسے عام لوگوں کے درمیان لے جائیں اور ان سے پوچھیں کیا تم نے اس شخص کے سامنے اس آیت کی تلاوت کی ہے جس کی رو سے شراب کو حرام قرار دیا گیا ہے اگر ان کا جواب مثبت ہو تو اس شخص پر حد جاری کی جائے۔ وگرنہ اس سے کہا جائے کہ وہ اپنے اس فعل سے توبہ کرے خلیفہ نے ایسا ہی کیا اور اس شخص نے نجات پائی۔
- ۱۱۔ کامل ابن اثیر ج ۲/ ۳۲۵ تاریخ طبری ج ۳/ ۳۲۹ شرح ابن ابی الحدید ج ۱/ ۱۶۳۔  
نہج البلاغہ خطبہ سوم "فواعجباً بینا ہو یستقبلها فی حیاتہ اذ عقدہ لآخر بعد وفایة"
- ۱۲۔ یہ عراق میں کوفہ کے نزدیک نہر ہے جو فرات سے نکلی ہے۔
- ۱۳۔ اعیان الشیعہ ج ۱/ ۳۳۹۔ نہج البلاغہ خ ۱۳۶۔ بحار مطبوعہ کمپانی ج ۹/ ۵۰۱
- ۱۳۔ و حملہ و فصالہ ثلاثون شہرا (احقاف آیہ ۱۵)
- ۱۵۔ والوالدات یرضعن اولادہن حولین کاملین (بقرہ ۲۳۲)
- ۱۶۔ مروج الذهب ج ۲/ ۳۲۱۔

۱۷۔ مروج الذهب ج ۲ / ۳۳۱

۱۸۔ تاریخ یعقوبی ج ۲ / ۱۵۵، کامل ابن اثیر ج ۳ / ۳۱۳۳۔

۱۹۔ تاریخ یعقوبی ج ۲ / ۱۵۸، شرح ابن ابی الحدید ج ۱ / ۱۸۶، ان ولی حمل بن ابی معیط و بنی امیة علی رقاب الناس...

۲۰۔ شیعہ در اسلام / ۱۱ منقول از "کنز العمال" مقدمہ مراہ العقول ج ۱ / ۳۰۔

۲۱۔ طبقات ابن سعد ج ۵ / ۱۸۸، مقدمہ مراة العقول ج ۱ / ۲۹۔

۲۲۔ شیعہ در اسلام ۱۱۔

۲۳۔ سورہ حشر آیہ ﴿مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾

۲۴۔ مورخین نے سپاہیوں اور کارکنان حکومت کی تنخواہوں کے جو اعداد و شمار درج کیے ہیں ان کی رقوم میں نمایاں فرق ہے مثلاً عباس بن عبدالمطلب کی سالانہ تنخواہ بارہ ہزار درہم تھی جب کہ ایک مصری سپاہی کو سالانہ تنخواہ صرف تین سو درہم دی جاتی تھی معاویہ اور ان کے باپ کی سالانہ تنخواہ پانچ ہزار درہم مقرر تھی جب کہ مکہ کے ایک عام باشندے کی تنخواہ جس نے مہاجر ت نہیں کی تھی صرف چھ سو درہم ہی تھی ازدواج پیغمبر اکرم ﷺ کو سالانہ تنخواہ چار سو درہم ملتے تھے جبکہ ایک یمنی سپاہی کی تنخواہ ۳۰۰ درہم تھی (تاریخ یعقوبی ج ۲ / ۱۵۳، کامل ابن اثیر ج ۲ / ۵۰۲۔

۲۵۔ (خلاصہ) شرح ابن ابی الحدید ج ۱ / ۱۸۶۔

۲۶۔ طبری کے قول کے مطابق (ج ۳ / ۲۲۷) جس وقت مجلس مشاورت (شوری) کی تشکیل ہوئی طلحہ مدینہ میں نہ تھے اور اس مجلس کی تشکیل باقی پانچ فراوانے کی۔

۲۷۔ شرح نہج البلاغہ جلد ۳۔

۲۸۔ کامل ابن اثیر جلد ۳ ص ۶۷، شرح نہج البلاغہ ج ۱ ص ۱۹۱، تاریخ طبری ج ۳ ص ۲۲۶۔

۲۹۔ نہج البلاغہ خ ۳۔

۳۰۔ حتی اذا مضی لمبیلہ جعلها فی جماعۃ زعم انی احدہم فیاللہ وللشوری متی اعترض الریب فی مع الاول منہم

حتى صرت آقرن الی ہدہ النظائر لکنی اسففت اذا سفوا

و طرت اذ طاروا فصنى رجل منهم لضغنه ومال الاغر لصهره مع هن وهن

۳۱\_ کامل ابن اثیر ج ۳ / ۱۱۶۶ انبی اکره الخلاف -

۳۲\_ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ / ۱۸۹ -

۳۳\_ تاریخ یعقوبی ج ۲ / ۱۱۶۵ شرح ابن ابی الحدید ج ۳ / ۱۹ مروج الذهب ج ۲ / ۳۳۵ کامل ابن اثیر ج ۳ / ۱۰۴ -

۳۳\_ مروج الذهب ج ۲ / ۳۳۳ الاغانی ۶ / ۳۵۶ الفاظ کے معمولی اختلاف کی ساتھ یہ عبارت نقل کی ہے:

یا بنی امیة تلقفوها تلقف الكرة فوالذبی یحلف به ابو سفیان مازلت ارجوها لكم لتصيدن الی صبیانکم وراثۃ

۳۵\_ مروج الذهب ج ۲ / ۳۳۳ - ۳۳۱

۳۶\_ مروج الذهب ج ۲ / ۳۳۲

۳۷\_ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ / ۱۹۹، الغدیر ج ۸ / ۲۵۸

۳۸\_ ایضاً

۳۹\_ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ / ۱۹۹

۴۰\_ نہج البلاغہ خ ۱۶۳ - "... فلا تكون لمروان سيفة بسوقك حيث شاء بعد جلال السن و تقضى العمر" -

۴۱\_ ربذہ کا انتخاب اس لئے کیا گیا تھا کہ یہ جگہ بہت خشک اور سخت مقامات پر واقع تھی اور حضرت ابوذر نے اپنے کفر کا بشیر

زمانہ اسی جگہ گزارا تھا اس لئے انہیں اس سے سخت نفرت تھی۔

۴۲\_ مروج الذهب ج ۲ / ۳۳۹ - ۳۳۲ کامل ابن اثیر ج ۳ / ۱۱۳، تاریخ طبری ج ۳ / ۲۸۳

۴۳\_ الغدیر ج ۹ / ۳، ۶، ۱۱۰، شرح ابن ابی الحدید ج ۳ / ۳۰

۴۴\_ الغدیر ج ۹ / ۱۱۳ - ۱۱۰ شرح ابن ابی الحدید ج ۳ / ۳۷، الامامة والسياسة ج ۱ / ۳۶ - ۳۵

۴۵\_ ان خطوط کے متوب کتاب الغدیر کی جلد ۹ میں مشاہدہ کریں۔

۴۶\_ شرح ابن ابی الحدید ج ۲ / ۱۵۲ - ۱۵۱ - لا انزع قيصاً البسنية الله -

۳۷۔ عثمان کے سانحہ قتل کے بارے میں یہ کتابیں ملاحظہ ہوں: "الامامة والسياسة ج ۱۔ الغدير ج ۹، شرح ابن ابی الحدید ج ۲ اور کامل ابن اثیر ج ۳

۳۸۔ یہاں اس سانحہ کا محض جائزہ لیا گیا ہے۔

۳۹۔ استاثر فاساء الاثره وجزعتم فساتم الجزع (نہج البلاغہ خ ۳۰)

۵۰۔ نہج البلاغہ خ ۱۶۳ "انی انشدك الله الا تكون امام هذه الامة المقتول فانه كان يقال يقتل في هذه الامة امام

يفتح عليها القتل والقتال الى يوم القيامة "

۵۱۔ نہج البلاغہ خ ۱۶۳ "والله ما استعجل متجردا الطلب بدم عثمان الاخوفاً من ان يطالب بدمه لانه مظنه ولم يكن

في القوم احرص عليه منه"

۵۲۔ اس واقعے کی تفصیلات آئندہ صفحات میں آنے گی۔

۵۳۔ اس سلسلہ میں نہج البلاغہ کا تیسرا حصہ ملاحظہ ہو (سیری در نہج البلاغہ نامی کتاب تالیف شہید استاد مطہری (رح) کے

صفحات ۱۶۵، ۱۶۵ سے بطور خلاصہ ماخوذ)۔

۵۴۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ حضرت علیؑ کی ولادت سے خلافت ظاہری تک کی زندگی کے حالات محقق گرانقدر استاد

جعفر سبحانی کی کتاب "پوشی عمیق از زندگی علیؑ (و دیگر معتبر کتب سے اخذ کئے گئے ہیں)۔

## پانچواں سبق

خلافت ظاہری سے شہادت تک

حضرت علیؑ کی بیعت

بیعت کے بعد لوگوں میں سرور و شادمانی

قریش کی وحشت و پریشانی

گوشہ نشین لوگ

حضرت علیؑ کی بیعت کے امتیازات

سوالات کے جوابات

حضرت علیؑ نے کن مقاصد کے تحت حکومت قبول فرمائی

ابتدائی اقدامات

نیک اور صالح کارکنوں کا تقرر

معاویہ کی برطرفی

مساوی حقوق کی ضمانت

لوٹے ہوئے مال کی واپسی

بدعنوانیوں میں ملوث دو لتمدوں کی رخنہ اندازی

سوالات

حوالہ جات

## حضرت علیؑ کی بیعت

عثمان کے قتل کے بعد اپنے آئندہ کے ہادی و راہنما کا انتخاب کرنے کی غرض سے مہاجرین و انصار حضرت علیؑ کے گرد جمع ہو گئے جو لوگ اس مقصد کے تحت حضرت علیؑ کے پاس آئے ان میں عمار یاسر، ابو لہیشم، ابو ایوب انصاری، طلحہ اور زبیر جیسے جلیل القدر صحابہ رسول خدا ﷺ پیش پیش تھے۔

حضرت علیؑ کے دست مبارک پر بیعت کرنے کی خاطر آپ کے گھر کی طرف ایک جم غفیر روانہ ہوا ان میں سب کا یہی اصرار تھا کہ امور خلافت کی لگام آپ سنبھالیں انہوں نے ایک زبان ہو کر کہا: اے ابوالحسن عثمان قتل کر دیئے گئے اور ہمیں اپنے ہادی و راہنما کی ضرورت ہے اور ہم آج آپ سے زیادہ کسی کو شایستہ و قابل نہیں سمجھتے جن لوگوں نے دین اسلام قبول کیا آپ ان میں سب پر سبقت لے گئے اور دوسروں کے مقابل میں پیغمبر اکرم ﷺ سے آپ ہی سب سے زیادہ نزدیک تھے۔

امیر المؤمنین حضرت علیؑ نے فرمایا: مجھے تمہاری حکومت کی ضرورت نہیں تم جسے بھی اپنا راہنما اختیار کرو گے میں بھی اس سے اتفاق کروں گا۔<sup>(۱)</sup>

سب نے ایک زبان ہو کر کہا: آپ کے علاوہ ہم کسی کو بھی نہیں چاہتے<sup>(۲)</sup> لوگوں کا اصرار جاری رہا مگر حضرت علیؑ کی جانب سے انہیں جواب نفی کی صورت میں ہی ملتا رہا بالآخر وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے بغیر حضرت کے گھر سے باہر نکل آئے۔

اگرچہ لوگوں کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری رہا مگر حضرت علیؑ کسی طرح بھی خلافت قبول

کرنے کے لئے راضی ہی نہیں ہوتے تھے اور ہر بار یہی جواب دیتے کہ اس امر کے لئے تم لوگ مجھے مجبور مت کرو امیر بننے سے میرے لئے بہتر یہی ہے کہ وزیر<sup>(۳)</sup> رہوں لیکن انہوں نے یہی کہا کہ ہم اپنے اس فیصلے سے ہرگز روگرداں نہ ہوں گے اور آپ کے دست مبارک پر بیعت کریں گے<sup>(۴)</sup> اور ہر طرف سے بیعت کی خاطر آپ کے گرد ہجوم ہونے لگا۔

آپ کے گرد لوگ کس طرح جمع ہوئے اس کی کیفیت خود ہی بیان فرماتے ہیں :

اچانک میرے گرد لوگوں کا ہجوم اس طرح ہو گیا کہ لگتا تھا گویا یہ انسان نہ ہوں بلکہ چرخ بجزو کی گردن پر گھسنے والے ہوں اس ازدحام میں میرے بچے حسن و حسین بھی روندے گئے اور لوگوں کے اس ہجوم کے باعث میرا لباس بھی دو جانب چاک ہو گیا لوگوں کی یہ حالت تھی گویا وہ انسان نہیں بلکہ ایسے مویشی ہیں جن کے سر پر گلے بان نہ ہوں ان میں سے ہر ایک میری طرف ہی چلا آ رہا تھا۔<sup>(۵)</sup>

لیکن اس کے بعد بھی حضرت علیؑ نے بلا قید و شرط حکومت قبول کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ: میں تمہیں کل صبح تک کی مہلت دیتا ہوں اپنے اپنے گھر جاؤ اور اپنے فیصلے پر غور کر لو اگر اس کے بعد بھی تم لوگ اپنے فیصلے پر قائم رہے تو تمہیں میری حکومت کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ہو گا اور تم مجھ سے یہ نہ چاہو گے کہ میں سابق خلفاء کی روش کا پیرو کار رہوں اگر یہ شرط منظور ہے تو کل صبح مسجد میں جمع ہو جانا ورنہ تمہیں اختیار ہے جسے چاہو اپنا خلیفہ مقرر کر لو۔

اگلے روز لوگ مسجد میں جمع ہوئے امیر المؤمنین حضرت علیؑ نمبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا: لوگو کل جب ہم آپس میں جدا ہوئے تو اس وقت میری یہ کیفیت تھی کہ مجھے تمہاری حکومت سے بیزاری تھی جب کہ تمہارا یہ اصرار تھا کہ میرے علاوہ کوئی دوسرا شخص تمہارے امور کی زمام نہ سنبھالے یہ جان لو اگرچہ تمہارے مال (بیت المال مسلمین) میرے دست اختیار میں ہے مگر مجھے یہ حق نہیں کہ تمہارے بغیر اس میں سے ایک درہم بھی نکالوں میں اسی صورت میں تم پر حکومت کر سکتا ہوں ورنہ تم میں سے کسی کی ذمہ داری قبول کرنے کو میں تیار نہیں<sup>(۶)</sup> جس وقت حضرت

علیؑ کی تقریر ختم ہوئی تو لوگوں نے بلند آواز کہا ہم نے جو عہد کیا تھا آج بھی اسی پر قائم ہیں اور خدا کو گواہ کر کے کہتے ہیں کہ ہم آپ کے دست مبارک پر بیعت کرنے کیلئے تیار ہیں اس کے بعد موجوں کی مانند لوگوں میں جوش و خروش پیدا ہو گیا اور بیعت کے لئے لوگوں کا ادحام ہو گیا۔

سب سے پہلے طلحہ اور زبیر نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی اس کے بعد ان لوگوں نے جو مصر، بصرہ اور کوفہ سے آئے ہوئے تھے اس کے بعد عام لوگ اس سعادت سے سرفراز ہوئے۔<sup>(۷)</sup>

### بیعت کے بعد لوگوں میں سرور و شادمانی

حضرت علیؑ کے دست مبارک پر بیعت کرنے کے بعد لوگ انتہائی خوش و خرم تھے کیونکہ انہوں نے رسول خدا ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔

بیعت کے بعد لوگوں میں جو باطنی خوشی و مسرت تھی اسے حضرت علیؑ نے اس طرح بیان فرمایا ہے: میرے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد لوگوں کی مسرت و شادمانی کا یہ حال تھا کہ بچے تک وجد و سرور میں آگئے تھے۔ ضعیف العمر لمرزتے ہوئے پیروں سے چل کر بیمار دوسروں کے کاندھوں پر سوار ہو کر میرے پاس آئے اور جو لوگ معذور تھے ان کی دلوں میں مجھ تک پہنچنے کی حسرت ہی رہ گئی۔<sup>(۸)</sup>

عام لوگوں کی خوشی و مسرت کے علاوہ بعض بزرگ صحابہ رسول ﷺ ایک دوسرے کے بعد عوام میں تشریف لائے اور انہوں نے بھی تقاریر کے ذریعے اپنی دلی مسرت کا اظہار کیا اس ضمن میں انہوں نے عوام کو دعوت دی کہ وہ عہد و پیمانہ پر مضبوطی سے قائم رہیں اور نئی حکومت کو تقویت بخشیں جن لوگوں نے اس موقع پر تقاریر کیں ان میں سے بعض کے نام درج ذیل ہیں۔

۱۔ انصار کے نمائندہ ثابت بن قیس نے کہا: یا امیر المؤمنین خدا کی قسم اگرچہ دوسرے لوگوں کو خلافت کے لحاظ سے آپ پر سبقت حاصل ہے لیکن دین میں وہ آپ پر برتری حاصل نہ کر

سکے... انھیں آپ کی ضرورت تھی لیکن آپ ان سب سے بے نیاز رہے " ۲ - (۹) خزیمہ بن ثابت نے اس موقع پر کہا: یا امیر المؤمنین ہماری نظر میں آپ کے علاوہ کوئی ایسا نہیں جس کے ہاتھوں میں اپنے معاملات کی لگام دے سکیں... ایمان میں آپ کو سب پر برتری حاصل ہے خدا شناسی میں آپ عارف کامل ہیں اور رسول خدا ﷺ کے مقامات و مراتب کے سب سے زیادہ حق دار آپ ہی ہیں دوسروں میں جو خصوصیات پائی جاتی ہیں وہ آپ میں بھی موجود ہیں لیکن جو فضائل و کمالات آپ کی ذات میں ہیں ان سے وہ محروم ہیں (۱۰)

۳ - صعصعہ بن صوحان نے کہا: یا امیر المؤمنین مقام خلافت نے آپ کی ذات کے ذریعے بنت و رونق پائی، خلافت کو آپ کی ضرورت ہے اور آپ کو اس کی ضرورت قطعی نہیں۔ (۱۱)

### قریش کی وحشت و پریشانی

قریش اور حق سے روگرداں وہ تمام لوگ جنہوں نے عثمان کے عہد میں حکومت میں خاص مراعات حاصل کر لی تھیں حضرت علیؑ کے دور خلافت میں بہت مضطرب و پریشان ہوئے چنانچہ ان کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا کہ سر تسلیم خم کر دیں کیونکہ اب رائے عامہ امیر المؤمنین حضرت علیؑ کے ساتھ تھی اور وہ لوگ کسی ایسی راہ پر گامزن نہیں رہ سکتے تھے جو اسلامی معاشرے کے منافی ہو اسی لئے انہوں نے حضرت علیؑ کے دست مبارک پر بیعت کر لی لیکن ان کے دلوں میں کدورت ابھی تک باقی تھی جس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت علیؑ کی تلوار نے بہت سے مشرکین قریش اور کفار کے سر تن سے جدا کئے تھے۔

اس کے علاوہ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ حضرت علیؑ کی حکمت علمی اس بات کو ہرگز برداشت نہیں کر سکتی کہ بیت المال کو غارت کیا جائے۔

قریش کے دلوں میں حضرت علیؑ کے خلاف جو کینہ و دشمنی کے جذبات تھے ان کے بارے

میں ابن ابی الحدید لکھتا ہے: اگرچہ پیغمبر اکرم ﷺ کی رحلت سے اس وقت تک کافی عرصہ گزر چکا تھا مگر قریش کے دلوں میں ان کے خلاف اس قدر بغض و کینہ تھا کہ کسی طرح کم نہیں ہوتا تھا یہی نہیں بلکہ اس کینہ و عداوت کو انہوں نے اپنے بچوں تک کے ذہنوں پر نقش کر دیا۔ (۱۲)

### گوشہ نشین لوگ

بعض لوگوں نے حضرت علیؑ کے دست مبارک پر بیعت کرنے سے کنارہ کشی بھی کی۔ مسعودی نے انہیں قعاد (زمین گیر) (۱۳) اور ابو الفداء نے انہیں معزلہ (گوشہ نشین) (۱۴) کے عنوان سے یاد کیا ہے جب حضرت علیؑ سے ان کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے نہ حق کا ساتھ دیا اور نہ ہی باطل کی مدد کیلئے کھڑے ہوئے (۱۵) ان لوگوں میں سعد بن وقاص، عبداللہ بن عمر، احسان بن ثابت، اکعب بن مالک، اقدامہ بن فطعون، مغیرہ بن شعبہ اور دیگر چند افراد شامل تھے۔ (۱۶)

یہ لوگ اپنے اس فعل کی توجیہ کے لئے بیجا عذر بہانے تراشتے تھے مثلاً جب سعد قاص سے بیعت کے لئے کہا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ جب تک سب لوگ بیعت نہ کر لیں گے میں بیعت نہیں کروں گا۔ (۱۷)

یہ لوگ تو اچھی طرح جانتے تھے کہ امیر المؤمنین علیؑ حق پر ہیں اور حق بھی ان کے ساتھ ہے آپ کو ہر اعتبار سے دوسروں پر فضیلت و برتری حاصل تھی لیکن ان کی نخوت اور جسمانی ہوا و ہوس نے انہیں حق سے دور کر دیا تھا چنانچہ امیر المؤمنین حضرت علیؑ نے ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا اور بیعت کیلئے مجبور نہ کیا البتہ ان میں سے چند لوگ بالخصوص سعد بن وقاص اور عبداللہ بن عمر بعد میں بہت پشیمان ہوئے۔

## حضرت علیؑ کی بیعت کے امتیازات

حضرت علیؑ کے دست مبارک پر بیعت روز جمعہ بتاریخ پچیس ذی الحجہ ۳۵ھ انجام پذیر ہوئی اس کے بعض امتیازات ہم یہاں بیان کر رہے ہیں :-

۱۔ حضرت علیؑ نے مستقبل کی حکومت کے استحکام کی خاطر لوگوں کو یہ موقع دیا کہ وہ آزادانہ طور پر اپنا رہبر انتخاب کریں اور انہیں اتنی مہلت دی کہ وہ اس کے بارے میں مکمل طور پر غور و فکر کر لیں تاکہ پورے شعور کے ساتھ آئندہ کیلئے اپنے رہبر کا انتخاب کریں۔

۲۔ امیر المومنین حضرت علیؑ کی بیعت عمومی تھی اور ایک عوامی تجویز کے طور پر پیش کی گئی تھی اس کے برعکس گذشتہ خلفاء کے ہاتھ پر بیعت کا معاملہ عوامی تحریک پر مبنی نہ تھا بلکہ بقول عمر: ابو بکر کی بیعت کا اتفاقی واقعہ تھا جو "اچانک" کسی پیش بندی کے بغیر حادثی طور پر رونما ہوا اور صرف دو افراد (عمر اور ابو عبیدہ) کی تجویز پر اس مسئلے کو پیش کیا گیا۔

عمر کو بھی عوام کی تجویز پر خلیفہ مقرر نہیں کیا گیا تھا بلکہ انہیں ابو بکر نے اس منصب پر مامور کیا تھا۔ عثمان کو بھی عوام کی تجویز پر خلیفہ منتخب نہیں کیا گیا تھا بلکہ چھ افراد پر مشتمل شوری میں سے صرف دو افراد کی موافقت سے جسے خلیفہ ثانی نے منتخب کیا یہ کام انجام پذیر ہوا۔<sup>(۱۹)</sup>

۳۔ حضرت علیؑ کی بیعت کو لوگوں نے خود قبول کیا اور یہ کام اس وقت عمل پذیر ہوا جب لوگوں نے پہلے سے اس مسئلے پر غور کر لیا تھا جبکہ سابقہ خلفاء نے عوام کو غور و فکر کرنے کا موقع ہی نہیں دیا بلکہ ان کی سعی و کوشش یہ تھی کہ جس قدر جلد ممکن ہو سکے یہ کام ختم ہوتا کہ تاکہ خیر کے باعث اس میں موانع پیدا نہ ہوں۔

۴۔ بیعت کے لئے جس جگہ کو مرکز بنایا وہ مسجد تھی تاکہ تمام مسلمین اس میں شرکت کر سکیں اور اگر کسی کو کوئی اعتراض ہو تو اسے پیش کرے در حالیکہ گذشتہ خلفاء کی بیعت میں اس خصوصیت کو مد نظر نہیں رکھا گیا۔

۵۔ حضرت علیؑ کے دست مبارک پر بیعت کرنے کے لئے کسی کو مجبور نہیں کیا گیا چنانچہ جس

وقت عبدالہ بن عمر کی بیعت کا مسئلہ سامنے آیا اور انہوں نے بیعت کرنے سے انکار کر دیا تو مالک اشتر نے امیر المؤمنین ؓ حضرت علی ؓ سے کہا تھا کہ اگر آپ اجازت دیں تو ان کی گردن تن سے جدا کر دی جائے، تو حضرت علی ؓ نے ان کی اس تجویز کو صرف قبول ہی نہیں کیا بلکہ اپنی طرف سے یہ ضمانت بھی دی کہ عبدالہ بن عمر کو کوئی شخص تکلیف و آزار نہ پہنچائے۔<sup>(۲۰)</sup>

## سوالات کے جوابات

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے اور نہج البلاغہ میں مندرج امیر المؤمنین حضرت علی ؓ کے خطبات سے بھی اس حقیقت کی وضاحت ہوتی ہے اگرچہ لوگ آپ کے دست مبارک پر بیعت کرنے کے لئے مصر تھے مگر آپ نے اس کام کے آغاز سے ہی خود کو کسی بھی پیشقدمی سے باز رکھا۔<sup>(۲۱)</sup>

ممكن ہے یہ سوال پیش آنے کہ: حضرت علی ؓ اس کے باوجود کہ خلافت کو اپنا حق سمجھتے تھے اور برسر اقتدار آنے کے لئے شایستہ ترین انسان بھی تھے، نیز عوام آپ کے دست مبارک پر بیعت کرنے کے لئے ہر طرف سے جمع ہو گئے تھے پھر عوام کے اصرار کے باوجود امیر المؤمنین حضرت علی ؓ نے شروع ہی سے منصب خلافت کو قبول کرنے سے کیوں منع فرمایا؟

حضرت علی ؓ کے لئے منصب خلافت قبول نہ کرنے کی وجہ یہ نہ تھی کہ وہ حکومت کی ذمہ داریوں نیز ان سے پیدا ہونے والی مشکلات کا مقابلہ کرنے کے لئے خود کو عاجز و ناتوان سمجھتے تھے بلکہ اس کا اصل سبب یہ تھا کہ آپ ؓ اسلامی معاشرہ کی اجتماعی و معنوی کیفیت پر گہری نظر رکھتے تھے اور اس کی بہت سی مشکلات آپ کے پیش نظر تھیں اس لئے آپ چاہتے تھے کہ لوگوں کا امتحان لیں تاکہ یہ اعلان ہو جائے کہ عوام آپ کی انقلابی روش کو برداشت کرنے کے لئے کس حد تک تیار ہیں اور ان کا جب مشکلات سے سامنا ہو تو وہ یہ نہ کہیں کہ امیر المؤمنین علی ؓ نے انہیں صحیح حالات سے بے خبر رکھا اور ان کے انقلابی جذبات نیز جوش و خروش سے فائدہ اٹھالیا۔

چنانچہ یہی وجہ تھی کہ آپ نے عوام سے کہا تھا کہ: آپ لوگ مجھے معاف رکھیں یہ ذمہ داری

کسی دوسرے شخص کے سپرد کر دیں کیونکہ جو مقصد میرے پیش نظر ہے اس میں اتنی زیادہ مشکلات ہیں کہ لوگوں میں انہیں برداشت کرنے کی طاقت اور انسانی عقول میں انہیں قبول کرنے کی تاب ہی نہیں۔ عالم اسلام کے افق پر ظلم و بدعت کے سیاہ بادل چھائے ہوئے ہیں اور اسلامی راہ و روش میں تبدیلی واقع ہو گئی ہے۔<sup>(۲۲)</sup>

### حضرت علیؑ نے کن مقاصد کے تحت حکومت قبول فرمائی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ شخص جسے حضرت علیؑ نے حکومت قبول کرنے میں مدد کی تھی اور طرز زندگی کے بارے میں ادنیٰ سی واقفیت ہے اتنا تو جانتا ہی ہے کہ آپ جیسے بزرگوار شخص کی قطعی یہ آرزو تمنا نہ تھی کہ لوگوں پر حکومت کریں اور منصب خلافت قبول کرنے میں ہرگز یہ مقصد کارفرمانہ تھا کہ مال و دولت، جاہ و ثروت اور حکومت و اقتدار حاصل ہو۔ آپ نے بھی گفتگو کے دوران کئی مرتبہ یہ بات لوگوں کے گوش گزار کر دی تھی۔ چنانچہ حضرت علیؑ اور ابن عباس کے درمیان جو گفتگو ہوئی اس کا اقتباس یہاں پیش کیا جا رہا ہے:

ابن عباس کہتے ہیں بصرہ کے راستے میں واقع "ذی قار" نامی منزل پر حضرت علیؑ سے میری ملاقات ہوئی آپ اپنا نعلین سی رہے تھے انہیں سیتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ ان جوتیوں کی کیا قیمت ہوگی؟ میں نے عرض کیا کہ: اب ان کی کیا قیمت رہ گئی اس پر آپ نے فرمایا:

والله لھی احب الی من امر بکم الا ان اقیم حقا او ادفع باطلا<sup>(۲۳)</sup>  
خدا کی قسم مجھے یہ نعلین تم پر حکومت کرنے سے کہیں زیادہ عزیز ہیں مگر یہ کہ حق کو قائم کروں اور باطل کا قلع قمع کر دوں۔  
اور ایک جملے میں تو آپ نے زامداری کو گندے پانی اور ایسے لقمے سے تشبیہ دی ہے جو گلے میں پھنسا ہو۔ چنانچہ فرماتے ہیں:  
"هذا ماء آجن ولقمه یفصّ بھا اکلھا"<sup>(۲۴)</sup>

امیر المؤمنین حضرت علیؑ نے خطبہ شمشقہ کے آخر میں اس مقصد کی وضاحت فرمائی ہے کہ

آپ نے زمامداری کو کیوں قبول فرمایا: قسم ہے اس خدائے پاک کی جس نے دانے کو چاک کیا اور انسان کی تخلیق کی اگر لوگ کثیر تعداد میں میرے گرد جمع نہ ہو گئے ہوتے، ہم کاروں کی مدد سے حجت قائم نہ ہو گئی ہوتی اور اگر خداوند تعالیٰ نے علماء سے یہ عہد و پیمانہ نہ لیا ہوتا کہ ظالموں کی شکم پری اور مظلومین کی فاقہ کشی پر وہ خاموش نہ رہیں تو میں خلافت کے شتر کی مہار کو اس کی کمر پر پھینک دیتا اور پہلے ہی جام میں اسے آخری جام کی طرح سیراب کر دیتا۔<sup>(۲۵)</sup>

حضرت علیؑ کے ان اقوال سے واضح ہے کہ آپ نے دو اہم بنیادوں پر زمام حکومت سنبھالی۔ پہلی تو یہی کہ لوگ خود چل کر آپؑ کے پاس آئے اور یہ اعلان کیا کہ حکومت کی حمایت کریں گے اور دوسری بنیاد یہ تھی کہ آپؑ عدل و انصاف برقرار کر کے ظلم و ستم کا سدباب کرنا چاہتے تھے۔

### ابتدائی اقدامات

جب آپ کو بیعت سے فرصت ملی تو آپ نے اعلان فرمایا کہ جن مقاصد کے تحت آپ نے حکومت کو قبول فرمایا ہے انہیں حقیقت کی شکل دیں گے۔ حضرت علیؑ نے جو سیاسی مسلک اور طریق کار اختیار کیا وہ کوئی ایسا اتفاقی امر نہ تھا جس کی تخلیق اسی روز کی گئی ہو بلکہ یہ ایسے دستور العمل کا مجموعہ تھا جو رسول خدا ﷺ کی راہ و روش سے حاصل کیا گیا تھا اور اس کا سرچشمہ وحی و قرآن تھے۔

وہ کام جنہیں حضرت علیؑ کی نظر میں اولویت حاصل تھی اور جنہیں فوراً ہی انجام دینا چاہتے تھے وہ ان تین حصوں پر مشتمل تھے۔

(۱) نیک اور صالح کارکنوں کا تقرر

(۲) برتری و امتیازی سلوک کی برطرفی اور سب کے لئے مساوی حقوق کی ضمانت

(۳) تاخت و تاراج کئے ہوئے مال کو واپس کرنا اور بیت المال کی عادلانہ تقسیم

## نیک اور صالح کارکنوں کا تقرر

حضرت علیؑ نے اپنی حکومت کے ابتدائی دنوں میں عثمان کے حکام اور کارندوں کو برطرف کر دیا کیونکہ ظلم و ستم اور اسلامی قوانین نیز مردم سالاری کی سیاست سے ان کی ناآشنائی، عثمان کے خلاف قیام کرنے کے اہم اسباب میں ایک سبب تھا۔

مغیرہ بن شعبہ نے حضرت علیؑ سے گفتگو کرتے ہوئے یہ تجویز پیش کی پہلے حکام کو ان کے مناصب پر بحال و برقرار رکھا جائے لیکن حضرت علیؑ نے انکی اس تجویز کو منظور نہ کیا اور فرمایا کہ خدا کی قسم میں اپنے دینی فرائض کی انجام دہی میں سستی نہ کروں گا۔ (۲۶)

جن محرکات کے تحت حضرت علیؑ نے یہ اقدامات کئے ان کے بارے میں آپ دوسری جگہ فرماتے ہیں: میں اس بات سے غمگین و اندوہناک ہوں کہ اس امت کی حکومت کے سرپرست بے خبر اور ناکارہ لوگ ہوں وہ بیت المال کو تباہ کریں، بندگان خدا کو آزادی سے محروم کر کے انہیں اپنا غلام بنالیں، نیک و صالح لوگوں سے جنگ کریں اور فاسق و فاجر لوگوں کو اپنا یار و مددگار بنائیں۔

اس جماعت میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو شراب پیتے ہیں اور ان پر حد جاری کی جا چکی ہے، انہیں میں ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے اسلام اس وقت تک قبول نہیں کیا جب تک ان کے لئے کوئی عطیہ مقرر نہیں کیا گیا۔ (۲۷) حضرت علیؑ نے عثمان کے مقرر کردہ حکام کو برطرف کر کے ان کی جگہ نیک و صالح اور دور اندیش لوگوں کو مختلف صوبوں کی حکومتوں پر مقرر کیا اس زمانے میں بصرہ، مصر اور شام کا شمار اسلامی قلمرو کے عظیم صوبوں میں ہوتا تھا۔ چنانچہ آپ نے عثمان بن حنیف کو بصرہ کا، سہل بن حنیف کو شام کا اور قیس بن سعد کو مصر کا صوبہ دار مقرر فرمایا۔ والی کوفہ ابو موسیٰ اشعری کو مالک اشتر کے اصرار پر ان کے عہدے پر بحال رکھا۔ (۲۸)

## معاویہ کی برطرفی

جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ عثمان کے حکام و عمال کو برطرف کرنے کا مقصد یہ تھا کہ حضرت علی ؑ چاہتے تھے کہ تباہی و فساد کاری کے خلاف محاذ قائم کر کے اجتماعی عدل و انصاف کی بنیادوں کو محکم و استوار کریں اور آپ ؑ چونکہ معاویہ کے نظرو فکر و کارکردگی سے بخوبی واقف تھے اسی لئے انہوں نے اس بات کی مخالفت کی کہ وہ حکومت کے کسی منصب پر برقرار رہے اگرچہ ان ؑ کے چچا زاد بھائی ابن عباس نے معاویہ کی سفارش بھی کی کہ انہیں مختصر عرصے کے لئے ہی سہی اس کے عہدے پر بحال رکھا جائے لیکن حضرت علی ؑ نے اس سفارش کو بھی قبول نہیں فرمایا۔

جب مغیرہ کی یہ کارگرنہ ہوئی کہ سابقہ حکام کو ان کے عہدوں پر بحال رکھا جائے تو انہوں نے حضرت علی ؑ سے کہا کہ معاویہ کو شام کی صوبہ داری سے معزول نہ کیجئے کیونکہ وہ گستاخ ہے اور شام کے لوگوں اسی کے مطیع و فرمانبردار ہیں عمر نے اسے چونکہ شام کا گورنر مقرر کیا تھا لہذا آپ کے پاس بہانہ ہے۔ اس پر حضرت علی ؑ نے فرمایا: خدا کی قسم میں اسے دو روز بھی کسی عہدے پر بحال نہ رکھوں گا <sup>(۲۹)</sup> جس وقت عباس کو مغیرہ کی تجویز کے بارے میں اطلاع ہوئی تو انہوں نے بھی امیر المومنین علی ؑ کی خدمت میں یہی عرض کی کہ مجھے اس بات سے اتفاق نہیں کہ فی الحال آپ معاویہ کو اس کے منصب سے معزول کریں جس وقت وہ آپ کے دست مبارک پر بیعت کریں گے اور آپ کا کام استحکام پذیر ہو جائے اس کے بعد آپ اسے برطرف کیجئے اس پر حضرت علی ؑ نے فرمایا: خدا کی قسم تلوار کے علاوہ میں اسے کوئی اور چیز نہ دوں گا۔ <sup>(۳۰)</sup>

حضرت علی ؑ نے جو یہ روش اختیار کی اس کے بارے میں ان چند نکات کا بیان کر دینا ضروری ہے۔  
امیر المومنین حضرت علی ؑ بخوبی واقف تھے کہ معاویہ کسی بھی صورت میں ان کے دست مبارک پر ہرگز بیعت نہ کرے گا اور آپ کا حکم نہ مانے گا کیونکہ جذبہ اقتدار پسندی و زراںدوزی کے علاوہ قبائلی تعصب اور وہ دیرینہ دشمنی جو اس کے دل میں حضرت علی ؑ کے خلاف تھی اس راہ میں

مانع و حائل تھی کہ وہ حضرت علیؑ کی حکومت کے نمائندے کی حیثیت سے کوئی خدمت انجام دے اور امر واقعی یہ ہے کہ حضرت علیؑ اور معاویہ کے جذبہ کارگردگی و مقاصد کے درمیان متضاد تطبیق کا فاصلہ تھا اور اسی کے باعث دونوں کے مابین باہمی تعاون کا امکان نہ تھا۔

اگر حضرت علیؑ نے کوئی ایسا فرمان جاری کر دیا ہوتا جس سے اس بات کی تائید ہوتی کہ وہ شام کی صوبہ داری پر بحال رہے تو اس بات کا امکان تھا کہ معاویہ اس فرمان کا فائدہ اٹھا کر اسے اپنی فرمانروائی کا پروانہ تصور کرتا ہے اور اس طرح اسے شام میں پہلے سے کہیں زیادہ قدم جمانے کا موقع مل جاتا۔

معاویہ جیسے استبداد پسند عمال اور دیگر مفسد کارندوں کی عملہ خلافت میں موجودگی ایسے عوامل تھے جن کے باعث مسلمانوں کے درمیان رنجش پیدا ہوئی اور انہوں نے عثمان کے خلاف بغاوت کر دی امیر المؤمنین حضرت علیؑ کی حکومت چونکہ حقوق سے محروم و ستمدیدہ طبقات کی پناہ گاہ تھی اسی لئے اگر اس میں معاویہ جیسے لوگ برسر اقتدار رہتے تو اس بات کا امکان تھا کہ عوام میں دربارہ غم و غصہ پیدا ہو جائے اور وہ اکثریت جو حضرت علیؑ کی طرفدار تھی اسے امیر المؤمنینؑ کی ذات اور اس حکومت سے جس کی آئندہ تشکیل کرتے مایوسی ہوتی چنانچہ ان کے اور اس اقلیت کی درمیان جو حضرت علیؑ کی شخصیت کو بہر حال حجت تسلیم کرتے تھی اختلاف پیدا ہو جاتا۔

مذکورہ بالا دلائل نیز پیغمبر اسلام ﷺ سے منقول یہ روایت کہ فرزندان امیہ پر حکومت حرام ہے ایسے عوامل تھے جن کے باعث حضرت علیؑ نے معاویہ کو خط لکھ کر مطلع کیا کہ اسے اس عہدے سے برطرف کر کے اس کی جگہ سہل بن حنیف کو شام کا صوبہ دار مقرر کیا جاتا ہے۔ (۳۱)

### مساوی حقوق کی ضمانت

جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ اسلام نے دور جاہلیت کے امتیازی سلوک کو قطعی طور پر باطل قرار دیا ہے مگر پیغمبر اکرم ﷺ کی رحلت کے بعد عہد جاہلیت کی اس رسم کا بتدریج رواج ہونے لگا اور عثمان

کے زمانہ خلافت میں اسے مزید فروغ ملا۔

حضرت علی ؓ نے زمام حکومت اپنے اختیار میں لینے کے بعد عہد جاہلیت کے تمام امتیازی سلوک کو یکسر ختم کر دیا اور اس بات کی ضمانت دی کہ تمام مسلمانوں کے حقوق مساوی و یکساں ہیں چنانچہ اس بارے میں خود فرماتے ہیں ذلیل (مظلوم و ستمیہ) اس وقت تک میرے نزدیک عزیز و ارجمند ہے جب تک اس کے حق کو ظالم سے نہ لے لوں اور زور مند (ظالم و ستمگر) اس وقت تک میرے نزدیک برا اور ناتواں ہے جب تک مظلوم کا حق اس سے حاصل نہ کر لوں <sup>(۳۲)</sup>۔

### لوٹے ہوئے مال کی واپسی

حضرت علی ؓ نے مالی امور میں بھی واضح و روشن راستہ اختیار کیا اس سلسلے میں آپ ؓ کے سامنے دو اہم مسئلے تھے پہلا تو یہی کہ عثمان کی خلافت کی زمانہ میں ایک مخصوص گروہ نے بہت دولت جمع کی تھی دوسرا مسئلہ بیت المال کی تقسیم تھا۔ حضرت علی ؓ نے آغاز خلافت میں جو خطبات دیئے ان میں اپنی آئندہ کی راہ و روش کو واضح و روشن کر دیا ہے چنانچہ ایک خطبے میں فرماتے ہیں وہ اراضی جو عثمان نے مخصوص افراد کو دیدی ہے اور وہ ثروت جو اس (عثمان) نے اپنے قرابت داروں میں تقسیم کر دی ہے اسے بیت المال میں واپس لا کر جمع کریں گے۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے عوام کو یہ یقین دلایا کہ بیت المال کی تقسیم میں مساوات سے کام لینگے۔

امیر المومنین حضرت علی ؓ نے اپنے خطبے کے ایک حصے میں یہ بھی فرمایا تھا کہ:

میں بھی تم میں سے ایک فرد ہوں اور اور سود و زیاں میں تمہارے ساتھ شریک ہوں میں تمہاری رہبری سیرت محمدی ﷺ کے مطابق کرنا چاہتا ہوں اور آپ ﷺ کے احکامات کو تم لوگوں کے درمیان نافذ و جاری کروں گا یاد رکھو ہر وہ جاگیر جو عثمان نے کسی کو دی اور جو بھی مال عوامی ملکیت

میں سے کسی کو بخشا تھا وہ واپس بیت المال میں لایا جائے گا اس میں خواہ وہ رقم شامل ہو جس سے خواتین کو مہر ادا کیا گیا ہو اور خواہ اس سے کنیزیں خریدیں گئیں ہوں کیونکہ عدالت کا دروازہ وسیع ہے اور جس پر عدل و انصاف تنگ ہو گیا ہو اس پر جور و ستم کا میدان اس سے کہیں زیادہ تنگ کر دیا جائے گا۔ (۳۳)

اپنے دوسرے خطبے میں آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ "... لوگو یاد رکھو تم میں سے جس کو دنیا نے نکل لیا ہے اور جنہوں نے املاک و کاشت کی زمین جمع کر لی ہے جن میں انہوں نے نہریں جاری کر دی ہیں سواری کیلئے تیز رفتار گھوڑے حاصل کر لئے ہیں اور اپنے لئے خوبصورت کنیزیں خرید کر لیں ہیں انہوں نے اپنے اس رنگ و ڈھنگ سے رسوائی و بدنامی مول لی ہے انہیں میں اس لہو لعب سے جس میں وہ غوطہ زن ہیں اگر نجات دلانا چاہوں اور تسلیم شدہ حق کے کنارے پر انہیں لانا چاہتا ہوں تو وہ میرے اس عمل پر غضبناک نہ ہوں اور یہ نہ کہیں کہ ابی طالب کے فرزند نے ہمیں ہمارے حقوق سے محروم کر دیا ہے..."

تم سب ہی بندگان خدا ہو اور بیت المال بھی خدا کا ہی مال ہے یہ تم میں مساوی طور پر تقسیم کیا جائے گا... اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ میرے پاس بیت المال کا کچھ حصہ موجود ہے تم سب میرے پاس آکر اپنا حصہ لے لو چاہے عرب ہو یا عجم و وظیفہ دار ہو یا غیر وظیفہ دار۔ (۳۴)

اس طرح حضرت علی ﷺ نے نہایت تیزی کے ساتھ قطعی طور پر ناروا عصبيت اور امتیازات کا خاتمہ کر دیا۔ حضرت علی ﷺ نے اپنے ایک اقدام سے اس جماعت کے اثر و رسوخ کا قلع قمع کر دیا جو عثمان کی خلافت کے دوران ابھری تھی عثمان نے انہیں کثیر مال و دولت اور جاگیر سے نواز تھا حضرت علی ﷺ نے اس مال و جاگیر کو بیت المال میں جمع کر دیا۔ (۳۵)

## بدعنوانیوں میں ملوث دو لتمدوں کی رخنہ اندازی

بیت المال کی مساویانہ تقسیم کے باعث محرومین اور مستضعفین کو جس قدر خوشی و مسرت ہوئی اتنا ہی صدمہ ان چند مغرور افراد کو پہنچا جنہیں جاہ طلبی کی ہوا ہو س تھی۔ انہیں چند سال میں چونکہ جو رو ستم کمر کے کئی گنا زیادہ تنخواہیں نیز وظائف لینے کی عادت ہو گئی تھی اس لئے حضرت علیؑ کی مساویانہ روش تقسیم مال سے جب وہ دچار ہوئے تو انہیں سخت پریشانی ہوئی۔ ایک روز ولید بن عقبہ اس جماعت کے نمائندے کی حیثیت سے حضرت علیؑ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے ابوالحسن اگر چہ ہم (بنی عبد مناف) بھی آپ کے بھائیوں میں سے اور آپ جیسے ہی ہیں لیکن آپ نے تو ہم پر ظلم و ستم ہی بپا کر دیا ہم اس شرط پر آپ کی بیعت کرنے کو تیار ہیں کہ وہ مال و متاع جو ہم نے عثمان کے عہد خلافت میں جمع کیا ہے وہ آپ ہم سے واپس نہ لیں اور ان کے قاتلوں کو ہلاک کر دیں لیکن ہمارے مفادات کو کوئی خطرہ ہو اور آپ کے رویے سے ہم خوفزدہ ہوئے تو ہم آپ سے علیحدہ ہو کر شام کی جانب کوچ کر جائیں گے۔

یہ سن کر حضرت علیؑ نے فرمایا کہ: تم جو یہ کہہ رہے ہو کہ میں نے ظلم و ستم کیا ہے (اور میرے اس اقدام کو ظلم و ستم سے تعبیر کیا جا سکتا ہے) تو یہ ظلم حق و انصاف کی جانب سے ہوا ہے اور یہ کہ وہ مال جو تمہارے پاس ہے اسے میں نظر انداز کر دوں تو میں ایسا نہیں کر سکتا کیونکہ حق خدا کو پانماں ہوتے ہوئے دیکھ کر میں چشم پوشی نہیں کر سکتا اب یہ مال خواہ تمہارے چنگل میں ہو یا کسی اور شخص کے۔ (۳۶)

جب اس جماعت کے سردار کو یقین ہو گیا کہ وہ گفتگو یاد ہمگی کے ذریعے اپنا مدعی حاصل نہیں کر سکتے تو انہوں نے اپنی پوری قوت سے حضرت علیؑ کی قائم کردہ نو بنیاد حکومت کی بیخ کنی شروع کر دی اور اس کے خلاف برسر پیکار ہو گئے۔ اس بارے میں عمرو بن عاص نے معاویہ کو لکھا تھا کہ جو بھی فیصلہ کیا ہے اس پر جلد ہی عمل کیجئے کیونکہ جس طرح لکڑی کے اوپر سے چھال اتار لی جاتی ہے ابی طالب کا فرزند اسی طرح اس مال و دولت کو جو تمہارے پاس ہے، تمہارے تن سے اتروائے

### سوالات

- ۱۔ حضرت علی ؓ کے دست مبارک پر عوام نے کس طرح بیعت کی مختصر طور پر وضاحت کیجئے؟
- ۲۔ کیا کچھ لوگوں نے حضرت علی ؓ کے دست مبارک پر بیعت کرنے سے کنارہ کشی کی؟ اگر ایسا کیا تو کیوں؟
- ۳۔ جب عوام نے حضرت علی ؓ کے دست مبارک پر بیعت کی تو قریش کیوں مضطرب و پریشان ہوئے؟
- ۴۔ حضرت علی ؓ کے دست مبارک پر بیعت کرنے کی خصوصیات بیان کیجئے؟
- ۵۔ امیر المومنین حضرت علی ؓ نے ابتداء میں لوگوں کے اصرار کے باوجود کیوں خلافت کی زمامداری قبول کرنے سے مثبت جواب نہیں دیا؟
- ۶۔ جب حضرت علی ؓ نے خلافت کی زمامداری قبول فرمائی تو آپ کی نظر میں کون سے کام مقدم اور فوری انجام دینے کے تھے؟
- ۷۔ عثمان کے عہد سے وابستہ حکام کو معزول یا بحال رکھے جانے کے کیا اسباب تھے، اس کے بارے میں حضرت علی ؓ کے نظریات بیان کیجئے؟
- ۸۔ حضرت علی ؓ کی مالی روش سے مال اندوز لوگ کیوں غضبناک ہوئے اس کا سدباب کرنے کے لئے انہوں نے کیا اقدام کیا؟

## حوالہ جات

- ۱۔ لا حاجت لی فی امر کم فمن اخترتم رضیت به
- ۲۔ کامل ابن اثیر ج ۳ / ۱۹۰۳ تاریخ طبری ج ۳ / ۳۲۴ تاریخ ابی الفداء ج ۱ / ۱۴
- ۳۔ لا تفعلوا فانی اکون وزیراً خیراً من ان اکون امیراً
- ۳۔ کامل ابن اثیر ج ۳ / ۱۹۰، انساب الاشراف بلاذری ج ۲ / ۲۰۹، تاریخ ابی الفداء ج ۱ / ۱۴۱
- ۵۔ نہج البلاغہ خ شقشقیہ (خ ۳)
- ۶۔ فما راعنی الا والناس کعرف الضبع الی ینشا لون علی من کل جانب حتی لقد وطی الحسنان و شق عطفای  
مجتمعین حولی کریضۃ الغنم
- ۷۔ تاریخ طبری ج ۳ / ۳۲۸ کامل ابن اثیر ج ۳ / ۱۹۳
- ۸۔ تاریخ طبری ج ۳ / ۳۲۸ کامل ابن اثیر ج ۳ / ۱۹۳
- ۹۔ نہج البلاغہ خ ۲۲۹
- و بلغ سرور الناس بیعتهم ایای ان ابتهج بها الصغیر و هدج الیها الکبیر و کامل نحوها العلیل وحسرت الیها  
الکعاب
- ۱۰۔ تاریخ یعقوبی ج ۲ / ۱۴۹
- ۱۱۔ تاریخ یعقوبی ج ۲ / ۱۴۹
- ۱۲۔ تاریخ یعقوبی ج ۲ / ۱۴۹
- ۱۳۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۱۱ / ۱۱۳
- ۱۳۔ مروج الذهب ج ۲ / ۳۵۳
- ۱۵۔ تاریخ ابی الفداء ج ۱ / ۱۴۱
- ۱۶۔ استیعاب ج ۳ / ۵۵ "اولئک قوم قعدوا عن الحق ولم یقوموا مع الباطل"
- ۱۴۔ مروج الذهب ج ۲ / ۳۵۳
- ۱۸۔ تاریخ ابی الفداء ج ۱ / ۱۴۱، الانساب الاشراف بلاذری ج ۲ / ۲۰۴

۱۹۔ عثمان خود بھی مذکورہ شوری کے رکن تھے اور انہوں نے خود بھی اپنی خلافت کے حق میں رائے دی۔

۲۰۔ انساب الاشراف بلاذری ج ۲/۲۰۴، تاریخ طبری ج ۳/۳۲۸

۲۱۔ ملاحظہ ہو خطبات ۲۲۹، ۱۳۴

۲۲۔ نہج البلاغہ خ ۹۲

دعونی والتمسوا غیرى فاننا مستقبلون امراً له وجوه والوان لا تقوم له القلوب ولا تثبت عليه العقول وان الافاق قد اغاقت والمحجة تنكرت

۲۳۔ نہج البلاغہ خ ۳۳

۲۳۔ نہج البلاغہ خ ۵

۲۵۔ نہج البلاغہ خ ۳

اما والذى فلق الحبة وبرى النسمة لولا حضور الحاضر وقيام الحجة بوجود الناصر وما اخذ الله على العلماء ان يقاروا على كظة ظالم و لا سغب المظلوم لا لقيت حبلها على غاربها و لسقيت آخرها بكاس اولها۔

۲۶۔ والسه لا اداهن فى دينى۔ مروج الذهب ج ۲/۳۵۵-۳۵۳، کامل ابن اثیر ج ۳/۱۹۴۔ تاریخ طبری ج ۳/۳۳۰

۲۷۔ نہج البلاغہ مکتوب ۶۲

۲۸۔ تاریخ یعقوبی ج ۲/۱۴۹

۲۹۔ لا والله لا استعمل معاوية يومين ابدًا كامل ابن اثیر ج ۳/۱۹۴، مروج الذهب ج ۲/۲۵۶، تاریخ طبری ج ۳/۳۳۱

۳۰۔ لا والله لا اعطيه الا السيف، کامل ابن اثیر ج ۳/۱۹۴ تاریخ طبری ج ۳/۳۳۳

۳۱۔ مذکورہ خط کا متن ان کتابوں میں ملاحظہ ہو: شرح ابن ابی الحدید ج ۱/۲۳۰ تاریخ التواتر ج ۱/۳۸، انساب الاشراف

بلاذری ج ۲/۲۱۱ در سیرہ ائمہ اثنی عشری ج ۱/۳۳۲

۳۲۔ الذلیل عندی عزیز حتی آخذ الحق له ، والقوی عندی ضعیف حتی آخذ الحق منه ۔

نبج البلاغہ خ ۳۷

۳۳\_ ثورۃ الحسین علیہ السلام للہدی شمس الدین ۵۷، شرح ابن ابی الحدید ج ۱ / ۲۶۹، نبج البلاغہ خ ۱۵ (یہ قول مختصر تر میم کے ساتھ نقل کیا گیا ہے)

۳۳\_ شرح ابن ابی الحدید ج ۷ / ۳۷

۳۵\_ اس واقعے کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مروج الذهب ج ۲ / ۲۵۳، شرح نبج البلاغہ خوی ج ۳ / ۲۱۵

شرح ابن ابی الحدید ج ۱ / ۲۷۰ فی ظلال نبج البلاغہ ج ۱ / ۱۳۰، شرح نبج البلاغہ بحرانی ج ۱ / ۲۹ اور سیرہ الائمه مصنفہ علامہ سید

محسن امین ج ۱ / جزء دوم / ۱۱

۳۶\_ شرح ابن ابی الحدید ج ۷ / ۳۹ - ۳۸

۳۷\_ "ما کنت صانعاً فاصنع اذ قترک ابن ابی طالب من کل مال تملکہ کما تقشر عن العصا لحابا" شرح ابن ابی الحدید ج ۱ / ۲۷۰،

شرح نبج البلاغہ خوی ج ۳ / ۲۱۵، الغدیر ج ۷ / ۲۸۸

چھٹا سبق

خلافت ظاہری سے شہادت تک ۲

ناکثین (حکومت علیؑ کی مخالفت)

موقف میں تبدیلی

مکہ میں مخالفین کا جمع ہونا

سپاہ کے اخراجات

عراق کی جانب روانگی

سپاہ کی جانب عثمان بن حنیف کے نمائندوں کی روانگی

پہلا تصادم

دھوکہ و عہد شکنی

جمل اصغر

سرداری پر اختلاف

خبر رسانی

سوالات

حوالہ جات

## ناکثین (حکومت علی ؑ کی مخالفت)

حضرت علی ؑ نے ایک خطبے میں حکومت کے مخالفین کو تین گروہوں میں تقسیم کیا ہے۔

(۱)۔ وہ یہ ہیں :

اصحاب جمل: جنہیں آپ ؑ نے ناکثین کے نام سے یاد کیا ہے۔

اصحاب صفین: انہیں آپ ؑ نے قاسطین کہا ہے اور

اصحاب نہروان: (خوارج۔ جو مارقین کہلائے ہیں)

ناکثین کی ذہنی کیفیت یہ تھی کہ وہ انتہائی لالچی، زبردست اور امتیازی سلوک روا رکھنے کے طرفدار تھے۔ چنانچہ حضرت علی ؑ نے جہاں کہیں عدل و مساوات کا ذکر کیا ہے وہاں آپ ؑ کی توجہ بیشتر اسی گروہ کی جانب رہی ہے۔

"قاسطین" کا تعلق "طلاق" (۲) کے فرقہ سے تھا اس گروہ کی تشکیل میں بعض فراری، بعض حکومت سے ناراض اور عثمان کے کارندے شامل تھے۔ یہ لوگ ذہنی طور پر جیلہ گم اور نفاق پسند تھے۔ وہ لوگ حضرت علی ؑ کی حکومت کا زوال چاہتے تھے تاکہ حکومت ان کے دست اختیار میں آجائے۔

تیسرے گروہ کی اخلاقی حالت یہ تھی کہ وہ ناروا عصبیت کے قائل تھے، ذہنی خشکی کو تقدس تصور کرتے تھے اور ان کی جہالت خطرناک حد تک پہنچ گئی تھی۔

یہاں ہم اختصار کو مد نظر رکھتے ہوئے ان گروہوں کا تعارف کراتے ہوئے انکی حیثیت کا

جائزہ لیں گے اور یہ بتائیں گے کہ ان میں سے ہر گروہ نے حضرت علی ؑ کی حکومت کے خلاف کیا کیا کارگزاریاں کیں۔

### ناکشین

طلحہ وزبیر کی عرصہ داری سے یہ آرزو تھی کہ وہ اس مقام پر پہنچیں جہاں سے عالم اسلام پر حکمرانی کر سکیں۔ عثمان کے قتل کے بعد رائے عامہ حضرت علی ؑ کی جانب اس بنا پر متوجہ ہو گئی کہ انہوں نے آپ ؐ کو ہی عہدہ خلافت کے لئے شایستہ ترین انسان سمجھا۔ چنانچہ جب وہ لوگ اقتدار سے ناامید ہو گئے تو حضرت علی ؑ کے دست مبارک پر بیعت کرنے کے لئے پیش پیش رہے اور بظاہر سب پر سبقت لے گئے۔

حضرت علی ؑ کی بیعت میں سبقت لے جانے کی وجہ یہ تھی کہ وہ چاہتے تھے کہ اپنے اس اقدام سے خلیفہ وقت کو اپنی جانب متوجہ کریں تاکہ اس طریقے سے وہ اپنے مقاصد تک پہنچ سکیں۔ لیکن ان کی توقع کے خلاف امیر المومنین ؑ نے انکے ساتھ دیگر تمام مسلمین کی طرح یکساں سلوک روا رکھا اور اس طرح ان کی تمام حسرتوں پر پانی پھر گیا۔

یعقوبی نے لکھا ہے کہ طلحہ اور زبیر امیر المومنین حضرت علی ؑ کے پاس آئے اور کہا کہ پیغمبر خدا ﷺ کے بعد ہم سے بہت زیادہ ناانصافی کی گئی ہے، اب آپ ہمیں خلافت کی مشینری میں شریک کر لیجئے۔

اس پر امیر المومنین علی ؑ نے فرمایا: قوت و پایداری میں تو تم میرے ساتھ شریک ہو ہی شائد اور سختیوں میں بھی تم میرے ساتھ رہو <sup>(۲)</sup>۔ حضرت علی ؑ کے اس اقدام سے یہ دونوں حضرات ایسے برگشتہ ہوئے کہ انہوں نے دستگاہ خلافت سے عہد شکنی کا فیصلہ کر لیا اور آخر کا اس کا انجام جنگ "جمل" کی صورت میں رونما ہوا۔

برگشتگی کا دوسرا عامل یہ تھا کہ امیر المومنین حضرت علی ؑ نے بیت المال کو تمام مسلمانوں کے

درمیان مساوی تقسیم کیا۔ امیرالمومنین حضرت علی ؓ کا یہ رویہ طلحہ اور زبیر کے لئے ناقابل برداشت تھا۔ انہوں نے زبان اعتراض دراز کی اور بیت المال میں سے اپنا حصہ بھی نہیں لیا۔

حضرت علی ؓ نے انہیں اپنے پاس بلایا اور فرمایا: کیا تم میرے پاس اس مقصد کے لئے نہیں آئے تھے کہ زمام خلافت کو میں اپنے دست اختیار میں لے لوں درحالیکہ مجھے اس کا قبول کرنا ناپسند تھا؟ کیا تم نے اپنی مرضی سے میرے ہاتھ پر بیعت نہیں کی؟ اس پر انہوں نے جواب دیا کہ: ہاں اس میں ہماری مرضی شامل تھی۔ یہ سن کر حضرت علی ؓ نے فرمایا تو تم نے مجھ میں کون سی بات دیکھی جو اعتراض شروع کر دیا اور میری مخالفت پر اتر آئے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے اس امید پر بیعت کی تھی کہ خلافت کے اہم امور میں آپ کے مشیر رہیں گے۔ اب دیکھتے ہیں کہ آپ نے ہمارے مشورے کے بغیر بیت المال کو مساوی تقسیم کر دیا... جو چیز ہماری رنجیدگی کا سبب ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ آپ عمر کی روش کے خلاف جارہے ہیں وہ بیت المال کی تقسیم میں لوگوں کے سابقہ کارناموں کو ملحوظ خاطر رکھتے تھے۔ لیکن آپ نے اس امتیاز سے چشم پوشی کی جو ہمیں حاصل ہے آپ نے ہمیں دیگر مسلمانوں کے برابر سمجھا ہے جب کہ یہ مال ہماری جاننازی کے ذریعے شمشیر کے بل پر حاصل ہوا ہے۔

یہ سن کر حضرت علی ؓ نے فرمایا: امور خلافت میں جہاں تک مسئلہ مشورت کی بات ہے تو مجھے خلافت کی کب چاہ تھی اس کی جانب آنے کی تم نے ہی مجھے دعوت دی تھی مجھے چونکہ مسلمانوں کے باہمی اختلافات اور ان کے منتشر ہو جانے کا خوف تھا اسی لئے اس ذمہ داری کو قبول کر لیا جب بھی کوئی مسئلہ میرے سامنے آیا تو میں نے حکم خدا کو اور سنت پیغمبر ؐ کی جانب رجوع کیا اور اس کا حل تلاش کر لیا۔ اسی لئے اس معاملے میں مجھے تمہارے مشورے کی ضرورت پیش نہ آئی۔ البتہ اگر کسی روز ایسا معاملہ پیش آیا جس کا حل قرآن اور سنت پیغمبر ؐ کے ذریعے نہ نکل سکے تو مجھے تمہارے مشورے کی ضرورت محسوس ہوگی، تو تم سے ضرور مشورہ کروں گا۔

رہا بیت المال کا مسئلہ تو یہ بھی میری اپنی خصوصی روش نہیں، رسول خدا ؐ کے زمانے میں

نے دیکھا ہے کہ آپ ﷺ بیت المال کو مساوی تقسیم کیا کرتے تھے۔  
اس کے علاوہ اس مسئلے کے بارے میں بھی قرآن نے حکم دیا ہے کہ یہ کتاب اللہ آپ کے سامنے ہے اس میں کوئی غلط بات  
درج نہیں ہے یہ کتاب ہمیں مساوات و برابری کی دعوت دیتی ہے اور اس نے ہر قسم کے امتیازی سلوک کو باطل قرار دیا ہے۔  
یہ کہنا کہ بیت المال آپ کی شمشیر کے زور پر ہاتھ آیا ہے تو اس سے پہلے بھی ایسے لوگ گزرے ہیں جنہوں نے جان و مال سے  
اسلام کی مدد کی ہے۔ لیکن رسول خدا ﷺ نے بیت المال کی تقسیم میں کسی کے ساتھ امتیازی سلوک روانہ رکھا۔<sup>(۴)</sup>  
طبری لکھتا ہے کہ: جب طلحہ ہر قسم کے امتیازی سلوک سے مایوس و ناامید ہو گیا تو اس نے یہ مثل کہی: ہمیں اس عمل سے  
اتنا ہی ملا ہے جتنا کتے کو سونگھنے سے ملتا ہے۔ (۵)

ایک طرف تو طلحہ اور زبیر اس بات سے مایوس و ناامید ہو گئے کہ انہیں کوئی مقام و مرتبہ ملے گا اور ان کے ساتھ امتیازی سلوک  
روا رکھا جائے گا اور دوسری طرف انہیں یہ اطلاع ملی کہ عائشہ نے حضرت علیؓ کے خلاف مکہ میں پرچم لہرایا ہے۔ چنانچہ  
انہوں نے فیصلہ کیا کہ مکہ کی جانب روانہ ہوں اسی لئے حضرت علیؓ کے پاس آئے اور کہا کہ ہم عمرہ کی غرض سے آپ کی  
اجازت کے خواہاں ہیں۔

ان کے جانے کے بعد حضرت علیؓ نے اپنے دوستوں سے فرمایا کہ: خدا کی قسم ان کا ارادہ ہرگز عمرہ کا نہیں بلکہ ان کا مقصد  
عہد شکنی اور خیانت ہے۔<sup>(۶)</sup>

### موقف میں تبدیلی

عائشہ کو پہلے دو خلفاء کے دور میں جو مراعات حاصل تھیں ان سے وہ عثمان کے عہد آخر خلافت میں محروم کر دی گئیں چونکہ وہ  
ان کی حکومت سے عاجز و پریشان تھیں اسی لئے انہوں نے عثمان کے خلاف پرچم شورش لہرایا نیز زور بیان اور اپنی رفتار کے  
ذریعے اس نے مسلمانوں کو

خليفة وقت کے خلاف شورش و سرکشی کی دعوت دي۔<sup>(۷)</sup>

شعلہ شورش کو ہوا دینے کے باعث وہ خود کو اپنے مقصد میں کامیاب محسوس کر رہی تھی اس لئے وہ مکہ کی جانب روانہ ہو گئیں اور ہر لمحہ عثمان کے قتل نیز مسلمین کا طلحہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا انتظار کرنے لگیں۔

جس وقت عثمان کے قتل کی خبر انہیں ملی تو انہوں نے کہا کہ: خدا اس کو غارت کرے اپنے ان کرتوتوں سے ہی تو مارا گیا، خداوند تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کیا کرتا۔<sup>(۸)</sup> عثمان کے قتل کے بعد انہوں نے مسلمانوں سے کہا کہ وہ عثمان کے مارے جانے کے باعث پریشان خاطر نہ ہوں اگر وہ مارے گئے تو کیا ہوا مقام خلافت کے لئے بہترین اور لائق ترین شخص طلحہ تو تمہارے درمیان موجود ہیں ان کے ہاتھ پر بیعت کرو اور تفرقہ سے دور رہو۔

اپنے اس بیان کے بعد وہ بڑی تیزی سے مدینہ کی جانب روانہ ہوئیں انہیں اطمینان تھا کہ عثمان کے بعد منصب خلافت طلحہ کے ہاتھ آجائے گا، اسی لئے راستے میں خود ہی گنگنا رہی تھی کہ: میں گویا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی ہوں کہ لوگ طلحہ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں میری سواری کو تیز ہانکو تاکہ میں ان تک پہنچ جاؤں۔<sup>(۹)</sup>

عبید بن ام کلاب مدینہ سے واپس آرہے تھے راستے میں ان سے ملاقات ہو گئی، انہوں نے مدینہ کی حالت ان سے دریافت کی عبید نے ان سے کہا کہ عوام نے عثمان کو قتل کر دیا، آٹھ روز تک وہ یہ فیصلہ نہ کر سکے کہ کیا کریں۔ عائشہ نے دریافت کیا کہ اس کے بعد کیا ہوا؟ انہوں نے کہا کہ: الحمد للہ کام بحسن و خوبی تمام ہوا اور مسلمانوں نے ایک دل اور ایک زبان ہو کر علی ؑ بن ابی طالب ؑ کو منتخب کر لیا۔

عائشہ نے یہ خبر سننے کے بعد کہا خدا کی قسم اگر خلافت کا فیصلہ علی ؑ کے حق میں ہوا ہے تو اب آسمان زبر و زبر ہو جائیں گے مجھے یہاں سے واپس لے چلو فوراً مجھے یہاں سے لے چلو۔<sup>(۱۰)</sup>

چنانچہ وہ وہیں سے مکہ کی جانب روانہ ہو گئیں لیکن اب انہوں نے اپنا نظریہ بدل دیا تھا اور یہ

کہہ رہی تھیں کہ: عثمان بے گناہ مارا گیا میں اس کے خون کا بدلہ لینے کے لئے سرکشی کروں گی۔ عید نے ان سے کہا کہ ان کے خون کا مطالبہ تم کیسے کر سکتی ہو کیونکہ وہ تم ہی تو ہو جس نے سب سے پہلے عثمان کے قتل کیے جانے کی تجویز پیش کی اور تم ہی تو کہا کرتی تھیں کہ "نعش" کو قتل کر دو کیونکہ وہ کافر ہو گیا ہے اور آج تم ہی انہیں مظلوم و بے گناہ کہہ رہی ہو۔

عائشہ نے کہا کہ ہاں عثمان ایسا ہی تھا لیکن اس نے توبہ کر لی تھی اور لوگوں نے ان کی توبہ کی طرف سے بے اعتنائی کی اور انہیں قتل کر دیا اس کے علاوہ میں نے کل جو کچھ کہا تھا تمہیں اس سے کیا سروکار؟ میں آج جو کہہ رہی ہوں تم اسے مانو کیونکہ میری آج کی بات کل سے بہتر ہے۔<sup>(۱۱)</sup>

مکہ پہنچنے کے بعد عائشہ مسجد الحرام کے سامنے محل سے اتریں اور پوری سترپوشی کے ساتھ وہ حجر الاسود کے جانب روانہ ہوئیں ، لوگ ان کے چاروں طرف جمع ہو گئے، عائشہ نے ان کے سامنے تقریر کی اور کہا کہ عثمان کا خون ناحق ہوا ہے، انہوں نے اہل مدینہ اور دوسرے لوگوں کے جذبات کو ان کے خلاف جنہوں نے عثمان کے قتل میں حصہ لیا تھا برا فروختہ کیا اور حاضرین سے کہا کہ وہ عثمان کے خون کا بدلہ لیں اور قاتلوں کے خلاف شورش کرنے کی دعوت دی۔<sup>(۱۲)</sup>

### مکہ میں مخالفین کا جمع ہونا

مکہ میں عائشہ نے جیسے ہی حضرت علیؑ کے خلاف پرچم لہرایا آپ کے مخالفین ہر طرف سے ان سے گرد جمع ہو گئے۔ طلحہ و زبیر بھی حضرت علیؑ سے عہد شکنی کر کے ان کے ہمنا ہو گئے دوسری طرف بنی امیہ حضرت علیؑ کے ایک زمانے سے دشمن چلے آ رہے تھے اور کسی مناسب موقع کی تلاش میں تھے اور عثمان کے قتل کے بعد وہ مدینہ سے فرار کرے چونکہ مکہ پہنچ گئے تھے اس لئے وہ بھی عائشہ کے زیر پرچم آ گئے۔ اس طرح عثمان کے زمانے کے وہ تمام والی و صوبہ دار جنہیں حضرت علیؑ نے معزول

کر دیا تھا وہ سب عائشہ کے ساتھ ہو گئے مختصر یہ کہ وہ تمام مخالف گروہ جنہیں حضرت علی ؓ سے پر خاش تھی مکہ میں جمع ہو گئے اور اس طرح ناکثین کی تحریک کا اصل بیج یہاں بویا گیا، مخالف گروہوں کے سردار عائشہ کے گھر میں جلسات کی تشکیل کر کے شورش و سرکشی کی طرح اندازی پر بحث و گفتگو کرتے۔

عائشہ نے کہا کہ: اے لوگو یہ عظیم حادثہ ہے جو رونما ہوا ہے اور جو واقعہ رونما ہوا ہے وہ قطعی ناپسندیدہ ہے، اٹھو اور اپنے مصری بھائیوں سے مدد طلب کرو شام کے لوگ بھی تمہارا ساتھ دیں گے، شاید اس طرح خداوند تعالیٰ عثمان اور دیگر مسلمانوں کا بدلہ دشمنوں سے لے۔

طلحہ وزبیر نے بھی اپنی تقاریر کے دوران عائشہ کی حضرت علی ؓ کے خلاف جنگ کرنے میں حوصلہ افزائی کی اور کہا کہ وہ مدینہ سے رخصت ہو کر ان کے ساتھ چلیں۔

جب انہوں نے عائشہ کے جنگ میں شریک ہونے کی رضامندی حاصل کر لی اور عائشہ نے بھی اس تحریک کی قیادت سنبھال لی تو یہ گروہ عمر کی دختر اور پیغمبر اکرم ﷺ کی زوجہ حفصہ کی جانب گئے، انہوں نے کہا کہ مجھے عائشہ سے اتفاق رائے ہے اور میں ان کی تابع ہوں اگرچہ انہوں نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ عائشہ کے ہمراہ چلیں مگر ان کے بھائی عبداللہ اس روانگی میں مانع ہوئے۔<sup>(۱۳)</sup>

### سپاہ کے اخراجات

عثمان نے جو رقم اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کر دی تھی اور وہ کثیر دولت جو ان کے پردازوں کے ہاتھ آئی تھی وہ سب اسی مقصد کے لئے استعمال کی گئی چنانچہ بصرہ کے معزول گورنر عبداللہ بن عامر اور عثمان کے ماموں زاد بھائی نے سب سے پہلے عائشہ کی دعوت کو قبول کیا اور اپنا بہت سا مال انہیں دے دیا۔ عثمان کا معزول کردہ یمن کا گورنر یعلیٰ بن امیہ نے بھی اپنی کثیر دولت جس میں چھ ہزار درہم اور چھ سو اونٹ شامل تھے اس فتنہ پرور لشکر کے حوالے کر دیئے۔<sup>(۱۴)</sup> اور اس لشکر ناکثین کے اخراجات فراہم کئے۔

## عراق کی جانب روانگی

"ناکثین" کی سعی و کوشش سے مسلح لشکر فراہم ہو گیا، سرداران سپاہ نے اس بات پر غور کرنے کے لئے کہ جنگی کارروائی کہاں سے شروع کی جائے آپس میں مشورہ کیا اور انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ عراق کی جانب روانہ ہوں اور کوفہ و بصرہ جیسے دو عظیم شہروں کے باشندوں سے مدد لیں کیونکہ طلحہ اور زبیر کے بہت سے خیر خواہ وہاں موجود تھے اور اس کے بعد وہاں سے اسلامی حکومت کے مرکز پر حملہ کریں۔

اس فیصلہ کے بعد عائشہ کے منادی نے مکہ میں جگہ جگہ اعلان کیا کہ ام المومنین اور طلحہ اور زبیر کا ارادہ بصرہ جانے کا ہے جس کسی کو اسلامی حریت کا پاس ہے اور عثمان کے خون کا بدلہ لینا چاہتا ہے وہ ان کے ساتھ شریک ہو جائے۔ جب ہزار آدمی ضروری سامان جنگ کے ساتھ جمع ہو گئے تو انہوں نے مکہ سے عراق کی جانب کوچ کیا راستے میں ان کے ساتھ بہت سے لوگ شامل ہونے لگے یہاں تک کہ ان کی تعداد تین ہزار تک پہنچ گئی۔<sup>(۱۵)</sup> عائشہ اپنے مخصوص "عسکر" نامی شتر پر لشکر کے سپاہ کے پیش پیش تھی اور امیہ ان کے اطراف میں چل رہے تھے اور سب کا ارادہ بصرہ پہنچنا تھا۔

راہ میں جو حادثات رونما ہوئے ان میں سے ہم یہاں ایک کے بیان پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔ راستے میں انہیں جہاں پہلی جگہ پانی نظر آیا وہاں ان پر کتوں نے بھونکننا اور بھبھکنا شروع کر دیا، عائشہ نے دریافت کیا کہ یہ کونسی جگہ ہے انہیں بتایا گیا کہ یہ "حَوَاب" ہے۔ یہ سن کر عائشہ کو پیغمبر اکرم ﷺ کی وہ حدیث یاد آگئی جس میں آنحضرت ﷺ نے یہ پیشن گوئی کی تھی کہ حوَاب کے کتے ازواج مطہرات میں سے ایک پر غرائیں گے اور انہیں اس سفر سے باز رہنے کے لئے فرمایا تھا<sup>(۱۶)</sup>۔ عائشہ اس حادثے سے پریشان ہو گئیں اور فرمایا: "انالله و انا اليه راجعون"

میں وہی زوجہ ہوں جنہیں پیغمبر اکرم ﷺ نے ان کے مستقبل کے بارے میں آگاہ کر دیا تھا اور فوراً ہی واپس چلے جانے کا فیصلہ کیا۔ لیکن طلحہ وزبیر نے جب یہ دیکھا کہ عائشہ جنگ کے خیال کو ترک کیا چاہتی ہیں تو انہیں اپنی آرزوئیں خاک میں ملتی ہوئی نظر آئیں چنانچہ انہوں نے یہ کوشش شروع کر دی کہ عائشہ اپنے فیصلے سے باز رہیں بالآخر جب پچاس آدمیوں نے یہ جعلی گواہی دی کہ یہ جگہ "حَوَاب" نہیں تو وہ مطمئن ہو گئیں۔<sup>(۱۷)</sup>

ناکثین کی سپاہ بصرہ کے قریب آکر رک گئی، عائشہ نے عبداللہ بن عامر کو بصرہ روانہ کیا اور بصرہ کے کچھ بڑے افراد کے نام خط لکھا اور ان کے جواب کا انتظار کرنے لگی۔

### سپاہ کی جانب عثمان بن حنیف کے نمائندوں کی روانگی

امیر المومنین حضرت علیؑ کی جانب سے بصرہ میں مقرر صوبہ دار عثمان بن حنیف کو جب یہ اطلاع ہوئی کہ عائشہ کا لشکر شہر "ابوالاسود دونلی" کے گرد نواح میں پہنچ گیا ہے تو انہوں نے "عمران بن حصین" کو سردار لشکر کے پاس بھیجا تاکہ وہ یہ جان سکیں کہ بصرہ کی جانب آنے کا کیا سبب و محرک ہے۔ انہوں نے سب سے پہلے عائشہ سے ملاقات کی اور ان سے دریافت کیا کہ بصرہ کی جانب آپ کے آنے کا کیا مقصد ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ عثمان کے خون کا بدلہ اور ان کے قاتلوں سے انتقام لینا۔

طلحہ اور زبیر سے بھی انہوں نے یہی سوال کیا انہوں نے بھی عائشہ کی بات دہرا دی، عثمان بن حنیف نے طلحہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ کیا تم نے حضرت علیؑ کے دست مبارک پر بیعت نہیں کی؟ انہوں نے کہاں ہاں مگر میری بیعت دباؤ کی وجہ سے تھی۔<sup>(۱۸)</sup>

عثمان بن حنیف کے نمائندگان نے تمام واقعات کی انہیں اطلاع دی عائشہ بھی اپنے لشکر کے ہمراہ "حضر ابو موسیٰ" نامی جگہ سے روانہ ہو کر بصرہ میں داخل ہو گئیں اور "مرید" کو جو کبھی بہت وسیع و کشادہ میدان تھا "لشکر گاہ" قرار دیا۔

عثمان بن حنیف نے اپنے نمائندگان سے گفتگو کرنے کے بعد فیصلہ کیا کہ جب تک امیر المومنین حضرت علی ؑ کی جانب سے کوئی حکم نامہ نہیں ملتا وہ سپاہ کو قلب شہر میں آنے سے روکیں۔ چنانچہ انہوں نے حکم دیا کہ لوگ مسلح ہو جائیں اور جامع مسجد میں جمع ہوں۔

جب لوگ مسجد میں جمع ہو گئے تو قیس نامی شخص نے صوبہ دار بصرہ کی جانب سے ان کے سامنے تقریر کی اور کہا کہ وہ عائشہ کے لشکر کا استقامت و پائیداری سے مقابلہ کریں۔ (۲۰)

ابن قتیبہ کے قبول کے مطابق خود عثمان بن حنیف اور ان کے ساتھیوں نے بھی اس موقع پر تقریریں کی اور اسی دوران کہا ان دو اشخاص (طلحہ اور زبیر) نے بھی حضرت علی ؑ کے دست مبارک پر بیعت کی تھی مگر یہ بیعت رضائے خداوندی کی خاطر نہ تھی اسی لئے انہوں نے عجلت کی اور چاہا کہ اس سے پہلے کہ بچہ اپنی ماں کا دودھ چھوڑ دے وہ بڑا اور جوان ہو جائے... ان کا خیال ہے کہ انہوں نے دباؤ کی وجہ سے بیعت کی ہے درحالیکہ ان کا شمار قریش کے زور مند لوگوں میں ہوتا ہے مگر چاہتے تو بیعت کرتے... صحیح طریق وہی ہے جو عام لوگوں نے طے کیا ہے اور حضرت علی ؑ کے دست مبارک پر بیعت کی اب آپ لوگ بتائیں کیا رائے ہے؟

یہ سن کر حکیم بن جبلة عبدی اپنی جگہ سے اٹھے اور کہا کہ ہماری رائے یہ ہے کہ اگر انہوں نے ہم پر حملہ کیا تو ہم بھی جنگ کریں گے اور اگر وہ حملہ کرنے سے باز رہے تو ہم اس کا استقبال کریں گے، اگرچہ مجھے اپنی زندگی بہت عزیز ہے مگر راہ حق میں جان دینے کا مجھے ذرا خوف نہیں۔ دوسرے لوگوں نے بھی اس رائے کو پسند کیا۔ (۲۱)

### پہلا تصادم

جب عائشہ کا لشکر "مرد" میں داخل ہو گیا تو بصرہ کے بعض وہ لوگ جو ان کے طرفدار تھے ان کی سپاہ میں شامل ہو گئے ان کے علاوہ بصرہ کے باشندے اور عثمان کے حامی بھی کثیر تعداد میں ان کے گرد جمع ہو گئے۔

سرداران لشکر کی تقاریر اور عثمان کی تحریک "بدلہ خون" کے باعث عثمان کے حامی و طرفدار دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے ایک گروہ نے عائشہ، طلحہ اور زبیر کے بیانات کی تائید کی اور انہوں نے کہا کہ آپ یہاں عمدہ مقصد کے لئے تشریف لائے ہیں۔ لیکن دوسرے گروہ نے ان پر دروغلوئی کا الزام لگایا اور کہا کہ خدا کی قسم تم جو کچھ کہہ رہے ہو وہ سراسر فریب ہے اور جو کچھ تم اپنی زبان سے بیان کر رہے ہو وہ ہمارے فہم سے باہر ہے۔

اس باہمی اختلاف کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے ایک دوسرے پر خاک اچھالنی شروع کر دی اور حالات کشیدہ ہو گئے۔ (۲۲) سرداران لشکر مروان، عبدالسہ بن زبیر اور چند دیگر افراد کے ساتھ صوبہ دار بصرہ کی جانب روانہ ہوئے اور انہوں نے عثمان بن حنیف سے درخواست کی کہ وہ اس جگہ سے چلے جائیں۔ لیکن انہوں نے ان کی اس درخواست کی پروا نہ کی۔ عثمان بن حنیف کے لشکر اور جارحین کے درمیان شدید تصادم ہوا جو غروب آفتاب تک جاری رہا۔ مدافین کے قتل اور جانبین میں سے بہت سے لوگوں کے زخمی ہو جانے کے بعد بعض لوگوں کی مداخلت کے باعث یہ جنگ بند ہوئی اور طرفین کے درمیان عارضی صلح کا عہد نامہ لکھا گیا اس عہد نامہ صلح کی شرائط یہ تھیں کہ:

- ۱۔ بصرہ کی صوبہ داری و مسجد اور بیت المال حسب سابق عثمان بن حنیف کے اختیار میں رہے گا۔
- ۲۔ طلحہ اور زبیر نیز ان کے آدمیوں کو یہ آزادی ہے کہ وہ بصرہ میں جہاں بھی چاہیں آجاسکتے ہیں۔
- ۳۔ طرفین میں سے کس کو بھی یہ حق حاصل نہیں کہ وہ دوسرے کے لئے کوئی پریشانی پیدا کرے۔
- ۴۔ یہ عہد نامہ اس وقت تک معتبر ہے جب تک حضرت علیؑ یہاں تشریف لے آئیں اس

کے بعد لوگوں کو صلح یا جنگ کا اختیار ہوگا۔  
جب عہدنامے پر دستخط ہو گئے اور طرفین کے درمیان صلح ہو گئی تو عثمان بن حنیف نے اپنے طرفداروں کو حکم دیا کہ وہ اپنا  
اسلحہ ایک طرف رکھ دیں اور اپنے گھروں کو واپس جائیں۔ (۲۳)

### دھوکہ و عہد شکنی

لشکروں کے سرداروں نے بصرہ میں قدم جمانے کے بعد یہاں کے قبائل کے سربراہوں اور وہ اشخاص سے ملاقاتیں کرنا شروع کیں  
اور سبز باغ دکھا کر انہیں بہت سی چیزوں کا لالچ دیا جس کے باعث بہت سے دنیا اور جاہ طلب لوگوں نے ان کی دعوت کو قبول  
کر لیا۔

طلحہ اور زبیر نے جب اپنا کام مستحکم کر لیا تو وہ اپنے عہد کی پاسداری سے روگرداں ہو گئے۔ چنانچہ صوبہ دار کے گھر پر شبخون  
مار کر عثمان بن حنیف کو گرفتار کر لیا اور انہیں سخت ایذا پہنچائی، پہلے تو انہیں سخت زد و کوب کیا اور پھر سر، داڑھی اور دونوں  
ابروں کے بال نوچے اس کے بعد بیت المال پر حملہ کیا وہاں کے چالیس پاسبانوں کو قتل کر کے باقی کو منتشر کر دیا اور خزانے میں  
جو کچھ مال و متاع موجود تھا اسے لوٹ لیا۔

اس طرح شہر پر جارحین سپاہ کا قبضہ ہو گیا اور جو اہم و حساس مراکز تھے وہ ان کے تحت تصرف گئے۔ جارحین نے مزید رعب  
جمانے کے لئے ان لوگوں میں سے پچاس افراد کو جنہیں انہوں نے گرفتار کیا تھا عوام کے سامنے انتہائی بے رحمی کے ساتھ  
وحشیانہ طور پر قتل کر دیا۔ (۲۴)

عائشہ نے حکم دیا کہ عثمان بن حنیف کا بھی خاتمہ کر دیا جائے مگر ایک نیک دل خاتون مانع ہوئیں اور انہوں نے کہا کہ عثمان بن  
حنیف اصحاب پیغمبر ﷺ میں سے ہیں۔ رسول خدا کے احترام کا پاس کیجئے اس پر عائشہ نے حکم دیا کہ انہیں قید کر لیا جائے۔ (۲۵)

### جمل اصغر

حکیم بن جبہ کا شمار بصرہ کے سربراہوں اور وہ اشخاص میں ہوتا تھا انہیں جس وقت عثمان بن حنیف

کی گرفتاری کے واقعے کا علم ہوا تو انہوں نے اپنے طائفہ "عبدالقیس" کے جنگجو جوانوں کو مسجد میں بلایا اور پرہیزگاروں کی تقریر کے بعد تین اور بعض اقوال کے مطابق سات سو افراد کو لے کر حملہ کا اعلان کر دیا اور جارحین سپاہ کے مقابل آگئے۔ اس جنگ میں جسے جنگ جمل اصغر سے تعبیر کیا گیا ہے حکیم بن جبلة اور ان کے ساتھیوں نے سخت پائمری سے دشمن کا مقابلہ کیا یہاں تک جس وقت بازار کارزار پورے طور پر گرم تھا جارحین لشکر کے ایک سپاہی نے حکیم بن جبلة پر حملہ کر کے ان کا ایک پیر قطع کر دیا انہوں نے اسی حالت میں اس سپاہی پر وار کیا اور اسے مار گرایا وہ اسی طرح ایک پیر سے دشمن سے نبرد آزما ہوتے رہے حملہ کرتے وقت یہ رزمیہ اشعار ان کی زبان پر جاری تھے۔

یا ساق لن تراعی

ان معی ذراعی

احمی بھا کر اعی

اے پیر تو غم مت کر کیونکہ ابھی میرے ہاتھ میرے ساتھ ہیں اور ان سے ہی میں اپنا دفاع کروں گا۔ وہ اسی حالت میں مسلسل جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ نقاہت و کمزوری ان پر غالب آگئی اور شہید ہو گئے۔ ان کے فرزند، بھائی اور دوسرے ساتھی بھی اس جنگ میں قتل ہو گئے۔<sup>(۲۶)</sup> حکیم بن جبلة پر غلبہ پانے کے بعد جارحین لشکر کے سرداروں نے دوبارہ فیصلہ کیا کہ عثمان بن حنیف کو قتل کر دیا جائے مگر انہوں نے کہا کہ تمہیں معلوم ہے کہ میرا بھائی "سہل" مدینہ کا صوبہ دار ہے اگر تم مجھے قتل کرو گے تو وہ تمہارے عزیز و اقارب کو مدینہ میں نیست و نابود کر دے گا چنانچہ اس بنا پر وہ ان کے قتل سے باز رہے اور انہیں آزاد کر دیا۔<sup>(۲۷)</sup>

### سرداری پر اختلاف

"ناکشین" کے لشکر سردار ان کو جب ابتدائی جنگوں میں فتح و کامرانی حاصل ہوئی اور انہوں نے شہر پر بھی قبضہ کر لیا تو ان میں یہ اختلاف پیدا ہوا کہ سربراہ کسے مقرر کیا جائے ان میں سے ہر

شخص کی یہی کوشش تھی کہ فتح کے بعد اولین نماز جو مسجد میں ادا کی جائے اس میں وہی امام جماعت کے فرائض انجام دے یہ باہمی کشمکش اس قدر طولانی ہوئی کہ نزدیک تھا کہ آفتاب طلوع ہو جائے چنانچہ لوگوں نے بلند آواز سے کہنا شروع کیا اے صحابہ پیغمبر ﷺ "الصلوة الصلوة" لیکن طلحہ وزبیر نے اس کی جانب توجہ نہ کی، عائشہ نے مداخلت کی اور حکم دیا کہ ایک روز طلحہ کے فرزند محمد اور دوسرے روز زبیر کے بیٹے عبداللہ امامت کریں گے۔ (۲۸)

### خبر رسائی

طلحہ اور زبیر نے جب بصرہ پر قبضہ کر لیا تو وہ کارنامے جو انہوں نے انجام دیئے تھے انکی خبر شام کے لوگوں کو بھیجی گئی۔ عائشہ نے بھی ان خبروں کی تفصیل اہل کوفہ کو لکھی اور ان سے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت سے دستکش ہو جائیں اور عثمان کے خون کا بدلہ لینے کے لئے اٹھ کھڑے ہوں۔ یمامہ اور مدینہ کے لوگوں کو بھی خط لکھے گئے اور انہیں فتح بصرہ کی اطلاع کے ساتھ یورش و شورش کا مشورہ دیا گیا۔ (۲۹)

## سوالات

- ۱۔ جس وقت امیرالمومنین حضرت علی ؑ نے زمام حکومت سنبھالی تو وہ کون سے گروہ تھے جو آپ کی مخالفت پر اتر آئے؟
- ۲۔ وہ کون سے عوامل تھے جن کے باعث طلحہ اور زبیر نے امیرالمومنین حضرت علی ؑ کے دست مبارک پر بیعت کرنے کے بعد عہد شکنی کی اور مخالفین کی صف میں شامل ہو گئے۔
- ۳۔ ناکثین کی تحریک کا اصل مرکز کہاں واقع تھا اور اس کی کس طرح تشکیل ہوئی؟
- ۴۔ عثمان کے قتل سے قبل عائشہ کا کیا موقف تھا اور انہوں نے اسے کیوں اختیار کیا تھا؟
- ۵۔ جب عثمان قتل ہوئے اور امیرالمومنین حضرت علی ؑ برسر اقتدار آگئے تو عائشہ نے اپنا موقف کیوں تبدیل کر دیا تھا؟
- ۶۔ جب عثمان بن حنیف کو یہ علم ہوا کہ "ناکثین" کا لشکر بصرہ کے نزدیک پہنچ گیا ہے تو انہوں نے کیا اقدام کیا؟
- ۷۔ حضرت علی ؑ کے لشکر کے بصرہ پہنچنے سے قبل وہاں کیا کیفیت طاری تھی اس کا مختصر حال بیان کیجئے؟

## حوالہ جات

۱۔ نہج البلاغہ خطبہ سوم ملاحظہ ہو جس میں آپ ﷺ فرماتے ہیں: "فلما نحضت بالامر نكثت طائفة ومرقت اخرى وقسط آخرون"۔ حضرت علی ﷺ سے قبل پیغمبر اکرم ﷺ نے بھی دشمنان اسلام کے بارے میں پیشین گوئی کر دی تھی۔ چنانچہ حضرت علی ﷺ سے آپ ﷺ نے خطاب کرتے ہوئے ان کے یہ نام بیان کئے تھے: "یا علی ستقاتل بعدی الناکثون والقاسطین والمارقین" (شرح ابن ابی الحدید ج ۱ / ۲۰۱)

۲۔ "طلاق" وہ لوگ تھے جو فتح مکہ کے دوران مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہوئے تھے لیکن رسول خدا ﷺ نے سب کو آزاد کر دیا تھا اور فرمایا تھا کہ "اذہبوا انتم الطلقاء"

۳۔ تاریخ یعقوبی ج ۲ / ۱۸۰ - ۱۷۹۔ "انما شریکای فی القوة والاستقامة عونای ای علی العجز الاود"

۴۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۴ / ۳۲ - ۳۰

۵۔ مالنا من هذا الامر الا کحسة انف الکلب (تاریخ طبری ج ۳ / ۳۲۹)

۶۔ واللہ ما اراد العمرة ولكنهما اراد الغدرة (تاریخ یعقوبی ج ۲ / ۱۸۰)

۷۔ عثمان کے خلاف عائشہ کے اقوال و اقدامات کے لئے ملاحظہ ہو (الغدیر ج ۹ / ۸۶ - ۷۷)

۸۔ أبعدہ اللہ بما قدمت یداہ وما اللہ بظلام للعبید"۔ الغدیر ج ۹ / ۸۳

۹۔ الغدیر ج ۹ / ۸۲ ابو مخنف لوط بن ے حی الازدی سے منقول

۱۰۔ کامل ابن اثیر ج ۳ / ۲۰۶ تاریخ طبری ج ۳ / ۳۳۸۔ الغدیر ج ۹ / ۸۲ / ۸۰ انساب الاشراف ج ۲ / ۲۱۷۔

۱۱۔ عبید نے عائشہ کے جواب میں یہ اشعار پڑھے:

فمنك البدء ومنك الضير

ومنك الرياح ومنك المطر

و انت امرت بقتل الامام

و قلت لنا انه قد كفر

فهنا اطعناك في قتله

و قاتله عندنا من امر

الامامة والسياسة ج ١ / ٥١\_ تاريخ طبري ج ٣ / ٣٥٩\_٣٥٨ يعني ان اختلاف کا سرچشمہ اور تغيرات کا باعث تم ہی تو ہو تمہاری  
وجہ سے سخت طوفان اور فتنے پھا ہوئے تم نے ہی عثمان کے قتل کا حکم دیا اور کہا کہ وہ کافر ہو گیا

ہے اب بالفرض ہم نے تمہاری اطاعت کی خاطر اس قتل میں حصہ لیا اصل قاتل وہ ہے جس نے اس قتل کا حکم دیا۔

۱۲۔ تاریخ طبری ج ۴/۳۳۸۔ کامل ابن اثیر ج ۳/۲۰۷۔ انساب الاشراف بلاذری ج ۲/۲۱۸

۱۳۔ تاریخ طبری ج ۴/۳۵۲

۱۴۔ تاریخ طبری ج ۴/۳۵۱۔ ابن اثیر ج ۳/۲۰۸۔ تاریخ یعقوبی ج ۲/۱۸۱ لیکن طبری کی تاریخ ج ۴/۳۵۰ و ۳۵۱ پر یعلیٰ بن

امیہ کے اونٹوں کی تعداد چھ ہزار چھ سو لکھی ہے۔

کامل ابن اثیر ج ۳/۲۰۸ تاریخ یعقوبی ج ۲/۱۸۱

۱۵۔ تاریخ طبری ج ۴/۳۵۲۔ ۳۵۱

۱۶۔ اس حدیث کے متن کو مختلف مورخین نے بیان کیا ہے۔ یعقوبی نے ج ۲/۱۸۱ پر نقل کیا ہے: "الاکونی التي تتجک کلاب

الحوَاب" (عائشہ تم ان میں سے نہ ہونا جن پر حوَاب کے کتے بھونکیں) لیکن ابن اثیر تاریخ ج ۲/۲۱۰ کامل اور بلاذری نے انساب

الاشراف (ج ۲/۲۲۳) میں اس طرح درج کیا ہے "لیت شعری ایتکن تبنا کلاب الحوَاب" اور ابن ابی الحدید نے ج ۱۰/۳۱۰ پر

یہی حدیث دوسرے الفاظ کے ساتھ پیش کی ہے۔

۱۷۔ سروج الذہب ج ۳/۳۵۷۔ انساب الاشراف ج ۲/۲۲۳ الامامۃ والسیاسات ج ۱/۶۰ لیکن یعقوبی نے (ج ۲

/۱۸۱) شہادت دینے والوں کی تعداد چالیس لکھی ہے۔

۱۸۔ تاریخ طبری ج ۴/۳۶۱ کامل ابن اثیر ج ۳/۲۱۱

۱۹۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۹/۳۱۳، تاریخ طبری ج ۴/۳۶۲، کامل ابن اثیر ج ۳/۲۱۱۔ الامامۃ والسیاستہ ج ۱/۶۱ یہ

گفتگو اگرچہ بہت مفصل ہے مگر یہاں اس کا خلاصہ دیا گیا ہے۔

۲۰۔ مرید شہر کے کنارہ پر ایک میدان تھا جہاں منڈی لگتی تھی۔

۲۱۔ تاریخ طبری ج ۴/۳۶۲

۲۲۔ الامامۃ والسیاستہ ج ۱/۶۱۔ ۶۰

۲۳۔ تاریخ طبری ج ۴/۳۶۳۔ کامل ابن اثیر ج ۳/۲۱۳۔ ۲۱۲

۲۳۔ الجمل للمفید / ۱۵۱۔ ۱۵۰۔ تاریخ طبری ج ۲ / ۳۳۶۔ کامل ابن اثیر ج ۳ / ۲۱۳ مروج الذهب ج ۲ / ۳۵۸ شرح ابن ابی الحدید ج ۹ / ۳۲۰ الامامة والسياسة / ۶۵

۲۵۔ مروج الذهب ج ۲ / ۳۵۸ شرح ابن ابی الحدید ج ۹ / ۳۲۱

۲۶۔ تاریخ طبری ج ۳ / ۲۶۸ کامل ابن اثیر ۲۱۶۔ ۲۱۵

۲۷۔ کامل ابن اثیر ج ۳ / ۲۱۶۔ ۲۱۵۔ تاریخ طبری ج ۳ / ۳۴۱۔ ۳۴۰۔ الجمل للمفید / ۲۵۲۔ ۱۵۱

۲۸۔ الجمل للمفید ۱۵۳۔ کامل ابن اثیر ج ۳ / ۲۱۹۔ تاریخ طبری ج ۳ / ۳۴۳۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ عثمان حنیف کے اس قول کے علامہ مفید نے بصرہ کی ایک خاتون سے نقل کیا ہے۔

۲۹۔ مروج الذهب ج ۲ / ۳۵۸۔ الجمل للمفید / ۱۵۲۔ تاریخ یعقوبی ج ۲ / ۱۸۱

۳۰۔ کامل ابن اثیر ج ۳ / ۲۲۰۔ ۲۱۹۔ تاریخ طبری ج ۳ / ۳۴۲۔ عائشہ نے جو خط مدینہ اور یمامہ کے لوگوں کو لکھا تھا اس کا متن علامہ مفید نے اپنی تالیف "الجمل" کے صفحہ ۱۶۰ پر درج کیا ہے۔

ساتواں سبق

خلافت ظاہری سے شہادت تک ۳

حضرت علیؑ کی بصرہ کی جانب روانگی

ربذہ میں قیام

لشکر کا جاہ و جلال

صلح کی کوشش

لشکر کے لئے دستور العمل

دشمن کو متفرق کرنے کی آخری کوشش

فیصلہ کن جنگ

عام معافی

سوالات

حوالہ جات

## حضرت علیؑ کی بصرہ کی جانب روانگی

امیر المومنینؑ کی حکومت کے مخالفوں کا وجود میں آنا ان کے درمیان اتحاد و الفت اور ان کے لشکر کا بصرہ کی جانب روانہ ہونا اور پھر اس پر قابض ہو جانے کو ہم بیان کر چکے ہیں اب مدینہ چلتے ہیں تاکہ وہاں سے امیر المومنینؑ کے ساتھ بصرہ کی طرف روانہ ہو جائیں۔

معاویہ نے حضرت علیؑ کی حکومت کے خلاف سرکاری سطح پر سرکشی کی تھی اور امیر المومنین حضرت علیؑ کے دست مبارک پر بیعت کرنے سے قطعی انکار کر دیا تھا اسی لئے حضرت علیؑ بھی ان سے نبرد آزما ہونے کے لئے ابتدائی تیاری میں مشغول تھے، اس ضمن میں انہوں نے حضرت بن حنیف، قیس بعد سعد اور ابو موسیٰ جیسے اپنے کارپردازوں کو خطوط کے ذریعہ مطلع کیا کہ معاویہ کے خلاف جنگ کرنے کی غرض سے لوگوں کو آمادہ کریں۔

اس اثناء میں حضرت علیؑ کو عائشہ، طلحہ اور زبیر کی سرکشی نیز ان کے لشکر کی عراق کی جانب روانگی کی اطلاع ملی۔ حضرت علیؑ جانتے تھے کہ موجودہ حالات میں ان تینوں حضرات کی یورش معاویہ کی سرکشی سے کہیں زیادہ سنگین ہے کیونکہ معاویہ اسلامی حکومت کے دو دراز علاقے میں سرگرم عمل تھا لیکن یہ لوگ مرکز خلافت میں بھی یکجا جمع اور اس کے گرد و نواح میں شورش کیے ہوئے تھے اس کے علاوہ بصرہ اور کوفہ سیاسی اور عسکری اعتبار سے خاص اہمیت کے حامل ہیں چنانچہ اس بناء پر اس سے پہلے کی یورش و بغاوت کے شعلے دیگر مقامات تک پہنچیں آپؑ نے

مصلحت امر اس میں سمجھی کہ انکے آتش فتنہ کو خاموش کرنے کے لئے خود ہی پیشقدمی کریں اگرچہ کچھ لوگوں نے یہ تجویز بھی پیش کی آپ طلحہ اور زبیر کے تعاقب کو نظر انداز کر دیں مگر آپ نے اس تجویز کو قبول کرنے سے قطعی انکار کر دیا اور فرمایا کہ خدا کی قسم میں بجز نہیں ہوں جس کو پکڑنے کے لئے لوگ اس کے بھٹ پر دھیمے سروں میں گاتے بجاتے ہیں اور اچانک اس کو پکڑ لیتے ہیں۔ اپنے مخالفین سے پوری طرح باخبر ہوں میں حق پسندوں کی شمشیر براں سے ان لوگوں کا کام تمام کردوں گا جنہوں نے حق کے نام پر سرکشی و یورش کا سہارا لیا ہے میں اپنے مطیع و فرمانبردار ہماروں کی مدد سے ان تمام سرکشوں کو جو راہ حق میں رخنہ اندازی پر تلے ہوئے ہیں، ہمیشہ کے لئے راستے سے ہٹا دوں گا اور اپنے اس عمل کو تادم واپسین جاری رکھوں گا۔

حضرت علیؑ نے مسلمانوں کو مسجد میں جمع ہونے کا حکم دیا جب لوگ جمع ہو گئے تو آپؑ نے عام لوگوں پر یہ واضح کرنے کے لئے مخالفین کے اغراض و مقاصد کیا ہے اس موضوع سے متعلق درج ذیل تقریر فرمائی۔

"لوگوں عائشہ بصرہ کی جانب چلی گئی ہیں۔ طلحہ و زبیر ان کے ہمراہ ہیں ان دونوں کا یہ خیال ہے کہ خلافت پر صرف انھی کا حق ہے کسی اور کا نہیں۔ طلحہ، عائشہ کا چچا زاد بھائی ہے اور زبیر ان کے داماد ہیں (اور عائشہ کی سعی و کوشش انہی کے لئے ہے) خدا کی قسم اگر یہ دونوں اپنے مقاصد میں بالفرض کامیاب ہو بھی گئے تو پھر ان دونوں میں وہ سخت تنازع ہوگا کہ ان میں ایک دوسرے کی گردن مار دے گا۔ خدا شاہد ہے کہ جو شخص سرخ اونٹ پر سوار ہو کر روانہ ہوتا ہے وہ زیادہ دور تک راستے طے نہیں کرتا اور اس سے کوئی عقدہ و ابھری نہیں ہوتا مگر یہ کہ وہ گناہ کے راستے پر چلے اور خدا کا غضب اس پر نازل ہوتا کہ وہ اور اس کے ساتھی ہلاکت کو پہنچیں۔

خدا کی قسم انجام کار یہ ہوگا کہ ان میں سے ایک تہائی افراد مارے جائیں گے، ایک تہائی فرار کر جائیں گے اور ایک تہائی توبہ کر لیں گے۔

عائشہ وہی خاتون ہیں "جس پر حَوَاب" کے کتے غرار ہے ہیں، طلحہ اور زبیر بھی جانتے

ہیں کہ وہ ٹھیک راستے پر نہیں چل رہے ہیں۔ افسوس اس عالم کے حال پر جو اپنے جہل کے باعث مارا گیا اور وہ اپنے علم سے بہرہ مند نہ ہو سکا۔

مجھے قریش سے کیا سروکار خدا گواہ ہے جب وہ حالت کفر میں تھے میں نے انہیں قتل کیا اس وقت بھی وہ ہوا و ہوس اور شیطانی وسوسا کے دام فریب میں ہیں (اسی لئے شورش پیا کئے ہوئے ہیں) یہ سب میرے ہاتھوں مارے جائیں گے۔<sup>(۱)</sup>  
حضرت علیؑ نے افکار عامہ کو بیدار کرنے کی غرض سے دوسرے اور تیسرے روز پر ہیجان تقاریر کیں اور بالآخر آپؑ نے اعلان جنگ کر دیا۔ سہل بن حنیف کو مدینے میں اپنا جانشین مقرر کیا<sup>(۲)</sup> اور خود مسلح و مجہز لشکر کے ساتھ جو سات سو سے زیادہ افراد پر مشتمل تھا مدینہ سے عراق کی جانب روانہ ہوئے۔

"ناکثین" پر قابو پانے کے لئے امیر المومنین حضرت علیؑ کا لشکر پہلے مکہ کی جانب روانہ ہوا لیکن جب آپؑ "ربذہ"<sup>(۳)</sup> نامی مقام پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ مخالفین وہاں سے کوچ کر چکے ہیں۔ چنانچہ وہاں سے آپؑ نے عراق کی جانب رخ کیا۔

### ربذہ میں قیام

حضرت علیؑ نے ربذہ میں چند روز قیام فرمایا اس عرصے میں مدینہ سے کچھ انصار جن میں خزیمہ بن ثابت اور تقریباً چھ سو طاغفہ طی کے منظم سوار امیر المومنین حضرت علیؑ کے لشکر سے متصل ہو گئے۔<sup>(۴)</sup>  
عثمان بن حنیف بھی دشمنوں کے چنگل سے نجات پانے کے بعد ربذہ میں حضرت علیؑ سے آن ملے انہوں نے حضرت علیؑ سے ملاقات کرنے کے بعد کہا یا امیر المومنینؑ جس روز آپؑ نے مجھے روانہ کیا تھا اس وقت میری داڑھی بہت گھنی تھی لیکن آج میں آپؑ کی خدمت میں ایک بے ریش نوجوان کی صورت میں حاضر ہوا ہوں... حضرت علیؑ نے انہیں صبر کی تلقین کی اور ان کے لئے

دعا فرمائی۔<sup>(۵)</sup>

اسی طرح امیر المومنین حضرت علیؑ نے ہاشم مرتال کو خط دے کر حاکم کوفہ کی جانب روانہ کیا تاکہ اس سے پہلے کہ طلحہ اور زبیر وہاں پہنچیں وہاں کے گورنر کی عسکری مدد حاصل کر لی جائے۔ لیکن موسیٰ اشعری حاکم کوفہ نے صرف حضرت علیؑ کے نمائندے سے سیدھے منہ بات نہ کی بلکہ حضرت علیؑ کے خط کو بھی انہوں نے غائب کر دیا اور ہاشم مرتال کو یہ دھمکی دی کہ وہ انہیں قیدی بنالیں گے انہوں نے کوفہ کے لوگوں کو بھی سختی سے منع کر دیا اور کہا کہ حضرت علیؑ کی مدد نہ کریں۔ گورنر کی حیثیت سے اعلان کیا کہ اگر جنگ کی نوبت آئی تو پہلے وہ عثمان کے قاتلوں کے خلاف جنگ کریں گے اور اس کے بعد وہ دوسروں کی طرف متوجہ ہوں گے۔<sup>(۶)</sup> حضرت علیؑ کے نمائندے نے ان تمام واقعات کی امیر المومنینؑ کو خبر کی۔

یہ خط حضرت علیؑ کو "ذی قار" نامی مقام پر موصول ہوا۔

امیر المومنین حضرت علیؑ نے اپنے فرزند عزیز حضرت امام حسنؑ اور حضرت عمارؑ کو اپنے پاس بلایا اور ان دونوں حضرات کو اس کام پر مقرر کیا کہ اہل کوفہ کے لئے وہ خط لے کر روانہ ہوں اور وہاں پہنچ کر وہاں کے لوگوں کو مدد کیلئے آمادہ کریں۔ حضرت علیؑ نے خط ابو موسیٰ کو بھی لکھا اور انہیں ان کے منصب سے معزول کر دیا۔ امیر المومنینؑ نے اس خط میں لکھا تھا کہ انہوں نے اپنے موقف کا صحیح استعمال نہیں کیا اور اسی بنا پر انہیں سخت تنبیہ بھی کی اس کے علاوہ حضرت علیؑ نے مالک اشتر کو ان کے پیچھے روانہ کیا۔

حضرت امام حسنؑ اور حضرت عمارؑ نے کوفہ پہنچنے کے بعد حضرت علیؑ کا خط وہاں کے لوگوں کو سنایا اور اس سلسلے میں تقاریر بھی کیں۔ حضرت علیؑ کی تحریر اور حضرت امام حسنؑ اور حضرت عمارؑ کی تقریر کا اثر یہ ہوا کہ اہل کوفہ ان کے گرویدہ ہو گئے اور انہوں نے امیر المومنین حضرت علیؑ کے ساتھ خلوص نیت اور اظہار محبت کیا اور ان کے فرمان کے آگے سر تسلیم خم کر دیا۔

حضرت امام حسنؑ نے ابو موسیٰ کی معزولی کا بھی اعلان کیا اور ان کی جگہ قرظہ بن کعبؑ کو گورنر

مقرر کیا۔

امیر المومنین حضرت علیؑ کے نمائندے کی سعی و کوشش اور بصیرت افروز تقاریر کے باعث کچھ لوگوں نے اپنی رضامندی کا اعلان کر دیا چنانچہ چند روز بعد تقریباً سات ہزار افراد "ذی قار" میں حضرت علیؑ سے جا ملے۔ حضرت امام حسنؑ کی کامیابی پر حضرت علیؑ بہت مسرور ہوئے اور انہوں نے اپنے فرزند دلبند سے اظہارِ تشکر کیا۔<sup>(۷)</sup>

### لشکر کا جاہ و جلال

امیر المومنینؑ حضرت علیؑ کا وہ مسلح و عظیم لشکر جو مدینہ اور کوفہ میں جمع ہوا تھا اور بصرہ کے نواح میں قیام پذیر تھا اس لشکر کے بارے میں منذر بن جارود نے لکھا ہے کہ میں شہر بصرہ سے باہر نکل کر آیا تاکہ حضرت علیؑ کے لشکر کا نظارہ کر سکوں۔

اس وقت وہاں ہزار مسلح سوار موجود تھے اور ابو ایوب انصاری تو مند گھوڑے پر سوار ان کے پیش پیش چل رہے تھے۔ ان کے علاوہ بھی وہاں دوسرے عسکری دستے تھے جن میں ہر دستہ ہزار مسلح افراد پر مشتمل تھا اور دستوں کی کمانڈری خنیمہ بن ثابت، ابو قتادہ عمار یاسر، قیس بن سعد اور عبداللہ بن عباس جیسے جلیل القدر صحابہ رسول ﷺ کرتے تھے اور یہ تمام دستے ابو ایوب کی فوج کے پیچھے چل رہے تھے۔

انہی جنگجو دستوں میں ایک دستہ حضرت علیؑ کی زیر قیادت دیگر تمام دستوں سے آگے چل رہا تھا۔ امیر المومنین حضرت علیؑ کے دائیں بائیں حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ چل رہے تھے اور ان کے آگے حضرت علیؑ کے دیگر فرزند محمد بن حنفیہ پرچم ہاتھ میں لئے چل رہے تھے۔ عبداللہ ابن جعفر، حضرت علیؑ کے پیچھے تھے ان کے علاوہ عقیل کے فرزند اور بنی ہاشم کے نوجوانوں نے حضرت علیؑ کو انگشتی کے نگینہ کی طرح اپنے درمیان لے رکھا تھا۔ کچھ معمر بدری بزرگ (مہاجر و انصار) بھی ان ہی دستوں میں نظر آ رہے تھے۔<sup>(۸)</sup>

بصرہ پہنچنے سے قبل حضرت علی ؓ نے "زاویہ" نامی جگہ پر قیام فرمایا اور یہاں چار رکعت نماز ادا کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے دوبارہ سجدہ کیا اور اس قدر گریہ و زاری کی کہ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے پھر دعا کے لئے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور عرض کی... خداوند تعالیٰ اس جماعت نے میرے حکم کی نافرمانی کر کے مجھ پر ظلم کیا ہے یہ لوگ بیعت سے منحرف ہو گئے ہیں۔ اے خدا اب تو ہی مسلمانوں کی حفاظت فرما۔<sup>(۹)</sup>

## صلح کی کوشش

امیر المومنین حضرت علی ؓ کا مقصد جنگ کرنا نہ تھا بلکہ آپ چاہتے تھے کہ "تاکثین" نے جو فتنہ کی آگ بھڑکائی ہے اسے خاموش کر دیں اس مقصد کی برآوری کیلئے اور کشت و خون کو روکنے کی خاطر، حضرت علی ؓ نے ہر ممکن کوشش کی اور جو بھی ممکن طریقہ ہو سکتا تھا آپ ؓ اسے بروئے کار لائے امیر المومنین ؓ نے جو صلح طلبانہ اقدامات کئے ان کے چند نمونے یہاں پیش کئے جاتے ہیں :

۱۔ بصرہ پہنچنے سے قبل آپ ؓ نے صعصعہ بن صوحان اور عبداللہ بن عباس کو جداگانہ طور پر خط دے کر عائشہ، طلحہ اور زبیر کے پاس بھیجا کہ شاید ان کو مذاکرہ اور پند و نصیحت کے ذریعے جنگ کرنے سے باز رکھا جاسکے۔ لیکن ان لوگوں نے حضرت علی ؓ کے نمائندگان اور آپ ؓ کے پند و نصائح کے آگے سر تسلیم خم نہ کیا اور جنگ کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ اختیار کرنے سے انکار کر دیا۔<sup>(۱۰)</sup>

۲۔ حضرت علی ؓ نے جنگ کے دن فیصلہ کیا کہ کلام اللہ کو درمیان لا کر اسے حکم قرار دیں۔ چنانچہ آپ ؓ نے حضرت مسلم نامی شخص کو قرآن پاک دیا اور فرمایا کہ ان لوگوں سے کہو کہ ہمارے اور تمہارے درمیان قرآن ہی حاکم و منصف ہے، خدا سے ڈرو اور مسلمانوں کا خون بہانے سے گریز کرو۔

اس جو ان نے حضرت علی ؓ کے حکم پر عمل کیا لیکن انہوں نے مسلم کا وہ ہاتھ قلم کر دیا جس میں

قرآن مجید تھا انہوں نے قرآن دوسرے ہاتھ میں لے لیا اور حسب سابق انہیں قرآنی حکومت کی دعوت دی مگر ان سنگدلوں نے ان کا دوسرا ہاتھ بھی قطع کر دیا اور انہیں شہید کر دیا۔<sup>(۱۱)</sup>

۳۔ حکومت قرآن کی دعوت دینے والے جوان مسلم کے قتل نے کشت و خون کا سدباب کرنے والے اقدامات سے حضرت علیؑ کو مایوس کر دیا۔ آپؑ نے آخری مرتبہ عمار یا سر کو بھیجا یہ وہ بزرگ صحابی تھے جن کے بارے میں رسول خدا ﷺ نے فرمایا تھا کہ جو لوگ انہیں قتل کریں گے ان کا شمار ظالموں میں ہوگا اور ان کے مقام و مرتبے نیز ایمان کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا: حق ہمیشہ عمار کے ساتھ ہے اور عمار حق سے پیوستہ۔ "عمار" نے بھی پند و نصیحت کے ذریعے سمجھانے کی کوشش کی انہوں نے دشمنوں کی سپاہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا اے لوگو تم نے پیغمبر اکرم ﷺ کے ساتھ انصاف کا رویہ اختیار نہ کیا تم نے اپنی عورتوں کو تو اپنے گھروں میں محفوظ کر دیا اور زوجہ مطہر رسول خدا ﷺ کو گھر سے نکال کر نیزوں اور تلواروں کے روبرو لے آئے۔

اس کے بعد وہ مزید آگے بڑھے اور عائشہ کے ہودج کے مقابل آکر ان سے گفتگو کی ان کی یہی کوشش تھی کہ وہ ان فتنہ انگیزوں کے ساتھ شریک نہ ہوں وہ ابھی گفتگو کر رہے تھے کہ دشمن کے تیرہر جانب سے ان کی طرف آنے لگے۔ اگرچہ انہوں نے اپنے سر کو اس طرف یا اس طرف خمیدہ کر کے خود کو تیروں کی زد سے بچا لیا اور قطع گفتگو کر کے امیر المومنین حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ: جنگ کے علاوہ چارہ نہیں ہے۔<sup>(۱۲)</sup>

۳۔ ناکثین کی جانب سے شدت کے ساتھ مسلسل تیر اندازی شروع ہو گئی ادھر سپاہ اسلام کا نعرہ بلند ہوا کہ: یا امیر المومنین ﷺ دشمن ہم پر تیروں کی بارش کر رہا ہے دفاع کا حکم صادر کیجئے۔

اس وقت ایک مرد کا جنازہ امیر المومنین ﷺ کے روبرو لایا گیا جسے دشمن نے اپنے تیروں کا نشانہ بنایا تھا۔ امیر المومنین حضرت علیؑ نے یہ حالت دیکھ کر رخ مبارک آسمان کی جانب کیا اور زبان حال سے فرمایا: خداوند تو عادل و دادگر ہے شاہد و گواہ رہنا۔ اس کے بعد اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم صبر

کرو تاکہ دشمن پر حجت تمام ہو جائے اس کے بعد ایک جنازہ اور لایا گیا، حضرت علی ؓ نے اس مرتبہ بھی وہی بات دہرا دی یہاں تک کہ صحابی بزرگ عبداللہ بن بدیل اپنے فرزند کا جنازہ لے کر آئے اور اسے حضرت علی ؓ کے روبرو رکھ دیا اور عرض کیا کہ یا امیر المؤمنین ؓ ہم کب تک صبر کریں دشمن ہمارے جوانوں کو یکے بعد دیگرے قتل کئے جا رہے ہیں۔ (۱۳)

حضرت علی ؓ مسلسل تین دن تک پوری کوشش کرتے رہے کہ جنگ و خون ریزی نہ ہو مگر افسوس انہیں اپنے اس ارادے میں کامیابی نہ ہوئی چنانچہ آپ نے خود کو اس اقدام کے روبرو پایا جو پہلے کئی مرتبہ انجام پذیر ہوا تھا اس کے بعد امیر المؤمنین ؓ نے رسول خدا ﷺ کی زرہ پہنی، عمامہ سر مبارک پر رکھا۔ ذوالفقار کمر میں حمائل کی دلدل پر سوار ہو کر پرچم محمد بن حنفیہ کو دیا (۱۴) مجہز و مسلح ہو کر آپ نے لشکر کا معائنہ کیا جو کہ بیس ہزار پر مشتمل تھا۔ طلحہ اور زبیر نے بھی اپنے لشکر کا معائنہ کیا جس میں تیس ہزار سے زیادہ نفوس شامل تھے... اب دونوں لشکر پوری طرح جنگ کے لئے آمادہ و تیار تھے۔

### لشکر کے لئے دستور العمل

دشمن پر حملہ کرنے سے قبل حضرت علی ؓ نے اپنی سپاہ کے لئے چند نکات صادر کئے اور فرمایا کہ جب دشمن کو شکست ہو جائے تو مجروحین سے جنگ نہ کریں، قیدیوں کو قتل نہ کیا جائے، فرار کرنے والوں کا تعاقب نہ کیا جائے۔ عورتوں کو برہنہ نہ کیا جائے۔ مقتولین کے ناک کان قطع نہ کئے جائیں کسی کی پردہ دری نہ ہو، فاتح سپاہی مفتوحے ن کے مال کے پاس سے بھی نہ گزریں البتہ میدان جنگ میں اگر ہتھیار اگھوڑے، غلام یا کنیز ہاتھ آجائیں تو انہیں غنیمت میں لے لیں۔ (۱۵)

## دشمن کو متفرق کرنے کی آخری کوشش

دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل صف آرا ہوئے اس سے قبل کہ جنگ شروع ہو حضرت علی ؓ کو یہ موقع مل گیا کہ زبیر ان کے سامنے آگئے۔ اگرچہ حضرت علی ؓ نے ان سے چند ہی جملے کہے جن کا ان کے دل پر ایسا گہرا اثر ہوا کہ دشمن کے سرداروں، فوج کی تشکیل کا شیرازہ منتشر ہو گیا جس وقت حضرت علی ؓ نے گفتگو کے دوران زبیر کو رسول خدا ﷺ کی حدیث سنائی اور کہا کہ اے زبیر کیا وہ دن یاد ہے جب کہ تو نے میری گردن میں اپنا ہاتھ حمایل کر رکھا تھا اور پیغمبر خدا ﷺ نے یہ دیکھ کر تجھ سے پوچھا تھا کہ کیا تجھے علی سے بہت پیار ہے؟ اور تو نے جواب دیا تھا آخر کیوں نہ پیار کروں یہ میرا مومن زاد بھائی ہی تو ہے اس کے بعد پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا تھا تو مستقبل قریب میں اس سے جنگ کرے گا درحالیکہ تو ستمگر ہوگا۔ <sup>(۱۶)</sup> زبیر نے جب یہ حدیث سنی تو کہا "انا لله وانا اليه راجعون" مجھے پورا واقعہ یاد آگیا میں آپ ؓ سے ہرگز جنگ نہ کروں گا اس کے بعد انہوں نے دیگر سرداران کی پرہیزان اور وسوسہ انگیز باتوں کی جانب توجہ کئے بغیر میدان جنگ سے کنارہ کشی اختیار کر لی اور "وادی اسباع" نامی مقام پر "عروبن جرموز" کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ <sup>(۱۷)</sup>

حضرت علی ؓ نے اس خیال سے کہ شاید طلحہ بھی جنگ سے باز رہیں اور نوبت خون ریزی کمی نہ آئے ان سے بھی ملاقات کی اور فرمایا کہ وہ کون سا عامل تھا جس کے باعث تو نے شورش و سرکشی کی۔ انہوں نے جواب دیا کہ عثمان کے خون کا بدلہ، اس پر حضرت علی ؓ نے فرمایا: خدا اس شخص کو پہلے قتل کرے جو اس گناہ میں ملوث ہو۔ پھر فرمایا: اچھا یہ بتا کہ عثمان کا قاتل کون ہے میں یا تو؟ کیا تو نے نہیں سنا کہ رسول خدا ﷺ نے میرے بارے میں فرمایا تھا: خدایا تو اسے دوست رکھ جو علی ؓ کا دوست ہو اور اسے دشمن رکھ جو علی سے دشمنی کرے کیا تو ان لوگوں میں شامل نہ تھا جنہوں نے سب سے پہلے بیعت کی؟ طلحہ نے کہا میں توبہ و استغفار کرتا ہوں اس کے بعد وہ بھی کسی کی پند و نصیحت کے بغیر میدان جنگ سے چلے گئے۔ <sup>(۱۸)</sup>

لیکن ان کا بھی وہی انجام ہوا جس سے زبیر دوچار ہوئے تھے۔ مروان کیونکہ عائشہ کے لشکر

میں تھا اور اس نے دیکھ لیا تھا کہ حضرت علیؑ طلحہ کے ساتھ گفتگو میں مشغول ہیں تو اسے یہ خوف لاحق ہوا کہ کہیں وہ بھی حضرت علیؑ کی بصیرت افروز تقریر سے متاثر نہ ہو جائیں۔ دوسری طرف مروان کا یہ گمان تھا کہ عثمان کے قتل کی سازش میں وہ بھی ملوث ہے چنانچہ اس نے اس موقع کو غنیمت جانا اور اس وقت جب کہ ہنگامہ کارزار گرم تھا مروان نے طلحہ کی پشت پر تیر مارا اور انہیں زمین پر گرا دیا (۱۹)

## فیصلہ کن جنگ

سرداران سپاہ کی اشتعال انگیز تقاریر پر تیس ہزار سے زیادہ افراد پر مشتمل مسلح لشکر کی تیاری بعض سرداران قبائل کے نام تحریر و زبانی پیغام رسانی، مختلف شہروں کے لوگوں کی شورش و سرکشی میں شرکت و دعوت، لشکر کشی کے ذریعے بصرہ پر قبضہ، وہاں کے بعض مسلمانوں کا قتل اور ان کی شکنجہ کشی ایسے قرائن و شواہد ہیں جو اس پر دلالت کرتے ہیں کہ مخالف سرداروں، گورنروں کا کشت و خون کا مقصد امیر المومنین حضرت علیؑ کی حکومت کو سرنگوں کرنے کے علاوہ کچھ نہ تھا ان حالات میں حضرت علیؑ کے ہمدردانہ پند و نصائح اور صلح پسندانہ اقدامات کا ان کے دلوں پر اثر نہ ہونا فطری تھا اسی لئے انہوں نے پہلے تو حضرت علیؑ کی لشکر کی جانب تیر اندازی کی اس کے بعد چند سپاہیوں کو قتل کر کے دائیں اور بائیں جانب سے حملہ شروع کر دیا۔ امیر المومنینؑ حضرت علیؑ نے پرچمدار لشکر محمد حنفیہ کو حکم دیا کہ دشمن کی فوج کے قلب پر حملہ آور ہوں لیکن مسلسل تیر اندازی کے باعث انکی نظروں کے سامنے چونکہ اندھیرا سا چھا گیا تھا اسی لئے حملہ کرنے میں انہیں تردد ہوا اس پر حضرت علیؑ نے فرمایا کہ پیشقدمی کیوں نہیں کرتے؟ محمد حنفیہ نے اس کی وجہ بتائی۔ اس پر حضرت علیؑ نے پرچم ان کے ہاتھ سے لے لیا اور خود ہی غرائے شیر کی مانند دشمن پر حملہ کر دیا، حملہ کرنا تھا کہ دشمن کا لشکر اس طرح منتشر ہو گیا گویا تند و تیز ہوا کے جھونکے نے گرد و خاک

کو ادھر ادھر بکھیر دیا ہو۔ (۲۰)

اس موقع پر "ازد بنی ناجیہ" اور "بنی ضبہ" جیسے عرب قبائل اونٹ کے گرد جمع ہو گئے جس پر لشکر کا کمانڈر سوار تھا اور بھڑکی ہوئی جنگ میں غیر معمولی فداکاری کا مظاہر کیا۔

خلاف معمول عائشہ کے لشکر کے ساتھ پرچم نہ تھا البتہ پرچم کی جگہ لشکر سے آگے آگے اونٹ (جمل) چل رہا تھا اور یہی گویا ان کا پرچم تھا (۲۱)۔ اور اسی سے ان کے سپاہیوں کی حوصلہ افزائی ہو رہی تھی اور جب تک یہ اونٹ اپنی جگہ قائم رہا دشمن نے خود میں کسی قسم کی کمزوری یا شکست محسوس نہ کی۔

امیر المومنین حضرت علی ؑ نے مالک اشتر کو حکم دیا کہ وہ دشمن کے بائیں بازو پر حملہ آور ہوں اور انہوں نے جسے ہی میسرہ پر حملہ کیا لشکر دشمن کی صفیں یک لخت منتشر ہو گئیں اور انہوں نے اپنی عافیت راہ فرار میں سمجھی۔

اب جو لشکر باقی رہ گیا تھا وہ حسب سابق "اونٹ" اور اس کے سوار کا دفاع و تحفظ کر رہا تھا۔ فطری طور پر امیر المومنین حضرت علی ؑ کی سپاہ نے بھی اپنی پوری طاقت اسی حصہ پر لگادی تھی۔ چنانچہ اس "اونٹ" کے گرد شدید خونی جنگ شروع ہو گئی۔ (۲۲) سرگردنوں سے جدا ہو کر، ہاتھ جسموں سے کٹ کٹ کر فضا میں بکھر رہے تھے نوک شمشیر مسلسل دشمن کے شکموں کو چاک کئے جا رہی تھیں مگر اس کے باوجود عائشہ کے سپاہی اس اونٹ "جمل" کی حفاظت آہنی فصیل کی مانند کر رہے تھے انہوں نے اس اونٹ کو اپنے حلقہ میں لے رکھا تھا اور اس کا سختی سے دفاع کیا جا رہا تھا۔

امیر المومنین حضرت علی ؑ نے سمجھ لیا کہ جب تک یہ اونٹ اپنے پیروں پر کھڑا رہے گا جنگ کا خاتمہ نہ ہوگا اس پر آپ ؑ نے اپنے لشکر کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ اس اونٹ کی ٹانگیں کاٹ دو کیونکہ جیسے ہی یہ اونٹ زمین پر گرے گا دشمن کا لشکر منتشر ہو جائے گا۔ (۲۳)

حضرت علی ؑ کے فرمان کے مطابق تلواریں بلند ہوئیں اوہر طرف سے تیروں کی بارش جمل کی

جانب ہو گئی یہاں تک کہ تیروں کے پھل اس اونٹ کے پورے بدن میں اتر گئے۔ جن لوگوں نے اونٹ کی مہار اپنے ہاتھوں میں سنبھال رکھی تھی وہ یکے بعد دیگرے زمین پر گرنے لگے ان میں سب سے پہلے گرنے والا بصرہ کا مشہور و معروف قاضی "کعب بن سور" تھا اس نے قرآن مجید اپنی گردن میں حمایل کر رکھا تھا اس کے ایک ہاتھ میں عصا اور دوسرے میں اونٹ کی مہار اس کے بعد قریش نے پیش قدمی کی اور انہوں نے بھی مہار کو اپنے ہاتھ میں تھاما یہاں تک کہ ستر افراد نے یکے بعد دیگرے دفاع کی خاطر جان دے دی، قریش کے بعد بنی ناجیہ، بنی ضبہ اور ازد قبائل کے لوگوں نے بالترتیب اس کے مہار کو سنبھالا لیکن وہ بھی قتل ہوئے مختصر یہ کہ بقول زبیر جس نے بھی اس اونٹ کی مہار کو تھاما وہ فوراً ہی مارا گیا۔ (۲۴)

امیر المؤمنین حضرت علیؑ نے ان گروہوں کے ہمراہ نخعی اور ہمدانی قبائل کے حامی و طرفدار تھے مرکز میں نقطے کی جانب شدت سے حملہ کر کے دشمن کو منتشر و متفرق کر دیا اور بجیر نخعی سے فرمایا کہ اس وقت یہ اونٹ تمہارے دست اختیار میں ہے اس کی ٹانگوں کی رگیں کاٹ دو، بجیر نے شمشیر سے اس پر حملہ کیا اونٹ زور سے چیخا اور زمین پر گر پڑا جب وہ زمین پر گر گیا تو باقی لشکر بھی فرار ہو گیا۔

امیر المؤمنین حضرت علیؑ کے سپاہیوں نے آپؑ کے حکم سے عائشہ کے کجاوہ کو ایک طرف منتقل کیا پہلے تو اس اونٹ کو مار کر جلایا اور پھر اس کی راکھ کو فضا میں منتشر کر دیا۔ حضرت علیؑ نے اپنے اس حکم کے ثبوت نیز اس کی تائید میں کتاب خدا سے استشہاد پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ اے لوگو یہ اونٹ بنی اسرائیل کے بچھڑے کی طرح منحوس و فتنہ انگیز حیوان تھا اس کے بعد آپ نے اس آیت کی تلاوت کی جو حضرت موسیٰؑ نے سامری سے خطاب کرتے ہوئے پڑھی تھی۔

اپنے اس خدا کو دیکھو جس کی تم پر سنتش کرتے ہو کہ ہم اسے کس طرح جلاتے ہیں اور پھر اس کی راکھ کو دریا میں بہادیں گے۔

اور اس طرح جنگ جمل تمام ہوئی، حضرت علیؑ کی حکومت کو ابھی چھ ماہ کا عرصہ بھی نہیں گزرا تھا کہ یہ جنگ آپ پر مسلط کردی گئی اور ماہ جمادی الاخر سنہ ۳۶ھ میں "ناکثین" کی مکمل شکست پر اس کا مکمل طور پر خاتمہ ہو گیا اور جانبین کا کثیر جانی و مالی نقصان ہوا۔

### عام معافی

دشمن پر غلبہ حاصل کرنے کے بعد حضرت علیؑ نے حکم دیا کہ جنگ سے قبل جو حکم دیا گیا تھا اسے سپاہیوں کے سامنے دوبارہ پڑھا جائے۔

اس کے ساتھ ہی اعلان کیا گیا کہ کسی ایسی عورت سے جس کا شوہر جنگ میں مارا گیا ہے فوراً نکاح نہ کیا جائے بلکہ اسے موقع دیا جائے کہ عرصہ عدت کو پورا کرے۔ (۲۶)

عائشہ کے سلسلہ میں بالخصوص محمد بن ابی بکر کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنی بہن کے پاس جائیں اور ان کی دلجوئی کریں اگر ان کو تیر لگا ہو یا جسم پر زخم آیا ہو تو اس کا علاج کر دیا جائے محمد کے جانے کے بعد حضرت علیؑ بذات خود عائشہ کی خدمت میں تشریف لے گئے اور عصا سے عائشہ کے کجاہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اے حمیرا کیا رسول خدا ﷺ نے تمہیں یہی کرنے کا حکم دیا تھا؟ کیا آنحضرت نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ تم اپنے گھر سے بیٹھنا خدا کی قسم جو تمہیں گھر سے نکال کر باہر لائے ہیں انہوں نے تمہارے ساتھ انصاف نہیں کیا انہوں نے اپنی خواتین کو پس پردہ بٹھا دیا اور تمہیں وہ میدان جنگ میں لے آئے۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے ان کے بھائی کو حکم دیا کہ وہ عائشہ کو حرث بن ابی طلحہ کی بیٹی صفیہ کے پاس لے جائیں جہاں چند روز آرام کریں جب حالات معمول پر آگئے تو حضرت علیؑ نے عبداللہ بن عباس کو اس کام پر مقرر کیا کہ وہ عائشہ کے پاس جائیں اور انہیں مدینہ واپس چلنے کے لئے آمادہ کریں۔

عائشہ نے اگرچہ شروع میں تو چلنے سے انکار کیا مگر جب ابن عباس نے ان سے بار بار کہا اور

انھیں یہ بتایا کہ حضرت علی ؑ نے فیصلہ کر لیا ہے کہ آپ کو مدینہ لے جایا جائے تو مجبوراً وہ تیار ہو گئیں۔  
امیر المومنین حضرت علی ؑ نے عائشہ کے سفر کی تیاری شروع کی اور انھیں انکے بھائی عبدالرحمن ایتیس سپاہیوں اور قبیلہ  
القیس و ہمدان کی بیس عورتوں کی نگرانی میں مدینہ کی جانب روانہ کی ان سب نے عائشہ کی انتہائی خدمت کی اور ان کے ساتھ  
پورے اعزاز و احترام کا سلوک کیا <sup>(۲۷)</sup> یہاں یہ بات بھی قابل توجہ و ذکر ہے کہ حضرت علی ؑ نے عائشہ کی پوری حفاظت اس بنا  
پر کی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ انھیں کہیں راستے میں کوئی گزند پہنچے حضرت علی ؑ کی جانب سے عائشہ کے تحفظ کا مقصد یہ بھی ہو  
سکتا ہے کہ زوجہ مطہرہ رسول ﷺ کے مرتبہ کا پاس کر کے ان کا مقصد مقام رسالت کا احترام کیا جائے اس کے علاوہ حضرت علی  
ؑ کو یہ خدشہ تھا کہ اگر عائشہ کا قتل ہو گیا تو کہیں ایسا فتنہ پانہ ہو جائے جو عثمان کے قتل کی وجہ سے رونما ہوا تھا چنانچہ عمرو  
عاص نے جنگ کے بعد عائشہ سے کہا تھا کہ: اے کاش تم جنگ میں قتل کر دی گئی ہو تیں عائشہ نے اس کا مطلب دریافت کیا تو  
اس نے کہا کہ اگر تم ماری جاتیں تو جنت میں جاتیں اور ہم اس مسئلے کو حضرت علی ؑ کے خلاف حملہ کرنے کا اہم ترین بہانہ  
بنالیتے <sup>(۲۸)</sup>۔

## سوالات

- ۱۔ "ناکثین" کی شورش کے بارے میں اطلاع حاصل کرنے سے قبل حضرت علی ؑ کس شخص سے جنگ کرنے کیلئے تیار تھے اور آپ نے اپنا ارادہ کیوں بدل دیا؟
- ۲۔ حضرت علی ؑ نے کس منزل پر اور کن افراد کو کوفہ کی جانب روانہ کیا وہاں انہیں کیسے کامیابی حاصل ہوئی؟
- ۳۔ کشت و خون روکنے کیلئے حضرت علی ؑ نے کیا اقدامات کئے؟ انکی تین مثالیں بیان کیجئے۔
- ۴۔ فیصلہ کن جنگ کس طرح شروع ہوئی عایشہ کے تحفظ و دفاع میں کون سے قبائل پیش پیش اور سرگرم عمل تھے؟
- ۵۔ جنگ کے بعد جو افراد باقی رہ گئے تھے انکے ساتھ حضرت علی ؑ بالخصوص عایشہ کے ساتھ کیا سلوک رہا؟
- ۶۔ جنگ جمل میں کس جگہ کو مرکزیت حاصل تھی اور حضرت علی ؑ نے اس کی کس طرح سرکوبی کی؟
- ۷۔ حضرت علی ؑ نے عایشہ کی حفاظت کے لئے کیوں اس قدر اہتمام کیا؟

## حوالہ جات

والله لا اكون كالضبع تنام على طول اللآزم حتى يصل اليها طالبها و يختلها راصدها ولكنني اضرب بالمقبل الى

الحق المدبر عنه و بالسامع المطيع العاصي المريب ابدا حتى ياتي على يؤمى ...

۱\_ شرح ابن ابى الحديد ج ۲/ ۲۳۳، ارشاد مفيد ۱۳۱\_

۲\_ الجمل للمفيد / ۱۲۹ الامامة السياسة ج ۱/ ۵۳ میں سہل کی بجائے قسم بن عباس کا ذکر ملتا ہے۔

۳\_ یہ جگہ ذات عرق کے قریب حجاز و مدینہ کے درمیان تین روزہ راہ کی دوری پر واقع ہے (معجم البلدان ج ۳/ ۲۳ مروج الذهب

ج ۲/ ۳۵۹\_ ۳۵۸

۴\_ مروج الذهب ج ۲/ ۳۵۹\_ ۳۵۸

۵\_ کامل ابن اثیر ج ۳/ ۲۲۶، تاریخ طبری ج ۴/ ۳۸۰، تاریخ یعقوبی ج ۲/ ۱۸۲، شرح ابن ابى الحديد ج ۹/ ۳۲۱\_

۶\_ الجمل للمفيد / ۱۳۰\_ شرح ابن ابى الحديد ج ۱۳/ ۹

۷\_ تاریخ طبری ج ۴/ ۳۴۸، ۳۴۴، کامل ابن اثیر ج ۳/ ۲۴۴، شرح ابن ابى الحديد ج ۱۳/ ۹

۸\_ ملاحظہ ہو مروج الذهب ج ۲/ ۳۵۹، والجمل / ۱۳۸، طبری ج ۳/ ۵۰۰ اور ابن ابى الحديد نے ج ۱۳/ ۲۱ پر ابى الطفیل سے

نقل کیا ہے کہ اس سے قبل کہ سپاہ کوفہ پہنچے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پیشن گوئی کر دی تھی کہ کوفہ سے ایک ہزار ایک سپاہی آئیں گے اور ایسا ہی ہوا۔ راوی کا کہنا ہے کہ میں نے انہیں گنا ان میں سے نہ کم تھا نہ ایک زیادہ۔

۹\_ مروج الذهب ج ۲/ ۳۶۱\_ ۳۵۹ کا خلاصہ

۱۰\_ مروج الذهب ج ۲/ ۳۶۱ "اللهم ان هؤلاء القوم قد خلعوا طاعتي بغوا على ونكثوا بيعتي اللهم احقن دماء

المسلمين"

۱۱\_ الجمل للمفيد / ۱۶۷

۱۲\_ مروج الذهب ج ۲/ ۳۶۱، الجمل للمفيد / ۱۸۱ تاریخ طبری ج ۳/ ۵۰۹\_ ۵۱۱

- ۱۳۔ مروج الذهب ج ۲ / ۳۶۲
- ۱۳۔ الجمل للمفید / ۱۸۲، شرح ابن ابی الحدید ج ۹ / ۱۱، تاریخ یعقوبی ج ۲ / ۱۸۲، لیکن تاریخ یعقوبی اور شرح ابن ابی الحدید میں مقتول کو عبدالسہ کا بھائی تحریر کیا گیا ہے۔
- ۱۵۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۹ / ۱۱۱
- ۱۶۔ مروج الذهب ج ۲ / ۲۶۲۔ الجمل للمفید / ۱۸۲
- ۱۷۔ امانک ستخارہ وانت ظالم لہ
- ۱۸۔ مروج الذهب ج ۲ / ۳۶۳ زیر کے سلسلے میں یہ روایت بھی ملتی ہے کہ وہ بھی دوسروں کی طرح حضرت علی ؓ کے ساتھ آخری لمحہ تک جنگ کرتے رہے لیکن جب اصحاب جمل کو شکست و ہزیمت ہوئی تو انہوں نے بھی راہ فرار اختیار کی جس وقت وہ فرار کر رہے تھے تو اچانک جر موزے نے انہیں غافل پا کر قتل کر دیا (سیرۃ الائمہ اثنی عشر ج ۱ / ۳۵۵) ان اقوال کے علاوہ یہ قول بھی ہے کہ جب زبیر نے کنارہ کشی کا فیصلہ کر لیا تو ان کے فرزند عبدالسہ نے ان پر یہ الزام لگایا کہ وہ جنگ سے خوف زدہ ہو گئے ہیں اور انہیں قسم یاد لائی اور کفارہ دینے کو کہا زبیر نے اپنے غلام کو آزاد کر کے کفارہ ادا کیا اور بیٹے نے جو الزام لگایا تھا اسے دور کرنے کے لئے انہوں نے تلوار اٹھائی اور امیر المومنین حضرت علی ؓ کی لشکر پر حملہ آور ہو گئے ملاحظہ ہو تاریخ الفداء ج ۱ / ۱۷۳۔ ۱۷۴
- ۲۰۔ مروج الذهب ج ۲ / ۳۶۳ تاریخ یعقوبی ج ۲ / ۱۸۲، انساب الاشراف ج ۲ / ۲۳۸، الجمل للمفید / ۲۰۳ شرح ابن ابی الحدید ج ۹ / ۱۱۳
- ۲۱۔ مروج الذهب ج ۲ / ۳۶۶، الجمل للمفید / ۱۸۳، تاریخ طبری ج ۳ / ۵۱۳، سیرۃ الائمہ اثنی عشر ج ۱ / ۳۵۷، شرح ابن ابی الحدید ج ۱ / ۲۵۷
- ۲۲۔ تاریخ ابن اعثم / ۱۷۶ و شرح ابن ابی الحدید۔
- ۲۳۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ / ۲۵۸
- ۲۳۔ اعقر و الجمل فانہ ان عقرت فراقوا (تاریخ طبری ج ۳ / ۵۱۹)۔
- ۲۵۔ تاریخ طبری ج ۳ / ۱۵۱۹ اسد الغابہ ج ۳ / ۳۰۸ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ / ۲۶۵۔

۲۶۔ سورہ طہ آیہ ۹۶ ملاحظہ ہو شرح ابن ابی الحدید ج ۱ / ۲۶۶۔

۲۷۔ اس حکم کے جاری کرنے سے حضرت علیؓ کا مقصد یہ تھا کہ دشمن کے افراد کے ساتھ وہی سلوک کیا جائے جو مسلمانوں کے ساتھ رواکھا جاتا ہے ان کے ساتھ کفار کا۔ سا برتاؤ نہ کیا جائے۔

۲۸۔ ملاحظہ ہو کامل ابن اثیر ج ۳ / ۱۲۵۸ خ ۲۵۵ تاریخ طبری ج ۳ / ۳، ۵۳۵، ۲۳۔

۲۹۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۶ / ۳۲۲۔

## آٹھواں سبق

خلافت ظاہری سے شہادت تک ۳

حضرت علیؑ کی بصرہ میں آمد  
جنگ جمل کے ناخوشگوار نتائج

کوفہ، دارالحکومت

کوفہ پہنچنے پر علیؑ کے اقدامات

قاسطین

معاویہ کی تخریب کاری

امام علیؑ کا نمائندہ معاویہ کی جانب

سرکشی کے اسباب

مشہور و معروف اشخاص کو اپنانا

سوالات

حوالہ جات

## حضرت علیؑ کی بصرہ کی آمد

جنگ جمل ختم ہونے کے بعد حضرت علیؑ نے تین روز تک معرکہ گاہ پر قیام فرمایا مقتولین کی نماز جنازہ پڑھائی حکم دیا کہ دشمن کے مقتولین کو جمع کر کے انھیں دفن کیا جائے شہداء کو حضرت علیؑ کے فرمان کے مطابق ان کے لباس میں ہی دفن کیا گیا (۱) جسموں سے جو اعضاء الگ ہو گئے تھے انھیں یک جا ایک بڑی قبر میں دفن کیا گیا۔

مال غنیمت کو (سوائے اس اسلحہ کے جس پر مہر خلافت ثبت تھی) سپاہ میں مساوی تقسیم کیا خود بھی ایک حصہ اس میں سے لیا باقی مال جو جنگ میں ہاتھ آیا تھا اور اس کا شمار مال غنیمت میں نہیں ہوتا تھا مسجد میں لے جایا گیا تاکہ ان کے مالک یا وارثین کی تحویل میں دے دیا جائے۔ (۲)

بصرہ پہنچنے کے بعد حضرت علیؑ سیدھے مسجد میں تشریف لے گئے جہاں آپ نے مفصل تقریر کی اہل بصرہ سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے ان کی سرزنش کی اور فرمایا کہ اے کابل لوگو اے وعدہ خلاف انسانوں تم نے تین مرتبہ اپنوں سے ہی خیانت کی اور چوتھی مرتبہ تم نے خدا پر اتہام لگایا تم نے پیروی بھی کی تو ایک عورت اور بے زبان جانور کی تم نے اس کی ایک آواز پر غوغا و فتنہ پیا کر دیا اور جب اس حیوان کے پیروں کی رگیں کاٹ دی گئیں تو تم بھاگ نکلے اخلاقی اعتبار سے تم پست ہو تمہارے اعمال منافقانہ ہیں اور تمہارا دین و آئین باطل اور تفرقہ اندازی ہے۔ (۳)

اس کے بعد تمام افراد حتی مجروحین نے بھی آپ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ حضرت علیؑ

نے ابن عباس کو بصرہ کی صوبہ داری اور زیادہ کو امور مالی و خراج کی وصول یابی کے عہدوں پر مقرر و مامور فرمایا۔<sup>(۴)</sup> اس کے بعد حضرت علیؓ خزانہ بیت المال تشریف لے گئے جس وقت آپ کی نظر مبارک سونے اور چاندی پڑی تو آپ نے فرمایا کہ: یا صفراء یا بیضا غریا غیری (اے زرد سونے اور سفید چاندی کے سکو تم اپنی یہ دلربائی کسی اور کو دکھانا کسی اور کو تم اپنے دام فریب میں لانا اس کے بعد آپ نے حکم دیا کہ جو مال موجود ہے اس کو پانچ سو اعداد میں تقسیم کریں جس وقت سکوں کا شمار کیا گیا تو انکی تعداد کم و بیش ساٹھ لاکھ درہم تھی چنانچہ آپ کے ساتھیوں میں سے ہر شخص کے حصے میں پانچ سو سکے آئے۔ اسی وقت وہاں ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کیا یا امیر المؤمنینؓ مجھے بھی کچھ عطا فرمائیے اگرچہ میں کسی وجہ سے جنگ میں شرکت نہ کر سکا لیکن میری نیک خواہشات آپ کے ساتھ تھیں۔ حضرت علیؓ نے اپنا حصہ اسے دیدیا۔<sup>(۵)</sup>

### جنگ جمل کے ناخوشگوار نتائج

جنگ جمل کے جو اثرات و نتائج رونما ہوئے وہ نہایت ہی ناخوشگوار تھے ان میں سے بعض کا ہم یہاں ذکر کرتے ہیں۔

- ۱۔ اس جنگ میں دس ہزار سے زیادہ مسلمان قتل ہوئے۔<sup>(۶)</sup> درحقیقت یہ افراد "ناکشین" کے حسد اور ان کے جذبہ جاہ طلبی پر قربان ہوئے۔ مورخین نے لکھا ہے کہ دو لشکروں کے اتنے سپاہی زمین پر گرے کہ اگر ان کی لاشوں پر گھوڑے دوڑائے جاتے تو گھوڑوں کے سم ان کی لاشوں کے علاوہ کسی اور چیز نہ پڑتے۔ لاشوں کے یہ انبار اس عظیم جنگ کا حاصل و ثمرہ تھا جو جمل کے نام سے مشہور ہوئی اس سے قبل بھی بیان کیا جا چکا ہے کہ بیشتر افراد ناکشین کے ہاتھوں ہی مارے گئے۔

مقتولین کی اس کثیر تعداد نے بہت سی اقتصادی مشکلات نیز جسمانی و نفسیاتی دشواریاں مسلمانوں کے لئے پیدا کر دیں۔  
۲۔ اس جنگ کے بعد مسلمانوں میں سے جذبہ اخوت و برادری قطعی مفقود ہو گیا اور امت مسلمہ پر فتنہ و فساد کے دروازے کھل گئے اور جنگ صفین بھڑک اٹھی درحقیقت یہ دو جنگیں اس مضبوط رسی سے بندھی ہوئی تھیں جس کا پہلا سرا بصرہ میں تھا اور دوسرا صفین میں اگرچہ عائشہ کی عثمان سے قرابت داری نہ تھی لیکن جنگ جمل نے معاویہ کے لئے اس بنا پر شورش و سرکشی کا راستہ ہموار کر دیا کہ وہ خاندان امیہ کے فرد اور عثمان کے رشتہ دار تھے چنانچہ اس جنگ کے باعث معاویہ کے لئے یہ بہانہ پیدا ہو گیا کہ اس نے امیر المومنین حضرت علی ؑ کی حکومت کے خلاف جنگ و جدل کرنے کے علاوہ خلافت کو اپنے خاندان میں منتقل کر دیا درحالیکہ یہ مقتول خلیفہ کا ہی خاندان تھا اور یہیں سے خلافت نے موروثی شکل اختیار کر لی۔

۳۔ جنگ جمل کے ضرر رساں نتائج جنگ صفین کے بعد بھی باقی رہے اور جنگ نہروان درحقیقت دو پہلی جنگوں (جنگ جمل و جنگ صفین) کا ہی نتیجہ تھی کیونکہ ان دو جنگوں کے باعث بعض تنگ نظر اور کوتاہ فکر لوگوں کے دلوں میں بدگمانی کے جذبات ابھرنے لگے۔ چنانچہ عملی طور پر وہ تشویش و اضطراب اور حالت تردد کا شکار ہو کر رہ گئے نیز معاشرے کی طرف سے وہ ایسے بدبین و بدظن ہونے کے ہر شخص دوسرے کو عداوت و دشمنی کی نگاہ سے دیکھنے لگے۔

بعض وہ لوگ جو "خوارج" کہلاتے اس رائے کے حامی و طرفدار تھے کہ چونکہ "ناکثین" کے سرداروں نے اپنے پیشوا یعنی حضرت علی ؑ کے خلاف شورش و سرکشی کی ہے اس لئے ان کا شمار کفار میں ہے اس کے بعد ان کے دلوں میں یہ گمان پیدا ہو گیا کہ حضرت علی ؑ نے چونکہ اپنی حکومت کے استحکام کی خاطر یہ جنگ کی اس لئے وہ بھی آئین دین اسلام سے خارج ہو گئے۔ بعض لوگوں کی یہ رائے تھی کہ جنگ جمل میں اگرچہ حضرت علی ؑ حق بجانب تھے لیکن آپ ؑ نے چونکہ اہل بصرہ کی تمام دولت کو بطور مال غنیمت جمع نہیں کیا اور ان کی عورتوں کو قید نہیں کیا اسی

لئے یہ آپ سے غلطی سرزد ہوئی چنانچہ اسی بنا پر وہ آپ ﷺ کو ناشایستہ الفاظ سے یاد کرنے لگے۔ انہیں میں سے تیسرا گروہ ایسا بھی تھا جو ان دونوں گروہوں کو کافر سمجھتا تھا اور اس کا یہ عقیدہ تھا کہ یہ لوگ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔<sup>(۷)</sup>

### کوفہ دارالحکومت

جنگ جمل کے مسائل اور بصرہ کی حکومت کے معاملات حل و منظم کرنے کے بعد حضرت علی ﷺ نے مدینہ اور بصرہ کے لوگوں کو خطوط لکھے جن میں آپ ﷺ نے جنگ جمل کے واقعات مختصر طور پر بیان کئے وہ خط جو اہل کوفہ کو لکھا تھا اس میں آپ ﷺ نے مزید یہ بھی مرقوم فرمایا تھا کہ میں جلدی ہی کوفہ کی جانب آؤں گا<sup>(۸)</sup> اس ارادہ کے تحت آپ ﷺ نے جنگ جمل کے ایک یا دو ماہ بعد بصرہ سے کوفہ کی جانب روانہ ہوئے۔

بصرہ کے بعض سربرآوردہ لوگ بھی حضرت علی ﷺ کے ہمرکاب تھے کوفہ کے لوگ بالخصوص قاریان قرآن حضرت علی ﷺ کے استقبال کے لئے شہر سے باہر نکل آئے اور آپ ﷺ کے حق میں انہوں نے دعائے خیر کی۔

حضرت علی ﷺ بتاریخ ۱۲ رجب سنہ ۳۶ھ میں اس مقام پر فرودکش ہوئے جو "رجہ"<sup>(۹)</sup> کے نام سے مشہور تھا وہاں سے آپ سیدھے جامع مسجد تشریف لے گئے اور وہاں آپ نے دو رکعت نماز ادا کی۔<sup>(۱۰)</sup>

کوفہ کے واقعات بیان کرنے سے قبل یہاں لازم ہے کہ ہم ان اسباب و علل کا جائزہ لیں جن کے باعث کوفہ کو اسلامی حکومت کا مرکز قرار دیا۔

کوفہ کو اسلامی حکومت کا مرکز قرار دینے جانے کے سلسلے میں مورخین نے بہت سے اسباب و علل بیان کئے ہیں۔ ان میں ایک وجہ یہ تھی کہ مالک اشتر او کوفہ کے دیگر سربرآوردہ لوگوں کا یہ اصرار تھا کہ اس شہر کو اسلامی حکومت کا مرکز بنایا جائے دوسری وجہ یہ تھی کہ جنگ جمل کے بعد بعض

لوگ فرار کر کے کوفہ کی جانب چلے آئے تھے اور اس بناء پر حضرت علی ؓ نے مجبوراً فیصلہ کیا کہ ان کے فتنے کی سرکوبی کے لئے کوفہ کی جانب روانہ ہوں۔<sup>(۱۱)</sup>

لیکن جب ہم ان حوادث اور مسائل کا جائزہ لیتے ہیں جو امیر المومنین حضرت علی ؓ کے سامنے اس وقت موجود تھے جب آپ ؓ نے زمام حکومت سنبھالی تو ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ وہ دیگر مسائل تھے جو حضرت علی ؓ کے لئے مرکز حکومت منتقل کرنے کے محرک ہوئے۔

اس سے پہلے بتایا جا چکا ہے کہ "فتنہ ناکثین" سے قبل حضرت علی ؓ کا خیال تھا کہ ایسی عسکری طاقت منظم ہو جائے جس کے ذریعے معاویہ کا مقابلہ کیا جاسکے مگر ناکثین کی شورش نے اس معاملے میں تاخیر پیدا کر دی چنانچہ فطری طور پر معاویہ نے اس معاملے کو غنیمت جانا اور اس نے حضرت علی ؓ کی حکومت کے خلاف جنگ کرنے کی غرض سے کافی فوجی طاقت نیز اور دیگر وسائل فراہم کر لیتے۔ معاویہ نے شام کے لوگوں کو مطیع و فرمانبردار کرنے کے علاوہ اس نے عثمان کے خون کا بدلہ لینے کے بہانے سے لوگوں کے جذبات مشتعل کئے چنانچہ عراق کی جانب جو خطوط بھیجے اور جن صاحب اثر و رسوخ افراد کو روانہ کیا ان کا اصلی سبب یہ تھا کہ سرداران قبائل اور فرمانداران لشکر کو وہ اپنی جانب متوجہ کر لے۔

معاویہ جانتا تھا کہ فتوحات اور اسلامی قلمرو کے وسعت پذیر ہونے کے باعث شام کوفہ و بصرہ تین اہم مرکز بن گئے ہیں اور حجاز فوجی طاقت کے اعتبار سے خاصا دور ہو گیا ہے۔

یمن میں بھی قابل توجہ و اعتنا عسکری طاقت موجود نہ تھی چنانچہ جس وقت "بسر بن ارطاة" نے اس منطقے میں شورش و سرکشی کی تو حضرت علی ؓ کا کارپرداز اس کے مقابل اپنا دفاع نہ کر سکا اور یا یہ کہ جنگ جمل میں تقریباً سات سو افراد ہی حضرت علی ؓ کی مدد کے لئے ریزہ پہنچے اور اسی لئے حضرت علی ؓ نے "ذی قار" میں توقف فرمایا تاکہ لشکر کوفہ وہاں آجائے۔

یہی وہ مسائل تھے جو حضرت علی ؓ کی تیز بین و دور اندیش نظروں سے پنہاں نہ رہ سکے آپ ؓ کو علم تھا معاویہ نے شام میں اس موقع سے فائدہ اٹھایا ہے۔ چنانچہ عسکری طاقت کے علاوہ اس

نے دیگر وسائل جنگ بھی فراہم کر لئے ہیں اس بنا پر حضرت علی ؓ کے لئے ضروری تھا کہ وہ بھی عظیم مسلح لشکر تیار کریں تاکہ معاویہ سے برد آزمائی کی جاسکے اس کے علاوہ یہ بھی ضروری تھا کہ دشمن کی نگرانی نزدیک سے کی جائے کیونکہ اس سے کسی وقت بھی زور آزمائی ہو سکتی ہے۔

ان دو مقاصد کے پیش نظر بصرہ اور کوفہ میں سے کسی ایک شہر منتخب کیا جاسکتا تھا۔ اب بصرہ بھی ایسی جگہ نہیں تھی جہاں زیادہ دن تک قیام کیا جاسکے کیونکہ فتنہ جمل کی آگ سرد کرنے کے لئے وہاں بہت زیادہ خون بہایا گیا تھا اور جنگ کے بعد جو لوگ زندہ رہ گئے تھے انکے دلوں میں حضرت علی ؓ کی حکومت کیلئے جوش و خروش نہیں تھا۔ بلکہ وہ ایک اعتبار سے پست ہمت و کم حوصلہ ہو چکے تھے اسی بنا پر وہ حضرت علی ؓ کے لئے بھی قابل اعتماد نہ تھے۔ چنانچہ ان وجوہات کی بناء پر بہترین اور مناسب ترین شہر کوفہ ہو سکتا تھا۔

چنانچہ معاویہ کی طرف سے جب تک خطرے کا امکان ہو سکتا تھا اس وقت تک حکومت کی مصلحت کا تقاضا یہی تھا کہ امیر المومنین حضرت علی ؓ کوفہ میں ہی تشریف فرما رہیں۔

### کوفہ پہنچنے پر علی ؓ کے اقدامات

کوفہ پہنچنے کے بعد حضرت علی ؓ سہر کی مسجد میں تشریف لے گئے جہاں آپ نے لوگوں سے خطاب کیا اس موقع پر آپ نے اہل کوفہ کی قدر کرتے ہوئے ان کی حوصلہ افزائی کی کہ انہوں نے آپ ؓ کی دعوت کو قبول کیا۔ اپنے خطبے میں آپ نے ہوا و ہوس نیز لمبی لمبی آرزوں سے گریز کرنے کی ہدایت فرمائی اور ان لوگوں کو تنبیہ کی جو آپ ؓ کی مدد کرنے سے روگردان ہو گئے تھے۔

اس کے بعد آپ نے "جعدہ بن غیبرہ" مخزومی کے مکان پر قیام فرمایا۔ <sup>(۱۳)</sup> بتاریخ ۱۶ رجب بروز جمعہ آپ مسجد میں تشریف لے گئے جہاں پہلی مرتبہ آپ نے نماز جمعہ کی امامت فرمائی۔ <sup>(۱۴)</sup>

اس کے بعد آپ نے امور حکومت کی جانب توجہ فرمائی، اپنے اقدامات میں حاکم آذربائیجان "اشعث بن قیس" اور ہمدان کے عامل و کارپرداز "جریر ابن عبداللہ" کو ان کے مناصب سے برطرف کیا جو کہ عثمان کے مقرر کردہ و ایان حکومت تھے ان دونوں کو اپنے پاس<sup>(۱۵)</sup> بلایا، اپنے دیگر کارپردازوں کو مختلف مناطق کی جانب روانہ کیا چنانچہ "یزید ابن قیس" کو حکومت مدائن، "مخنف بن سلیم" کو حکومت اصفہان و ہمدان اور مالک اشتر کو موصل کی منصب داری عطا کی۔<sup>(۱۶)</sup>

### قاسطین

ناکین کا فتنہ دب جانے کے بعد ایسے ناہنجار حالات پیدا ہونے لگے کہ جن میں خالص نسلی اور قبائلی محرکات کارفرما تھے۔ اب اس اسلامی فکر کو پیش کرنے کی کوشش کی جانے لگی جس میں سے روح تو مفقود ہو چکی تھی بس ظاہری خول باقی رہ گیا تھا۔ اب اسلام کی قدرت کو بچانے کیلئے خلیفہ مسلمین کی روز افزوں طاقت مسئلہ تھی اس لئے حضرت علیؑ کی حکومت کے راستے میں جو دوسرا خطرہ تھا وہ "قاسطین" کا وجود تھا قاسطین کا مجمع در حقیقت ان عاملین اور جماعتوں کی منظم شکل تھی جنہیں حضرت علیؑ کی حکومت سے کسی نہ کسی طرح گزند پہنچی تھی اور انہیں یہ خطرہ لاحق تھا کہ اگر حضرت علیؑ کی حکومت برسر اقتدار رہی تو وہ اپنی نفسانی خواہشات کو پورا کرنے میں کامیاب نہ ہو سکیں گے۔

ان تمام گروہوں اور جماعتوں کا سربراہ معاویہ تھا۔ اس نے اپنے سیاسی و اجتماعی موقف کی بنا پر اپنے گرد بہت سے پیروکار جمع کر لئے تھے۔

معاویہ ابن ابی سفیان نے فتح مکہ کے بعد دین اسلام قبول کیا تھا وہ ان افراد میں شامل تھا جو جنگ کے دوران مسلمانوں کی حراست میں آگئے تھے اور جنہیں پیغمبر اکرم ﷺ نے یہ فرمایا کہ آزاد کر دیا تھا جاؤ تم سب آزاد ہو۔<sup>(۱۷)</sup> سنہ ۱۲ھ میں جس وقت ابو بکر نے "یزید ابن ابی سفیان" کی

قیادت و فرمانداری میں رومیوں سے جنگ کرنے کے لئے لشکر روانہ کیا تھا، تو معاویہ پر چمدار کی حیثیت سے لشکر شام کے ہمراہ تھا جب اس کے بھائی کا انتقال ہو گیا تو خلیفہ وقت نے اسے سپاہ کا فرماندار مقرر کر دیا۔ عثمان کے دور خلافت میں بہت سے نئے علاقے اسلامی حکومت کی قلمرو میں شامل ہوئے چنانچہ یہی وجہ تھی کہ معاویہ انیس سال تک خاطر جمعی کے ساتھ شام پر حکومت کرتا رہا۔

جس وقت حضرت علیؑ نے زمام حکومت سنبھالی تو معاویہ نے آپؑ کا فرمان قبول کرنے سے روگردانی کی اور عثمان کے خون کا بدلہ لینے کو بہانہ بنا کر حضرت علیؑ سے برس پیکار ہو گیا اور جنگ صفین کیلئے راہ ہموار کی، آخری لمحات میں جب کہ حضرت علیؑ کے لشکر کی فتح و پیروزی یقینی تھی، اس نے عمرو عاص کی نیرنگی سے قرآن مجید کو نیزوں کی نوک پر اٹھالیا اور حضرت علیؑ کو حکمیت قرآن کی جانب آنے کی دعوت دی اور اس طرح اس نے کوفہ کے سادہ لوح سپاہیوں کو تقدس نمائی سے اپنا گرویدہ کر لیا۔ یہاں تک کہ انہوں نے حضرت علیؑ کو مجبور کیا کہ وہ جنگ کرنے سے باز رہیں۔

قرآن مجید کی "حکمیت" کا فائدہ بھی معاویہ کو ہی ہوا (اس کی تفصیل بعد میں بیان کی جائے گی) چنانچہ پہلی مرتبہ اس کا نام لوگوں کی زبانوں پر خلیفہ کی حیثیت سے آنے لگا اور سنہ ۳۰ھ میں جب حضرت علیؑ کو شہید کر دیا گیا تو خلیفہ بن کر ہی مسند خلافت پر آیا اور اس نے انیس سال سے زیادہ مسلمانوں پر حکومت کی اور بالآخر ماہ رجب میں اس کا انتقال ہوا۔

### معاویہ کی تخریب کاری

امیر المؤمنین حضرت علیؑ کی حکومت کے خلاف معاویہ نے جس قدر مخالفت و تخریب کاری کی اس کی طرح اندازی عمرو عاص کرتا تھا جیسے ہی یہ اطلاع ملی کہ لوگ حضرت علیؑ کے دست مبارک پر بیعت کر رہے ہیں تو اس نے درج ذیل مضمون پر مشتمل خط زبیر کو لکھا:

"معاویہ کی جانب سے بندہ خدا زبیر کی خدمت میں عرض ہے کہ اے امیر المؤمنین میں نے شام کے لوگوں سے کہا کہ وہ آپ کے لئے میرے ہاتھ پر بیعت کریں انہوں نے میرے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے وہ سب متفقہ طور پر آپ کے مطیع و فرمانبردار ہیں انہوں نے ہی مجھ پر دباؤ ڈالا کہ آپ کے حق میں، میں ان سے بیعت لوں، آپ کو فد و بصرہ کی حفاظت کیجئے کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ دو شہر علی بن ابی طالب ؓ کے ہاتھ لگ جائیں کیونکہ ان دو شہروں پر قبضہ دیگر سر زمینوں کو حاصل کرنے کے لئے خاص اہمیت کا حامل ہے۔ آپ کے بعد میں نے طلحہ کے حق میں بھی لوگوں سے بیعت لے لی ہے اب آپ یہ کہہ کر شورش و سرکشی کریں کہ عثمان کے خون کا بدلہ لینا ہے اور لوگوں کو بھی اسی عنوان سے دعوت دیجئے اس مقصد کی جراثوری کے لئے پوری متانت و سنجیدگی اور سرعت عمل سے کام لیجئے۔ (۱۸)

معاویہ نے اپنی جدوجہد کا آغاز اسی روش سے کیا اگرچہ کسی بھی تاریخ کی کتاب میں یہ واقعہ نہیں ملتا کہ انہوں نے شام میں زبیر کی حق میں بیعت لی ہو۔

### امام علی ؓ کا نمائندہ معاویہ کی جانب

امیر المؤمنین حضرت علی ؓ نے معاویہ کیساتھ جنگ کرنے سے قبل اتمام حجت کی غرض سے "جریر ابن عبداللہ" کو خط دیکر روانہ کیا (۱۹) اور اس سے بیعت کا مطالبہ کرتے ہوئے طلحہ اور زبیر کی عہد شکنی کا بھی ذکر کیا، خط کے آخر میں آپ ؓ نے مزید تحریر فرمایا کہ اگر تمہارا خود کو بلاؤں میں گرفتار کرنا مقصد ہے تم سے جنگ کروں گا تم ان آزاد شدہ لوگوں میں سے ہو جن میں نہ تو خلافت کی اہلیت و شایستگی ہے اور نہ ہی امور خلافت میں انکو مشیر بنایا جاسکتا ہے۔ (۲۰) جب جریر نے خط معاویہ کو دیا وہ اس خط کو پڑھ کر حیرت زدہ رہ گیا اور جریر سے کہا کہ میرے جواب کا انتظار کرو اس مسئلہ کا حل تلاش کرنے کی غرض سے عمرو عاص کو اپنے پاس بلایا اور کہا کہ اگر اس مشکل کا حل نکال لو تو مصر کی حکومت میں تمہارے حوالے کر دوں گا۔ معاویہ نے ان کی تجویز پر

شام کے سربر آوردہ لوگوں کو مسجد میں جمع کیا اور ان کے سامنے مفصل تقریر کی اس نے اہل شام کی تحسین و قدر دانی کرتے ہوئے ان کے جذبات کو عثمان کے خون کا بدلہ لینے کیلئے مشتعل کیا اور حاضرین جلسہ کی اس بارے میں رائے جاننا چاہی، اس بات پر حاضرین اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے عثمان کے خون کا بدلہ لینے کے لئے اپنی آمادگی و رضامندی کا اظہار کیا چنانچہ اس غرض کے تحت انہوں نے معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور یہ وعدہ کیا کہ جب تک دم میں دم ہے، وہ اس عہد پر قائم رہیں گے اور اپنا مال تک اس راہ میں قربان کر دیں گے۔

جریر نے جب یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا تو وہ امیر المومنین حضرت علی ؓ کے پاس واپس آگئے اور تمام واقعات آپ کے سامنے بیان کئے اور کہا کہ شام کے لوگوں نے معاویہ کے ساتھ گریہ و زاری بھی کی اور آپ سے جنگ کرنے کیلئے سب متفق المرآتے ہیں کیونکہ ان کا گمان ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب ؓ نے انہیں قتل کرایا ہے اور ان کے قاتلوں کو پناہ دی ہے۔<sup>(۲۱)</sup>

### سرکشی کے اسباب

معاویہ نے امیر المومنین حضرت علی ؓ کی حکومت کے خلاف کیوں سرکشی کی نیز اس کے پس پشت کیا اسباب و علل اور محرکات کار فرماتے ان کا مختصر طور پر ہی سہی مگر ذکر کر دینا بہت ضروری ہے۔

### ۱۔ دشمنی اور کینہ

خاندان بنی امیہ کو جس کا سردار معاویہ تھا، ہاشمی خاندان بالخصوص پیغمبر اکرم ؐ اور امیر المومنین حضرت علی ؓ سے سخت عداوت و دشمنی تھی، اس دشمنی و کینہ توزی کا آغاز نبی اکرم ؐ کے عہد رسالت اور اس کے بعد پیش آنے والے غزوات کے باعث ہوا۔ عداوت اور دشمنی اس حد تک پہنچ چکی تھی کہ جہاں کہیں رسول خدا ؐ کی عظمت کا ذکر ہوتا معاویہ اپنے دل میں ملول ہوتا ذیل کی حکایت اس کی شاہد و گواہ ہے "مطرف ابن مغیرہ" سے منقول ہے کہ میرے والد کی معاویہ کے پاس آمد

ورفت تھی وہ جب بھی اس کے پاس سے واپس گھر آتے تو اسکی ذہانت و ذکاوت کی بہت تعریف کرتے ایک رات معاویہ کے پاس سے آئے تو میں نے انہیں اتنا مضطرب و پرانکہہ خاطر پایا کہ انہوں نے کھانا تک نہیں کھایا۔ میں نے اپنے والد سے دریافت کیا کہ وہ اس قدر کیوں مضطرب و پریشان خاطر ہیں، انہوں نے جواب دیا کہ آج میں انتہائی کافر اور خبیث ترین شخص کے پاس سے واپس آ رہا ہوں۔ میں نے پوچھا آخر ہوا کیا؟ انہوں نے کہا کہ معاویہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا جب خلوت ہوئی تو میں نے کہا اے امیر المومنین آپ کافی عمر رسیدہ ہو چکے ہیں اور عہد پیری کی منزل تک پہنچ گئے یہاں اچھا ہوگا کہ آپ اب عدل و انصاف سے کام لیں اور اپنے بھائی بنی ہاشم سے صلہ رحمی کے ساتھ پیش آئیں کیونکہ انکے پاس ایسی کوئی چیز نہیں جس کے باعث آپ کو ان سے خطرہ ہو، اس کے علاوہ اگر آپ حسن سلوک کریں گے تو لوگ آپ کو یاد رکھیں گے اور اس کا آپ کو اجر بھی ملے گا۔

اس پر معاویہ نے کہا کہ ہرگز اپنے کام کی بقا کی خاطر کس امید پر نیک کام کروں "یتیم" کے بھائی ابو بکر کو خلافت ملی عدل و انصاف کو اپنا شیوہ بنایا اور جو کچھ کرنا تھا انہوں نے کیا لیکن جب ان کی وفات ہو گئی تو لوگ انہیں بھول گئے بس لوگوں کو اتنا ہی یاد رہ گیا ہے کہ ابو بکر کے بعد عدی کے بھائی عمر نے حکومت کی۔ دس سال تک وہ خدمت خلق کرتے رہے مگر مرنے کے بعد انکا نام بھی صفحہ ہستی سے محو ہو گیا صرف چند ہی لوگوں کو یہ نام (عمر) یاد رہ گیا ہے لیکن اس کے برعکس "ابی کبشہ" کے فرزند محمد ابن عبداللہ کا نام ہر روز پانچ مرتبہ با آواز بلند لیا جاتا ہے اور "اشہد ان محمد رسول اللہ" کہا جاتا ہے اس کے بعد میری کون سی کارکردگی اور یاد باقی رہ جائے گی خدا کی قسم جیسے ہی میں خاک کے نیچے جاؤں گا میرا نام بھی اس کے ساتھ دفن ہو جائے گا۔<sup>(۲۲)</sup>

## ۲۔ حکومت کی آرزو

معاویہ جانتا تھا کہ امیر المومنین حضرت علی ؓ سے اس کے منصب پر قائم رہنے نہیں دےں گے کیونکہ اسے اس بات کا علم تھا کہ حضرت علی ؓ نے ظلم و استبداد کی ہمیشہ مخالفت کی ہے اور حکومت اسی

لئے قبول کی کہ اسے عدالت و انصاف سے چلائیں گے۔

حضرت علی ؓ کے کردار سے وہ چونکہ بخوبی واقف تھا اس لئے اسے یہ بھی علم تھا کہ امیر المومنین حضرت علی ؓ نہ صرف یہ کہ حکومت شام کی جانب سے چشم پوشی نہ کریں گے بلکہ وہاں جو مال انہوں نے عثمان کے دور خلافت میں جمع کیا تھا اس سے لے کر بیت المال میں داخل کر دیں گے۔ اس کے بعد وہ ایک معمولی فرد کی طرح اپنی باقی عمر کسی گوشہ تنہائی میں گزار لے گا یہ بات اس کے لئے کسی بھی طرح قابل برداشت نہ تھی۔

چنانچہ یہی وجہ تھی کہ وہ جب تک شام پر حکم فرما رہا، اس نے کبھی مرکزی حکومت کے کارپردازوں و نمائندوں کی حیثیت سے عمل نہیں کیا بلکہ وہاں اپنے لئے ایک مستقل سلطنت کی بنیاد قائم کر دی تھی۔ تاکہ اپنی مرضی کے مطابق وہ لوگوں پر حکمرانی کر سکے اور ایسی حکومت کی بنیاد رکھ دی جو اس کے خاندان میں آنے والی نسلوں کی میراث بن گئی۔

### ۳۔ ناکثین کی شورش

ناکثین کی شورش نے عثمان کے خون کا بدلہ لینے کی تحریک کے لئے راستہ ہموار کر دیا اگر ایسا نہ ہوتا تو معاویہ کے لئے مشکل تھا کہ اس اتحاد کو جو مسلمانوں کے درمیان پیدا ہو گیا تھا اور جس کی سر زمین اسلام کے بیشتر علاقوں پر حکم و فرمانروائی تھی اس کو درہم برہم کر سکے اور مسلمانوں میں ایک دوسرے کے خلاف مقابلے کی ہمت و جرات پیدا ہو سکے لیکن جنگ جمل کے جو ناخوشگوار نتائج رونما ہوئے انہوں نے اس سد عظیم کو گرا دیا اور معاویہ کے واسطے شورش و سرکشی کا میدان صاف کر دیا۔

### ۴۔ گزشتہ خلفاء کی دلیل و مثال

اس کے علاوہ معاویہ اپنے اس رویے کی یہ توجیہ پیش کرتا اور کہتا کہ گزشتہ خلفاء نے حضرت علی ؓ پر سبقت حاصل کر لی اور مسلمانوں نے بھی ان کی حکومت کو تسلیم کر لیا اس لئے میں بھی انہی کے رویے کی پیروی کر رہا ہوں۔

چنانچہ جب اس نے محمد بن ابی بکر کو خط لکھا تو اس میں انہوں نے اسی امر کی جانب اشارہ کیا کہ تمہارے والد اور عمر آن اولین افراد میں سے تھے جنہوں نے خلافت میں علیؑ کی مخالفت کی اور ان کا حق خود لے لیا وہ خود تو مسئلہ خلافت پر متمکن رہے مگر علیؑ کو انہوں نے امر خلافت میں شریک تک نہ کیا... اگر وہ راہ راست پر چل رہے ہیں تو تمہارے والد وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے یہ راہ اختیار کی اگر ہم ظلم و ستم کے رستے پر گامزن ہیں تو اس راستے کو بھی تمہارے والد نے سب سے پہلے ہموار کیا تھا اس مقصد میں ہم ان کے شریک کار اور انہی کی پیروی کر رہے ہیں اگر تمہارے والد اس راہ میں ہم پر سبقت نہ لے جاتے تو ہم علی بن ابی طالبؑ کی ہرگز مخالفت نہ کرتے لیکن ہم نے دیکھا کہ تمہارے والد نے یہ کام انجام دیا ہے چنانچہ ہم ان کی راہ و روش پر گامزن ہیں۔ (۲۳)

### ۵۔ پروپیگنڈہ

عثمان کے قتل کے بعد طلحہ و زبیر نے جو شورش و سرکشی کی راہ اختیار کی اس کے باعث معاویہ کو یہ موقع مل گیا کہ وہ حضرت علیؑ کی حکومت کے خلاف پروپیگنڈہ کر سکے اور اس میں بھی جو چیز کار فرما تھی وہ عثمان کے خون کا بدلہ تھا۔ معاویہ نے اہل شام کے جذبات برافروختہ کرنے کے لئے عثمان کے خون آلود کرتے اور ان کی اہلیہ نائلہ کی قطع شدہ انگلی کو جنہیں "نعمان بن بشیر" اپنے ساتھ صوبہ شام سے لے آیا تھا، مسجد کی دیوار پر نصب کر دیا اور انہوں نے چند عمر رسیدہ لوگوں سے کہا کہ وہ ان چیزوں کے نزدیک بیٹھ کر گریہ و زاری کریں، اس پروپیگنڈہ نے لوگوں کے دلوں پر ایسا گہرا اثر کیا کہ جیسے ہی معاویہ کی ولولہ انگیز تقریر ختم ہو گئی تو لوگ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور سب نے ایک آواز ہو کر کہا کہ ہم عثمان کے خون کا بدلہ لیں گے اور معاویہ کے ہاتھ پر یہ کہہ کر بیعت کی کہ جب تک ہمارے دم میں دم ہے تمہارا ساتھ دیں گے۔

## مشہور و معروف اشخاص کو اپنانا

معاویہ کا مقصد چونکہ زمام حکومت کو اپنے اختیار میں لینا تھا سہی لئے اسکی مسلسل یہ سعی و کوشش تھی کہ جس طرح بھی ممکن ہو سکے ان لوگوں کی توجہ کو اپنی طرف مائل کریں جو اس کام کے لئے مناسب ہو سکتے ہیں اور ان کے ساتھ یہ عہد و پیمانہ کریں کہ وہ حضرت علیؓ کے خلاف سرگرم عمل رہیں گے اس کام میں جو لوگ اس کے ہم خیال رہے ان کے نام درج ذیل ہیں :

۱۔ عمرو عاص : معاویہ نے اس سے کہا کہ تم میرے ہاتھ پر بیعت کرو اور میری مدد کرو اس پر عمرو عاص نے کہا کہ خدا کی قسم دین کی خاطر تو میں یہ کام نہیں کر سکتا البتہ دنیوی مفاد کی خاطر میں تیار ہوں معاویہ نے دریافت کیا کہ کیا مانگنا چاہتے ہو اس نے کہا کہ مصر کی حکومت معاویہ نے اس کے اس مطالبے کو منظور کر لیا اور لکھ کر دستاویز بھی دی۔ (۲۴)

۲۔ طلحہ و زبیر جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ معاویہ نے زبیر کو خط لکھا تو اس میں زبیر کو امیر المؤمنین کے لقب سے یاد کیا تھا اور ان کی نیز طلحہ کی توجہ کو اپنی جانب مائل کرنے کی غرض سے ایسا ظاہر کیا کہ میں نے تمہارے حق میں شام کے لوگوں سے بیعت لی ہے اور طلحہ کو ولیعہد مقرر کر دیا ہے۔

۳۔ شرجیل۔ اس کا شمار شام کے بااثر و رسوخ افراد میں ہوتا تھا معاویہ نے خاص حکمت عملی کے ذریعے اسے اپنی جانب مائل کیا اور وہ بھی اس کا ایسا گرویدہ ہوا کہ معاویہ کا دم بھرنے کے علاوہ عثمان کے خون کا مطالبہ شروع کر دیا۔ معاویہ نے ضمناً عمرو عاص کا ذکر کرتے ہوئے اسے خط میں لکھا کہ علیؓ کا جبریر نامی نمائندہ میرے پاس آیا ہے اور اس نے بہت اہم تجویز میرے سامنے رکھی ہے یہ خط ملتے ہیں آپ فوراً میرے پاس چلے آئیں۔ معاویہ نے شرجیل کے آنے سے قبل بعض ایسے لوگوں کو جو اس کے نزدیک قابل اعتماد تھے اور اس کے ساتھ ہی وہ شرجیل کے قرابت دار بھی یہ ہدایت کہ جب شرجیل مجھ سے ملاقات کر چکے تو وہ اس سے ملاقات کریں اور اسے اطلاع دیں کہ عثمان کا قتل حضرت علیؓ کے ایما پر ہی ہوا ہے۔ (۲۵)

شرجیل کو جیسے ہی معاویہ کا خط ملا تو عبدالرحمن ابن غنم اور عیاض جیسے خیر خواہ دوستوں کی مرضی و منشاء کے خلاف اس نے معاویہ کی دعوت کو قبول کر لیا اگرچہ انہوں نے بہت منع کیا مگر اس کے باوجود وہ حمص سے دمشق کی جانب روانہ ہو گیا۔ (۲۶)

شرجیل جیسے ہی شہر میں داخل ہوا تو معاویہ کے ہواخواہ اس کے ساتھ بہت عزت و احترام سے پیش آئے اس کے بعد معاویہ نے جریر کے خط کا ذکر کیا اور مزید یہ کہا کہ اگر علی ؓ نے عثمان کو قتل نہ کرایا ہوتا تو وہ بہترین انسان شمار کئے جاتے جب معاویہ کی گفتگو ختم ہو گئی تو شرجیل نے کہا کہ مجھے اس مسئلے پر سوچنے کا موقع دیجئے تاکہ اس کے بارے میں غور و فکر کر سکوں۔

معاویہ سے رخصت ہو کر جب وہ واپس ہوا تو اس کی کچھ لوگوں سے ملاقات ہو گئی یہ لوگ تو پہلے سے ہی ان سے ملنے کے متمنی و مشتاق تھے۔ شرجیل نے عثمان کے قتل کے بارے میں ان سے دریافت کیا تو سب نے یہی کہا کہ علی ؓ ہی عثمان کے قاتل ہیں۔

یہ سننے کے بعد شرجیل غضبناک حالت میں معاویہ کے پاس واپس آیا اور کہا کہ لوگوں کا یہ خیال واضح ہے کہ عثمان کو علی ؓ نے قتل کیا ہے۔ خدا کی قسم اگر تم نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی تو ہم لوگ یا تو تمہیں شام سے باہر نکال دیں گے یا یہیں قتل کر ڈالیں گے۔ معاویہ نے محسوس کر لیا کہ اس کا منصوبہ کارگر ثابت ہوا ہے کہا کہ میں بھی شام کے افراد میں سے ایک ہوں میں نے آج تک تمہاری مخالفت نہیں کی ہے اور آئندہ بھی ایسا نہ کروں گا مگر تم کو یہ جاننا چاہئے کہ یہ کام شام کے عوام کی مرضی کے بغیر صورت پذیر نہیں ہو سکتا تم کو اس منطقے میں شہرت و نام آوری حاصل ہے اب تم شام کے مختلف شہروں کا دورہ کرو اور لوگوں کو بتاؤ کہ عثمان کو علی ؓ نے قتل کیا ہے اور اب مسلمانوں پر واجب ہے کہ اس خون کا بدلہ لینے کی خاطر شورش و سرکشی کریں۔ شرجیل نے ایسا ہی کیا چنانچہ چند زاہد و پارسا و گوشہ نشین افراد کے علاوہ شام کے عام لوگوں نے اس دعوت کو قبول کر لیا

### سوالات

- ۱۔ امیر المومنین حضرت علی ؑ نے بصرہ پہنچنے کے بعد کیا اقدامات کئے؟
- ۲۔ جنگ جمل کے کیا نتائج و اثرات رونما ہوئے؟ مختصر طور پر وضاحت کیجئے۔
- ۳۔ جنگ جمل کے بعد کوفہ کو مرکز حکومت کیوں قرار دیا؟
- ۴۔ امیر المومنین حضرت علی ؑ کی حکومت کے خلاف معاویہ کا کیا موقف تھا؟ معاویہ کے عدم تعاون کی ایک مثال پیش کیجئے۔
- ۵۔ حضرت علی ؑ کی حکومت کے خلاف معاویہ نے کیوں شورش و سرکشی اختیار کی؟ مختصر طور پر بیان کیجئے۔
- ۶۔ معاویہ نے صاحب اثر و رسوخ اور سیاستمدار افراد کی توجہ کو اپنی طرف کیسے مبذول کیا اس کی ایک مثال پیش کیجئے؟

## حوالہ جات

۱۔ الجمل ۲۱۱

۲۔ کامل ابن اثیر ج ۳ / ۲۵۵، تاریخ طبری ج ۳ / ۵۳۸

۳۔ مروج الذهب ج ۲ / ۳۶۸

۴۔ تاریخ طبری ج ۳ / ۵۳۱، کامل ابن اثیر ج ۳ / ۲۵۶

۵۔ مروج الذهب ج ۲ / ۳۷۱، شرح ابن ابی الحدید ج ۱ / ۲۳۹

۶۔ جنگ جمل میں جو جانی نقصان ہوا اس کے بارے میں مورخین کے درمیان اختلاف رائے ہے۔ ابن اثیر ج ۳ / ۲۵۵ اور طبری ج ۳ / ۵۳۹ نے مقتولین کی تعداد دس ہزار افراد لکھی ہے یعنی ہر طرف سے تقریباً پانچ ہزار افراد قتل ہوئے۔ مسعودی ج ۲ / ۵۳۹ نے مروج الذهب میں مقتولین کی تعداد بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اصحاب جمل کے تیرہ ہزار افراد مارے گئے اور حضرت علیؑ کی سپاہ میں سے پانچ ہزار افراد شہید ہوئے۔ بلاذری نے انساب الاشراف ج ۲ / ۲۶۵ میں درج کیا ہے کہ صرف اہل بصرہ میں سے بیس ہزار افراد قتل ہوئے مگر یعقوبی نے اپنی تاریخ کے ج ۲ / ۱۸۳ پر جانبین کے مقتولین کی تعداد تیس ہزار افراد سے زیادہ بیان کی ہے۔

۷۔ ملاحظہ ہو الملل والنحل شہرستانی ج ۱ / ۱۲۱، والتبصیر ۳۲۔

۸۔ علامہ مفید نے حضرت علیؑ کے خطوط اپنی تالیف و تالیف الجمل میں صفحات ۲۱۵، ۲۱۱ پر درج کئے ہیں۔

۹۔ رجبہ کوفہ کے محلوں میں سے ایک محلے کا نام تھا (معجم البلدان ج ۳ / ۳۳)

۱۰۔ وقعہ صفین ۳۔

۱۱۔ ملاحظہ ہو کامل ابن اثیر ج ۳ / ۲۶۰ و تاریخ طبری ج ۳ / ۵۳۳، ۵۳۳۔

۱۲۔ "جعدہ" امیر المؤمنین حضرت علیؑ بھانجے تھے آپ کی والدہ ام بانی دختر ابی طالب تھیں (شرح ابن ابی الحدید ج ۱۰

(۷۷/

۱۳۔ وقعہ صفین ۳ / ۱۰۔

۱۴۔ مروج الذهب ج ۲ / ۲۷۲، کامل ابن اثیر ج ۳ / ۲۷۶۔

۱۵\_ وقعہ صفین ۱۲\_ ۱۱\_

۱۶\_ اذہبو انتم الطلقاء (اسی وجہ سے معاویہ کا شمار طلقاء میں ہوتا ہے۔

۱۷\_ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ / ۲۳۱\_ تاریخ التواریخ ج ۱ / ۳۸\_

۱۸\_ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ جریر کو انہی کی درخواست پر روانہ کیا گیا تھا اگرچہ مالک اشتر نے انہیں روانہ کئے جانے کی مخالفت کی تھی اور یہ کہا تھا کہ جریر کا دل سے جھکاؤ معاویہ کی جانب ہے لیکن اس پر حضرت علی ؓ نے فرمایا تھا کہ ان کا امتحان کئے لیتے ہیں پھر دیکھیں گے کہ وہ ہماری طرف کیسے آتے ہیں۔ ملاحظہ ہو مروج الذهب ج ۲ / ۳۷۲، وقعہ صفین ۲۷\_

۱۹\_ وقعہ صفین / ۱۹، شرح ابن ابی الحدید ج ۳ / ۷۵۳، کامل ابن اثیر ج ۳ / ۲۷۶ اور مروج الذهب ج ۲ / ۳۷۲\_

۲۰\_ مروج الذهب ج ۲ / ۳۷۲، وقعہ صفین ۳۳، ۳۱\_

۲۱\_ شرح ابن ابی الحدید ج ۵ / ۱۲۹\_

۲۲\_ وقعہ صفین ۱۲۰\_ ۱۱۹\_ شرح ابن ابی الحدید ج ۳ / ۱۸۹\_

۲۳\_ تاریخ ابوالفداء ج ۱ / ۱۷۱ کامل ابن اثیر ج ۳ / ۱۹۲\_ ۲۷۷\_

۲۴\_ وقعہ صفین ۳۲ شرح ابن ابی الحدید ج ۳ / ۷۸\_

۲۵\_ مروج الذهب ج ۲ / ۳۵۳\_ وقعہ صفین ۳۰ / ۳۸\_

۲۶\_ وقعہ صفین ۳۳ یہاں اس بات کا ذکر بھی ضروری ہے کہ شرح جلیل اور جریر کے درمیان سخت عداوت تھی۔

۲۷\_ ان کی قرابت داری میں یزید بن اسد بُسر اور ارطاء اور عمر بن سفیان بھی شامل تھے۔

۲۸\_ وقعہ صفین ۳۵\_

۲۹\_ وقعہ صفین ۵۰\_ ۳۶ شرح ابن ابی الحدید ج ۲ / ۷۱\_

نواں سبق

فاسطین (جنگ صفین) ۱

حضرت علیؑ کا معاویہ کے ساتھ مراسلت میں محرک

حجاز کی جانب درازدستی

نمائندے کی روانگی

مہاجرین و انصار کے ساتھ مشورہ

عمومی فوج

کمانڈروں کا تقرر

صفین کی جانب روانگی

شام میں بحرانی حالات کا اعلان

پہلا مقابلہ

پانی پر بندشی

سوالات

حوالہ جات

## حضرت علیؑ کا معاویہ کے ساتھ مراسلت میں محرک

حضرت علیؑ جب تک کوفہ میں قیام پذیر رہے اور صفین کی جانب روانہ ہونے سے پہلے تک آپ نے معاویہ کی جانب خطوط بھیجنے اور اپنے نمائندگان کو روانہ کرنے میں ہمیشہ پیشقدمی کی تاکہ اسے اس راہ و روش سے روکا جاسکے جو اس نے اختیار کر رکھی تھی جس کی پہلی وجہ یہ تھی کہ حضرت علیؑ دل سے یہ نہیں چاہتے تھے کہ شام کے لوگوں سے جنگ کی جائے کیونکہ وہ بھی مسلمان تھے۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ حضرت علیؑ چاہتے تھے کہ معاویہ، شام کے عوام اور ان لوگوں کے لئے جو آئندہ آپ کے ہمراہ رہ کر معاویہ سے جنگ کریں گے تمام حجت ہو جائے۔

تیسری وجہ یہ تھی کہ اگر امیر المومنین حضرت علیؑ معاویہ کے خطوط کا جواب نہ دیتے اور اس کے عدم تعاون کے خلاف صریح و قطعی موقف اختیار نہ کرتے تو ممکن تھا کہ عوام اس رائے کے حامی ہو جاتے کہ معاویہ حق بجانب ہے۔

ابن ابی الحدید نے ان بعض خطوط کو نقل کرتے ہوئے جن کا مبادلہ حضرت علیؑ اور معاویہ کے درمیان ہوا لکھا ہے کہ اگر چہ زمانے میں نیرنگیاں تو بہت ہیں مگر اس سے زیادہ کیا عجیب بات ہو سکتی ہے کہ حضرت علیؑ کے لئے نوبت یہاں تک آن پہنچی کہ ان کا اور معاویہ کا شمار ایک ہی صف کیا جانے لگا اور وہ ایک دوسرے کے ساتھ مراسلت کریں۔<sup>(۱)</sup>

اس کے بعد ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ اس مراسلت و مکاتبت کے پس پشت کون سا محرک کار فرما تھا وہ لکھتا ہے کہ "شاید حضرت علیؑ کی نظر میں اس کی وہ مصلحت آشکار و روشن تھی جو ہم پر

پوشیدہ و پنہاں ہے " اوپر جو وجوہ بیان کے گئے ہیں ان کے علاوہ خطوط لکھنے کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ:

۱۔ زور آور و تنومند سیاسی افراد نے مختلف احادیث جعل کمر کے معاویہ کو اس بلند مقام پر پہنچا دیا اور اس کے لئے ایسے فضائل اختراع کئے کہ معاویہ امام رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں آگیا یہی نہیں بلکہ معاویہ خود کو افضل تصور کرتا اور اس پر فخر کرتا تھا یہ تحریک عمر کے عہد خلافت میں شروع ہوئی <sup>(۲)</sup> اور بالاخرہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمان خلافت میں شدت اختیار کر گئی۔

۲۔ معاویہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جو خطوط لکھے ہیں ان میں اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بہت سی ناروا باتیں منسوب کی ہیں اور اپنی طرف ایسے افتخارات کی نسبت دی ہے جن کی کوئی اساس نہیں ہے اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان حقائق کو آشکار نہ کیا ہوتا اور اس ضمن میں ضروری باتیں نہ بتائی ہوتیں تو بہت سے حقیقی واقعات نظروں سے اوجھل ہو کر رہ جاتے اور وہ افترا پردازیاں جو آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ روارکھی گئیں ان کا جواب نہ دیا گیا ہوتا تو سادہ لوح انسان ان کو حقیقت سمجھ کر قبول کر لیتے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جو اتہامات منسوب کئے گئے ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ کو اپنے سے پہلے کے خلفاء سے حسد و بغض تھا اور ان کے خلاف شورش کرنا چاہتے تھے اگر اس کا جواب نہ دیا گیا ہوتا تو عین ممکن تھا کہ سپاہ عراق میں تفرقہ پیدا ہو جاتا چنانچہ یہی جہ تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سازش کو روکنے کی غرض سے اپنے منطقی و مستدل بیان سے معاویہ کو جواب

دیا <sup>(۳)</sup>۔

### حجاز کی جانب دراز دستی

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہی کوشش تھی کہ معاویہ کے ساتھ جو اختلافات ہے وہ مسالمت آمیز طریقے سے حل ہو جائیں اور وہ قتل و خون ریزی کے بغیر حق و انصاف کے سامنے سر تسلیم خم کر دے لیکن اس کے برعکس معاویہ پوری سنجیدگی سے حالات کی برہمی و آشفتگی اور مسلمانوں میں باہمی اختلاف و گروہ بندی کی کوشش کرتا رہا چنانچہ اس نے اپنے سیاسی اقتدار کو تقویت دینے کے لئے

سربر آوردہ افراد اور سرداران قبائل کو خط لکھنے شروع کئے تاکہ اس طریقے سے حجاز اس کی دسترس میں آجائے۔ اس سلسلے میں اس نے عمرو عاص سے مشورہ کیا اور کہا کہ اس اقدام کے ذریعے ہمیں دو نتائج میں سے ایک حاصل ہوگا یا تو ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں گے اور انھیں اپنا ہم خیال بنالیں گے یا تو کم از کم ان کے درمیان شک و تردید تو پیدا کر دیں گے تاکہ وہ علیؓ کو مدد دینے سے باز رہیں۔

لیکن عمرو عاص کی رائے میں یہ اقدام موثر نہ تھا کیونکہ اس کا خیال تھا کہ جن افراد کو خط لکھا جا رہا ہے وہ یا تو حضرت علیؓ کے طرفدار ہیں ظاہر صورت میں انھیں خط لکھنے سے ان کی نظر و بصیرت میں اضافہ ہوگا اور وہ بیشتر علیؓ کی حامی و طرفدار ہو جائیں گے یا پھر وہ لوگ ہی جو عثمان کے جانبدار ہیں انھیں خط لکھنے سے کوئی فائدہ نہیں کیونکہ وہ جو کچھ بھی ہیں خط سے ان پر مزید کوئی اثر ہونے والا نہیں، رہے وہ لوگ جو ہر طرف سے لاطعلق ہیں انھیں بھی تم سے زیادہ علیؓ پر اعتماد ہے۔

لیکن معاویہ اپنے فیصلے پر پوری سنجیدگی سے قائم رہا بالآخر دونوں نے مشترکہ طور پر اہل مدینہ کو لکھا اور اس میں انہوں نے یہ اتہام لگایا کہ عثمان کے قاتل علیؓ ہیں چنانچہ انہوں نے حضرت علیؓ سے درخواست کی کہ عثمان کے قاتل ان کے حوالے کئے جائیں اور اس سلسلے میں اہل مدینہ سے مدد چاہی۔<sup>(۴)</sup>

مذکورہ بالا خط کے علاوہ انہوں نے سعد بن ابی وقاص، عبداللہ بن عمر اور محمد بن مسلمہ جیسے سربر آوردہ لوگوں کو بھی خطوط لکھے کہ جنہوں نے حضرت علیؓ سے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی۔

اس اقدام سے معاویہ کا مقصد و مدعا یہ تھا کہ وہ حضرت علیؓ کی حکومت کو داخلی مشکلات و کشمکش سے دوچار کر دے کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اگر اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا تو اسے دو جانبہ فتح و کامرانی حاصل ہوگی اول تو یہ کہ وہ سربر آوردہ اشخاص کی حمایت حاصل کر لے گا اور دوسری طرف اس کے اس اقدام سے مرکزی حکومت کو کاری ضرب لگے گی۔

لیکن معاویہ کو جیسا کہ عمرو عاص نے پیشین گوئی کی تھی کامیابی حاصل نہ ہوئی کیونکہ جن اشخاص کو خطوط لکھے گئے تھے انہوں نے منطقی و مدلل جواب کے ساتھ ان کی درخواست کو رد کر دیا۔<sup>(۵)</sup>

### نمائندے کی روانگی

اس سے پہلے کہ جنگ و جدال کی نوبت آئے حضرت علیؑ ہر اس طریقے کو بروئے کار لائے جس کے ذریعے اہل شام بیدار ہو سکیں اور معاویہ کو شورش و سرکشی سے باز رکھا جاسکے اسی مقصد کے تحت انہوں نے "خفاف بن عبداللہ" کو معاویہ کے پاس بھیجا کیونکہ خفاف میں شاعرانہ مزاح جاتا پایا تھا اور فطرتاً بولنے والے واقع ہوئے تھے شام پہنچنے کے بعد انہوں نے اپنے چچا زاد بھائی "حابس بن سعد" کو جو قبیلہ طی کے سردار تھے اپنے ساتھ لیا اور دونوں مل کر معاویہ کی طرف روانہ ہوئے اور عثمان کے واقعہ قتل کی پوری تفصیل اس کے سامنے بیان کی اس کے بعد انہوں نے یہ بھی بتایا کہ لوگ حضرت علیؑ کے دست مبارک پر بیعت کرنے کے لئے کس طرح متمنی و خواہش مند تھے ساتھ ہی انہوں نے حضرت علیؑ کی بصرہ و کوفہ کی جانب روانگی کی مفصل کیفیت بیان کی اور مزید کہا کہ اس وقت بھی بصرہ ان کی ہاتھ میں ہے اور کوفہ میں تمام طبقات کے لوگ جن میں بچے، سن رسیدہ خواتین، نئی دلہینیں وغیرہ شامل ہیں پورے جوش و خروش سے آپ کا استقبال کرنے کے لئے شاداں و خندان آئے اور میں جس وقت ان کے پاس روانہ ہوا تھا ان کے سامنے شام کی جانب آنے کے علاوہ کوئی مقصد نہ تھا<sup>(۶)</sup> معاویہ نے جب یہ کیفیت سنی تو اس پر خوف طاری ہو گیا اور ان لوگوں کی موجودگی میں جو ان کے گرد جمع تھے اسے اپنی شکست کا احساس ہوا ناچار اس نے حابس سے کہا کہ لگتا ہے کہ یہ شخص علیؑ کا جاسوس ہے اسے اپنے پاس سے آگے چلتا کر کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ شام کے لوگوں کو گمراہ کر دے۔<sup>(۷)</sup>

## مہاجرین و انصار سے مشورہ

جب حضرت علیؑ کو یہ یقین ہو گیا کہ اب یہ طوفان دہنے والا نہیں اور معاویہ اپنے ارادے سے باز نہ آئے گا تو ناچار انہوں نے فیصلہ کیا کہ مقابلے کیلئے اقدام کریں چنانچہ پیغمبر اکرم ﷺ کے طریق کار پر عمل کرتے ہوئے آپؑ نے جنگ سے قبل اپنے مہاجرین اور انصار اصحاب سے مشورہ کیا حضرت علیؑ کے پیروکاروں نے مختلف افکار و خیالات کا اظہار کیا جن میں بیشتر افراد کی رائے یہی تھی کہ جس قدر جلد ہو سکے اقدام کیا جائے کچھ لوگوں نے کہا کہ جتنا جلدی ہو سکے اس بارے میں فیصلہ کر لیا جائے مگر ان میں ایسے لوگ بھی تھے جو چاہتے تھے کہ پہلے مسالمت آمیز طریقہ اختیار کیا جائے اور اگر حریف اپنی عناد پسندی اور سرکشی پر قائم رہا تو جنگ شروع کی جانی چاہئے۔<sup>(۸)</sup>

سب سے آخر میں سہل بن حنیف اپنی جگہ سے اٹھے اور انہوں نے حاضرین کی نمائندگی کرتے ہوئے کہا کہ "اے امیر المؤمنین آپ جس کے ساتھ صلح و آشتی چاہیں گے ہم اس کے ساتھ صلح و آشتی کریں گے ہماری رائے اور مرضی وہی ہے جو آپ کی ہے ہم سب دست راست کی مانند آپ کے مطیع و فرمانبردار ہیں۔"<sup>(۹)</sup>

اس کے بعد حضرت علیؑ نے عام لوگوں کو آمادہ کرنے کی خاطر خطبہ دیا اور لوگوں میں جہاد کرنے اور صفین کی جانب روانہ ہونے کیلئے جوش دلایا آپ نے فرمایا: سیر و الی اعداء اللہ سیر و الی اعداء السنن و القران سیر و الی بقیۃ الاحزاب قتلتہ المہاجرین و الانصار<sup>(۱۰)</sup> چلو دشمنان خدا کی طرف، چلو سنت و قرآن کے دشمنوں کی جانب ان لوگوں کی طرف جو باطل کے گروہ میں سے بچ گئے ہیں جو مہاجرین و انصار کے قاتل ہیں۔

اس اثناء "بنی فزارہ" قبیلے کا "اربد" نامی شخص اٹھا جو بظاہر معاویہ کا ہمنوا اور اس کا جاسوس تھا اس نے کہا کہ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہمیں اپنے شامی بھائیوں کے خلاف جنگ کرنے کے لئے لے جائیں؟ بالکل اسی طرح جیسے آپ برادران بصرہ کے خلاف ہمیں لے گئے تھے خدا کی

قسم ہم ہرگز ایسا کوئی اقدام نہیں کریں گے۔  
حضرت مالک اشتر نے جب یہ دیکھا کہ یہ شخص مسلمانوں کی صفوں کو درہم برہم کرنا چاہتا ہے تو انہوں نے بلند آواز میں کہا۔  
ہے کوئی جو ہمیں اس کے شر سے نجات دلائے؟ اربدی فزاری نے جیسے ہی مالک اشتر کی آواز سنی تو خوف کے مارے بھاگ نکلا  
لوگوں نے اس کا تعاقب کیا اور بالآخر بیچ بازار میں اسے پکڑ لیا اور گھونسوں لاتوں، اور شمشیر کی نیام سے اسے اتنا مارا کہ اس کی  
جان ہی تن سے نکل گئی۔<sup>(۱۱)</sup>

### عمومی فوج

جب حضرت علیؑ نے سرکشوں اور شورش پسندوں کے خلاف جہاد کرنے کے لئے رائے عامہ کو ہموار کر لیا تو آپؑ نے  
مختلف مناطق میں اپنے کارپردازوں کو فوجی فرمانداروں اور عاملین محصول کو خطوط لکھے جن میں انہیں ہدایت کی گئی کہ اپنے  
اپنے علاقوں میں وہ لوگوں کو اس جہاد مقدس میں شرکت کی دعوت دیں اور جو لوگ متمنی ہیں انہیں مرکز کی جانب روانہ کیا  
جائے۔<sup>(۱۲)</sup>

لوگوں کے دلوں میں جذبہ خلوص و قربانی کو تقویت دینے کی خاطر نبر مسجد پر تشریف لے گئے اور وہاں خطبہ صادر فرمایا۔ خطبہ کے  
دوران بعض مقامات پر آپ نے یہ بھی فرمایا کہ معاویہ اور اس کے سپاہی باغی و سرکش ہو گئے ہیں کیونکہ شیطان نے ان کی زمام  
اپنے دست اختیار میں لے لی ہے اور پر فریب و عدو سے انہیں گمراہ کر دیا ہے تم خداوند تعالیٰ کی دانائے ترین مخلوق ہو اور اسنے جن  
چیزوں کو حلال و حرام قرار دیا ہے ان کے درمیان تم خوب تمیز کر سکتے ہو چنانچہ جو تم جانتے ہو اس پر اکتفاء کرو اور خدا نے جن  
چیزوں سے گریز کرنے کے لئے کہا تم ان سے اجتناب کرو۔<sup>(۱۳)</sup>

حضرت علیؑ کے خطبے کے بعد آپ کے دونوں فرزند دہند حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین (علیہما السلام) نے بھی  
اس مسئلے کی اہمیت کو واضح و روشن کرنے کے غرض سے بصیرت افروز تقاریر کیں۔

حضرت امام حسن ؑ کے بعض ارشادات عالیہ میں آیا ہے کہ معاویہ اور ان کے سپاہی تیار ہو چکے ہیں خیال رہے تم ہرگز کنارہ کشی نہ کرنا کیونکہ کنارہ کشی اور احساس کمتری دلوں کو ایک دوسرے سے جدا کر دیتے ہیں نوک نیزہ کے سامنے سینہ سپر ہونا عزت شجاعت اور پاکدامنی کی علامات ہیں۔<sup>(۱۴)</sup>

امام مجتبیٰ ؑ نے عام خطبہ صادر کرنے کے علاوہ ان لوگوں سے بھی شخصاً ملاقات کی جن کا ارادہ جنگ سے کنارہ کشی اختیار کرنے کا تھا چنانچہ انھیں سمجھا کر صف مجاہدین میں لے آئے۔<sup>(۱۵)</sup>

حضرت امام حسین ؑ نے تقریر کرنے کے علاوہ لوگوں کو راہ خدا میں جہاد کرنے کی ترغیب دلائی اور انھیں بعض آداب فن حرب و جنگ بھی سکھائے اور سب کو اتحاد و یگانگی کی دعوت دی۔<sup>(۱۶)</sup>

جب حضرت علی ؑ اور ان کے دونوں فرزند ارجمند کی تقاریر اختتام پذیر ہوئیں تو اکثر و بیشتر لوگ نبرد آزمائی کیلئے آمادہ ہو چکے تھے لیکن عبداللہ بن مسعود کے ساتھی علیحدہ رہے چنانچہ وہ لوگ حضرت علی ؑ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ہم جنگ میں آپ سے لا تعلق رہیں گے لیکن جب ہمیں جداگانہ طور پر جگہ مل جائے گی تو قریب آکر آپ اور شام کے لشکر کو دیکھیں گے اور دونوں میں سے جو بھی غیر مشروع مقصد کی جانب جائے گا یا جس کا ظلم و ستم ہمیں نظر آئے گا ہم اس کے خلاف جنگ کریں گے۔

حضرت علی ؑ نے ان کے افکار و خیالات کی ستائش کی اور فرمایا کہ دین میں اسی کا نام فہم و فراست ہے اور یہی سنت سے آگاہی و واقفیت ہے۔

عبداللہ کے دوسرے ساتھیوں نے جو چار سو افراد پر مشتمل تھے حضرت علی ؑ سے کہا کہ ہم آپ کی فضیلت و برتری سے بخوبی واقف ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ ہم سب کو دشمن سے نبرد آزما ہونے کی آرزو ہے مگر اس کے ساتھ ہی ہمیں اس جنگ کے بارے میں شک و تردد ہے ہماری

مرضی تو یہ ہے کہ آپ ﷺ ہمیں اسلامی مملکت کی سرحدوں پر بھیجیں تاکہ وہاں پہنچ کر ہم اسلام کا دفاع کر سکیں۔

حضرت علی ﷺ نے انھیں ربیع بن خثیم کی فرمانداری میں علاقہ ری کی سرحد پر بھیج دیا۔<sup>(۱۷)</sup>

قبیلہ "باہلہ" میں بھی ایسا گروہ موجود تھا جس کا حضرت علی ﷺ کے مکتب فکر کی جانب کوئی خاص میلان نہ تھا چنانچہ حضرت علی ﷺ کے فرمان کے بموجب وہ جنگ سے کنارہ کش ہو گیا کیونکہ ایسے لوگوں کی جہاد میں شرکت جن کا کوئی مقصد و ارادہ نہ ہو اور عقیدہ بھی ان کا سست ہو تو وہ نہ صرف محاذ حق کو تقویت نہیں پہنچاتے بلکہ بسا اوقات دوسرے سپاہیوں کا حوصلہ پست کرنے کا سبب ہوتے ہیں اور ایسی صورت میں کہ وہ قید کر لئے جائیں تو بہت سے فوجی رازدشمن تک پہنچا دیتے ہیں یا خود دشمن ہی انھیں یہ موقع فراہم کر دیتا ہے کہ وہ اس کے لینے اپنے وطن میں خدمات انجام دیں۔

شاید ان دلائل کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے حضرت علی ﷺ نے انھیں اپنے پاس بلایا اور ان کی جو مزدوری یا تنخواہ ہو سکتی تھی وہ ادا کرنے کے بعد انھیں حکم دیا کہ "دیلم" کی جانب مہاجر ت کر جائیں۔<sup>(۱۸)</sup>

### کمانڈروں کا تقرر

حضرت علی ﷺ نے تمام بنیادی کام انجام دینے کے بعد لشکر کی روانگی کا فیصلہ کیا چنانچہ آپ کی فرمائش کے مطابق "حارث بن اعور" نے کوفہ میں اعلان کیا کہ تمام لشکر "نُحَيْلَة" کی جانب روانہ ہو جائے اور شہر سے باہر خیمے پیا کر لے کوفہ کے حاکم شہر "مالک بن حبیب" کو اس کام پر مقرر کیا گیا کہ وہ سپاہ عسکر کے درمیان ہم آہنگی پیدا کریں اور انھیں لشکر گاہ کی جانب روانہ کرنے میں مدد کریں عقبہ بن عمرو انصاری حضرت علی ﷺ کے جانشین کی حیثیت سے کوفہ میں ہی مقیم رہے۔

ان اقدامات کی تکمیل کے بعد امیر المؤمنین حضرت علی ﷺ اپنے لشکر کے ہمراہ لشکر گاہ کی جانب

روانہ ہوئے۔

جب سپاہی جمع ہو گئے تو حضرت علی ؓ نے انھیں سات دستوں میں تقسیم کیا اور دستہ کا کمانڈر و سردار مقرر کیا۔

۱۔ قیس و عبدالقیس کے دستہ کا سد بن مسعود ثقفی کو۔

۲۔ تمیم، ضبہ، قریش، وبات کنانہ اور آسَد کے دستہ پر معقل بن قیس یربوعی کو۔

۳۔ ازد بجیلہ خثعم، انصار اور خزاعہ کے دستہ پر مخنف ابن سلیم کو۔

۴۔ کندا، حضرت موت، قضاعہ اور مہرہ کے دستہ پر حجر بن عدی کو۔

۵۔ مذحج و اشعری قبائل کے دستوں پر زیاد بن نضر کو۔

۶۔ ہمدان اور حمیر کے قبائل کے دستے پر سعد بن قیس ہمدانی کو۔

۷۔ طی کے قبائل دستہ پر عدی ابن حاتم کو <sup>(۱۹)</sup>

ابن عباس اور "ابوالاسود دہلی" کو بصرہ میں اپنا جانشین مقرر کیا چنانچہ اس شہر سے پانچ لشکروں پر مشتمل افواج اپنے اپنے

فرمانداروں کی نگرانی میں روانہ ہوئیں اور تُخیلہ میں امیر المؤمنین حضرت علی ؓ کی خدمت میں پہنچ گئیں۔ <sup>(۲۰)</sup>

حضرت علی (ع) نے فرمانداروں کو مقرر اور دستوں کو منظم کرنے کے بعد زیاد بن نضر (دستہ مذحج اور اشعریوں کے فرماندار) اور

شریح بن ہانی کو اپنے پاس بلایا اور ضروری تذکرات و ہدایات کے بعد انھیں بارہ ہزار سپاہیوں کے ساتھ اگلی منزل کی جانب روانہ کیا

اور حکم دیا کہ تمام واقعات کی اطلاعات اور خبریں آپ ؓ کو پہنچائی جائیں۔ <sup>(۲۱)</sup>

### صفین کی جانب روانگی

روانگی کے بعد امیر المؤمنین حضرت علی ؓ بھی بدھ کے دن بتاریخ ۵ شوال ۳۶ھ اپنے لشکر عظیم کے ہمراہ جس کی تعداد

(قراول لشکر) کے ساتھ نوے ہزار سپاہیوں پر مشتمل تھی <sup>(۲۲)</sup> تُخیلہ سے

صفین کی جانب روانہ ہوئے۔

راستے میں مختلف حادثات بھی پیش آئے جن میں سے یہاں صرف دو واقعات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ امیرالمومنین حضرت علی ؑ جس وقت شہر "رقہ" میں داخل ہوئے تو آپ نے وہاں کے لوگوں سے فرمایا کہ دریا پر پل باندھیں تاکہ سپاہ آرام سے دریا پار کر سکے لیکن وہ لوگ چونکہ آپ کی حکومت کے مخالف تھے اسے لئے انہوں نے اس کام کو انجام دینے سے انکار کیا یہی نہیں بلکہ وہ جہاز جو وہاں اس وقت لنگر انداز تھے وہ انہیں بھی اپنے ساتھ لے گئے تاکہ لشکر اسلام کے ہاتھ نہ لگ جائیں اور انہیں اپنے استعمال میں لائیں یہ کیفیت دیکھ کر حضرت علی ؑ نے اپنے عساکر کو حکم دیا کہ وہ پل بنج سے گزریں (جو لشکر گاہ سے نسبتاً دور تھا) اس اقدام کے بعد آپ ؑ نے مالک اشتر کو وہیں قیام کرنے کا حکم دیا اور خود اس جانب روانہ ہو گئے۔

حضرت علی ؑ کے ساتھ اہل رقبہ نے جو سلوک کیا اس سے مالک اشتر خوش تو نہ تھے چنانچہ انہوں نے وہاں کے لوگوں سے کہا کہ خدا کی قسم اگر تم نے پل نہ باندھا اور حضرت علی ؑ کو واپس نہ آنے دیا تو میں تم سب کو تہ تیغ کر دوں گا، تمہارے مال کو ضبط کر لوں گا اور زمین ویران کر ڈالوں گا۔

یہ سن کر وہ لوگ ایک دوسرے کا منہ تکتے لگے اور آپس میں کہنے لگے کہ اشتر جو کہتے ہیں وہ کمر گذرتے ہیں حضرت علی ؑ نے انہیں یہاں اسی مقصد کے لئے رہنے کا حکم دیا ہے چنانچہ وہ فوراً ہی پل باندھنے کیلئے تیار ہو گئے اور تھوڑے عرصے میں ہی انہوں نے دریا پر پل باندھ دیا اور لشکر اسلام اس پر سے گذر گیا <sup>(۲۳)</sup> جب لشکر اسلام فرات کے ساحل پر اتر گیا بعض افراد نے یہ تجویز پیش کی کہ اتمام حجت کے طور پر معاویہ کو خط لکھا جائے اور اس کو یہ دعوت دی جائے کہ تم سے جو لغزشیں سرزد ہوئی ہیں وہ ان سے اب باز رہے حضرت علی ؑ نے ان کی اس تجویز کو قبول کر لیا اور کتنی ہی مرتبہ نصیحت آمیز خط لکھئے۔

حضرت علی (ع) نے مذکورہ خط میں اس امر کی جانب بھی اشارہ فرمایا کہ (اے معاویہ) مقام خلافت کے لئے وہ شخص سب سے زیادہ سزاوار ہے جو دوسروں کے مقابل رسول خدا ﷺ کے سب سے زیادہ نزدیک ہو وہ کتاب خدا اور احکام اسلام کو دوسروں کی نسبت زیادہ بہتر سمجھتا ہو دین اسلام قبول کرنے میں وہ سب پر سبقت لے گیا ہو اور جس نے سب سے زیادہ اور بہتر طریقے پر جہاد کیا ہو میں تمہیں کتاب خدا و سنت رسول ﷺ کی جانب آنے اور امت مسلمہ کی خون ریزی سے اجتناب کی دعوت دیتا ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خط کی جواب میں معاویہ نے صرف ایک ہی شعر لکھا اور اس میں اس نے تہدید آمیز رویہ اختیار کیا شعر کا مضمون یہ ہے کہ میرے اور تمہارے درمیان جنگ اور شمشیر کے علاوہ کوئی اور چیز فیصلہ نہیں کر سکتی۔<sup>(۲۴)</sup>

### شام میں بحرانی حالات کا اعلان

معاویہ کو جب یہ اطلاع ملی کہ لشکر عراق کی روانگی شام کی جانب ہے تو وہ سمجھ گیا کہ اب کام نامہ و پیام سے گذر کر سنجیدہ صورت اختیار کر گیا ہے چنانچہ اس نے حکم دیا کہ لوگ شہر کی مسجد میں جمع ہوں تقریباً ستر ہزار لوگ جمع ہوئے عثمان کے خون آلود پیراھن کو ہاتھ میں لیا معاویہ مسجد کے منبر پر گیا اور کہا: اے شام و الموتم نے اس سے پہلے علی رضی اللہ عنہ کے معاملے میں مجھ پر اعتبار نہیں کیا لیکن اب سب پر یہ بات روشن ہو گئی ہے کہ عثمان کا قتل علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی نے نہیں کیا انہوں نے ہی عثمان کے قتل کا حکم صادر کیا اور ان کے قاتلوں کو پناہ دی اور آج انہی افراد پر مشتمل فوج انہوں نے تشکیل دی ہے اور تمہیں نیست و نابود کرنے کے لئے اب ان کا رخ شام کی جانب ہے۔<sup>(۲۵)</sup>

معاویہ کی جب ولولہ انگیز تقریر ختم ہوئی تو لوگ اس کے گرد ہر طرف سے جمع ہو گئے اور اس کے قول و بیان کی تائید کی اس نے بھی اس موقع سے فائدہ اٹھانے کی غرض سے لوگوں کے گروہ

بنائے اور انھیں صفین کی جانب روانہ کیا اور ساتھ ہی اس نے شام میں غیر معمولی حالات کا اعلان کر دیا اور وہاں کے عوام کو حکم دیا کہ محاذ جنگ پر روانہ ہوں۔

معاویہ نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ جب وہ شہر سے ایک منزل کے فاصلہ پر پہنچ جائے تو وہیں ٹھہر جائے اور اسے سلامی دے یہاں اس نے میمنہ، یسرہ اور مقدم لشکر کے فرماندار مقرر کیئے۔

اس کے بعد لشکر وہاں سے روانہ ہوا اور اس سے قبل کہ حضرت علی ؑ کے دستے صفین پہنچیں <sup>(۲۶)</sup> وہ وہاں پہنچ گیا اور ایسے وسیع میدان میں جہاں سے دریائے فرات کا پانی آسانی سے دستیاب ہو سکتا تھا اس نے اپنے خیمے لگائے (یہاں ساحل کے نزدیک دیگر مقامات بلندی پر واقع ہیں اسی لئے پانی تک رسائی آسانی سے نہیں ہو سکتی) لشکر شام کی سپاہ کی تعداد تقریباً پچاسی ہزار <sup>(۸۵)</sup> تھی <sup>(۲۷)</sup> معاویہ نے قراول لشکر کے فرماندار ابوالاعور سلمیٰ کو چالیس ہزار سواروں کے ساتھ گھاٹ پر مقرر کر دیا۔ <sup>(۲۸)</sup>

### پہلا مقابلہ

امیر المومنین حضرت علی ؑ کے قراول لشکر کو جب یہ معلوم ہوا کہ معاویہ عظیم فوج کی ساتھ صفین کی جانب روانہ ہو گیا ہے تو انہوں نے اس خوف سے کہ کہیں دشمن کے زرغ میں نہ گھر جائیں انہوں نے "ہیت" نامی دریا کو پیچھے چھوڑ دیا اور حضرت علی ؑ سے جا ملے حضرت علی ؑ کو جب قراول لشکر کے واپس آنے کی اطلاع ملی اور اس کی وجہ معلوم ہوئی تو آپ ؑ نے فرماندار لشکر کی رائے و تدبیر کو قدر و منزلت کی نظر <sup>(۲۹)</sup> سے دیکھا۔

اس کے بعد آپ نے اسی لشکر کو دوبارہ پیش پیش چلنے کیلئے روانہ کیا چنانچہ جب ان کا معاویہ کے قراول دستے سے سامنا ہوا تو انہوں نے اس کی اطلاع حضرت علی ؑ کو دی اور دریافت کیا کہ اب انھیں کیا اقدام کرنا چاہیے؟ حضرت علی ؑ نے حضرت مالک اشتر کو ایک دستے کے ہمراہ ان کی مدد کے لئے روانہ کیا اور یہ حکم دیا کہ جب غنیم کا لشکر سامنے آئے تو تم میری جانب سے سردار لشکر

کے فرائض انجام دینا مگر یہ یاد رہے کہ حملے کا آغاز تمہاری جانب سے نہ ہو جب دشمن بالکل ہی مقابل آجائے تو اتمام حجت کی طور پر تم اس سے گفتگو کرنا اور اس کی بات غور سے سننا تا کہ آغاز جنگ کا موجب کی نہ ہو اپنی سپاہ کے ساتھ زیادہ کو مہینہ پر اور شرح کو مسرہ پر مقرر کرنا تم دشمن کے اس قدر نزدیک بھی نہ ہونا کہ وہ خیال کرے کہ تم جنگ کے شعلوں کو برافروختہ کرنا چاہتے ہو اور اس سے اس قدر دور بھی نہ رہنا کہ وہ یہ سمجھنے لگے کہ تم پر اس کا خوف طاری ہے حضرت علی ؓ نے زیاد اور شرح کو خطوط بھی لکھے جن میں آپ نے یہ حکم صادر فرمایا تھا کہ وہ مالک اشتر کی اطاعت کریں <sup>(۳۰)</sup> مالک انتہائی تندہی و تیزی کے ساتھ روانہ ہو کر قراول دستے تک پہنچ گئے جب رات کی تاریکی سب طرف پھیل گئی تو معاویہ کے فرماندار لشکر ابوالاعور نے مالک اشتر پر شبخون مارا مگر سپاہ اسلام نے اس کی پوری پلیمردی سے مقابلہ کیا اور ناچار اُسے پسپا ہونا پڑا۔

اگلے روز "ہاشم بن عتبہ" کا ابوالاعور سے مقابلہ ہو گیا پہلے تو دونوں فرمانداروں کے درمیان پیغامات کا سلسلہ جاری ہوا دونوں کے درمیان رنجش و تکرار بھی ہوئی مگر جیسے ہی دن ختم ہوا یہ پیام رسانی اور باہمی درگیری بھی ختم ہو گئی اگلے روز حضرت علی ؓ بھی تشریف لے آئے اور معاویہ کے نزدیک ہی آپ ؓ نے قیام فرمایا۔ <sup>(۳۱)</sup>

### پانی پر بندش

حضرت علی ؓ نے ہر ممکن کوشش کی کہ کوئی ایسی مناسب جگہ مل جائے جہاں انھیں دریائے فرات تک رسائی ممکن ہو سکے مگر آپ ؓ کو اس مقصد میں کامیابی نہیں ہوئی وہاں تک پہنچنے کا ایک ہی راستہ تھا جسے ابوالاعور نے چالیس ہزار سپاہی تعینات کر کے بند کر دیا تھا اور وہ سپاہ اسلام کو اس جانب بڑھنے ہی نہیں دیتا تھا۔

سپاہ اسلام نے کچھ عرصہ تک اس کو برداشت کیا مگر جب پیاس کی شدت کا ان پر غلبہ ہوا تو انہوں نے حضرت علی ؓ سے دریافت کیا کہ انھیں کیا کرنا چاہیے حضرت علی ؓ نے صعصعہ بن صوحان کو

معاویہ کے پاس اپنے پیغام کے ساتھ روانہ کیا جس میں آپ نے فرمایا کہ اب جس راہ پر میں نے قدم رکھ دیا ہے مجھے ہرگز یہ پسند نہیں کہ باہمی مذاکرہ اور اتمام حجت کے بغیر جنگ کروں مگر تمہارے قراول لشکر نے میرے قراول دستے پر حملہ کر کے جنگ کا آغاز کر دیا ہے اس نے دریا کے راستے کو بند کر کے جنگ و جدال میں پیشقدمی کی ہے اب تم اپنی سپاہ کو حکم دو کہ وہ دریائے فرات کے راستے سے ایک طرف ہو جائے تاکہ ہم جس مقصد کے لئے یہاں آئے ہیں اس پر گفتگو کی جاسکے مگر اس کے ساتھ ہی اگر تم اس بات کے حامی ہو کہ اصل مقصد کو برطرف کر کے پانی پر جنگ کرو تاکہ اس تک رسائی ہو جائے تو مجھے اس پر بھی عذر نہیں۔

معاویہ کو جب یہ پیغام ملا تو اس نے اس کے بارے میں اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا ان میں سے بعض نے کہا کہ جس طرح انہوں نے عثمان پر پانی بند کر دیا تھا تم بھی بند کرو تاکہ وہ لوگ بھی پیاس سے ہلاک ہو جائیں لیکن عمرو عاص نے اس اقدام کو لا حاصل سمجھا اور کہا کہ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ تم تو سیر ہو کر پانی پیو اور علیؑ پیاس سے رہ جائیں ... تم جانتے ہو کہ علیؑ کتنے دلاور اور بہادر انسان ہیں عراق و حجاز کے لوگ بھی انہی کے ساتھ ہیں جس روز ہم (حضرت فاطمہؑ) کے گھر کی تلاشی لے رہے تھے تو ہم دونوں نے ہی علیؑ کی زبان سے یہ سنا تھا کہ اگر میرے ساتھ چالیس آدمی ہی ہوتے انقلاب برپا کر دیتا۔<sup>(۳۲)</sup>

مگر اس کے ساتھ ہی معاویہ نے واضح طور پر حضرت علیؑ کے نمائندے کو جواب نہیں دیا بس اتنا کہا کہ میرا فیصلہ جلدی ہی آپ تک پہنچ جائے گا۔

"صعصعہ" اس کے بعد حضرت علیؑ کے پاس واپس آگئے اور پورے واقعے کی آپؑ کو اطلاع دی۔ جب صعصعہ واپس چلے گئے تو معاویہ نے اپنی سپاہ مزید ایک دستہ ابوالماعور کی مدد کے لئے روانہ کیا اور یہ تاکید کہ علیؑ پر حسب سابق پانی بند رکھا جائے جب اس واقعے کی اطلاع حضرت علیؑ کو ہوئی تو آپؑ نے جنگ کرنے کے لئے حکم دیا۔

اشعث بن قیس نے یہ تجویز پیش کی کہ اس مقصد کی برآوری کا موقع انہیں دیا جائے جب حضرت علی ؓ نے اس کی اس تجویز سے اتفاق کیا تو ایک فوجی دستہ فرات کی جانب روانہ کیا گیا دونوں لشکروں کے درمیان سخت مقابلہ ہوا دونوں جانب سے فرمانداران لشکر نے تازہ دم سپاہی روانہ کئے اور آتش جنگ ہر لمحہ تیز تر ہوتی چلی گئی حضرت علی ؓ کے لشکر کو فتح ہوئی اس نے فرات کو اپنے قبضہ میں لے لیا۔

اس پر بعض فاتح سپاہیوں نے یہ تجویز پیش کی کہ ہم بھی دشمن کے ساتھ وہی سلوک کریں گے جو اس نے ہمارے ساتھ روا رکھا تھا مگر جب حضرت علی ؓ تک یہ بات پہنچی تو آپ ؓ نے حکم دیا کہ جس قدر تمہیں ضرورت ہے وہاں سے پانی بھر لاؤ اور معاویہ کے سپاہیوں کو بھی پانی بھرنے دو کیونکہ خداوند تعالیٰ نے تمہیں فتح و کامرانی عطا کی ہے اور ان کے ظلم و تجاوز کو تم سے دور کر دیا ہے۔<sup>(۳۳)</sup>

## سوالات

- ۱۔ حضرت علی ؓ کی رائے میں معاویہ بے عقل، بے پروا اور جاہ طلب انسان تھا مگر اس کے باوجود آپ نے کیوں خطوط لکھے اور اس کے خطوط کے کیوں جواب دیئے؟
- ۲۔ معاویہ نے شام کے لوگوں کے علاوہ اسلامی حکومت کے کن علاقوں سے لوگوں کو اپنی جانب متوجہ کرنا چاہا اور اس کے لئے اس نے کیا اقدامات کئے؟
- ۳۔ حضرت علی ؓ نے طائفہ بابلہ کے افراد کو اپنے لشکر سے علیحدہ کر کے انھیں دیلم کی جانب کیوں روانہ کر دیا؟
- ۴۔ جب معاویہ کو علم ہوا کہ حضرت علی ؓ کا لشکر صفین کی جانب روانہ ہے تو اس نے کیا اقدام کیا؟
- ۵۔ معاویہ جب صفین پہنچ گیا تو اس نے سپاہ علی ؓ کی شکست کے لئے کیا اقدامات کئے؟ اس کا مختصر حال بیان کیجئے اور اس اقدام پر حضرت علی ؓ کا کیا رد عمل رہا اس کی کیفیت بھی لکھیے؟

## حوالہ جات

۱۔ ملاحظہ ہو شرح نہج البلاغہ جلد ۶۱/۱۱۳۶ اس کے علاوہ خود امیر المومنین حضرت علی ؑ انہی اقوال میں فرماتے ہیں اس سے زیادہ میرے لئے اور کیا باعث تردد ہوگا کہ میرا موازنہ ان لوگوں سے کیا جا رہا ہے درحالیکہ میں عثمان، طلحہ، زبیر، سعد اور عبدالرحمن کے ہم پلہ نہیں شرح ابن ابی الحدید ج ۱/۱۸۳ الدہر انزلنی حتی قیل معاویہ وعلی (زمانے نے مجھے اس قدر گرا دیا ہے کہ میرا اور معاویہ کا نام ساتھ لیا جاتا ہے)

۲۔ عمر ابن خطاب نے معاویہ کو "کسرائے عرب" کا لقب دیا تھا اور شورائے خلافت کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ خبردار اگر تم ایک دوسرے کے ساتھ اختلاف کرو گے تو معاویہ شام سے اٹھے گا اور تمہیں مغلوب کر لے گا۔

۳۔ بطور مثال حضرت علی ؑ پر حسد کا اتہام لگایا گیا اس کا جواب دیتے ہوئے امیر المومنین حضرت علی ؑ نے لکھا تھا... بالفرض اس المزام میں اگر کوئی صداقت ہے تو ایسا کوئی جرم نہیں جو تم پر بھی عاید ہوا اور میں اس کے لئے عذر خواہی کروں بقول شاعر اگرچہ ننگ ہے مگر اس کی گرد تمہارے دامن کو نہ پکڑے گی (نہج البلاغہ مکتوب ۲۸) معاویہ کے خطوط اور حضرت علی ؑ کے جوابات کے لئے بیشتر اطلاع کے لئے ملاحظہ ہو شرح ابن ابین الحدید ج ۱۵/۱۸۳

۳۔ وقعہ صفین ۶۳، ۶۲ شرح ابن ابی الحدید ۳/۱۰۹

۵۔ ان خطوط کے جوابات کا مطالعہ کرنے کے لئے ملاحظہ ہو کتاب "وقعہ صفین" صفات ۱۶۳، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۵ اور ۱۶۶،

۶۔ وقعہ صفین ۶۵/۶۳

۷۔ وقعہ صفین ۶۸

۸۔ وقعہ صفین ۹۲

۹۔ وقعہ صفین ۹۳

۱۰۔ وقعہ صفین ۹۳

۱۱۔ وقعہ صفین ۱۹۳ چونکہ اس کے قاتلین کی تشخیص نہ کی جاسکی اسی لئے حضرت علی ؑ نے اس کا خون بہا بیت المال سے

ادا کیا۔

۱۲۔ ان خطوط کے متون کا مطالعہ کرنے کے لئے کتاب وقعہ صفین کے صفحات ۱۰۳، ۱۰۸ ملاحظہ ہو۔

۱۱۳۔ وقعہ صفین ۱۱۳

۱۱۳۔ وقعہ صفین ۱۱۳

۱۱۵۔ وقعہ صفین ۶-۷

۱۱۶۔ وقعہ صفین ۱۱۶

۱۱۵۔ وقعہ صفین ۱۱۵

۱۱۶۔ وقعہ صفین ۱۱۶

۱۱۹۔ وقعہ صفین ۱۲۱

۱۱۴۔ وقعہ صفین ۱۱۴

۱۲۱، ۱۲۲۔ وقعہ صفین ۱۲۱

۲۲۔ مروج الذهب ج ۲/۳۷۵ سپاہ کی تعداد ایک لاکھ اور ایک لاکھ پچاس ہزار بھی بتائی گئی ہے تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو وقعہ صفین ۱۱۵۶ اور اعیان الشیعہ ج ۱/۳۷۸ (دس جلدی)

۲۳۔ رقہ، فرات کے کنارے پر واقع جزیرہ کا ایک شہر ہے اس کا حزان تک فاصلہ تین دن کا ہے (معجم البلدان ج ۳)

۲۳۔ وقعہ صفین ۱۵۲، ۱۵۱ یعقوبی ج ۲/۱۸۴، کامل ابن اثیر ج ۳/۲۸۱

۲۵۔ وقعہ صفین ۱۳۹، ۱۱۵۱ بین قیس عتاب غیر طعن الکلی و ضرب الرقاب

۱۲۴۔ وقعہ صفین ۱۲۴

۲۴۔ صفین رومی عہد حکومت کے زمانے کا ایک ویران قریہ تھا اس کے اور فرات کے درمیان ایک تیرکی دوری کا فاصلہ تھا صفین کے سامنے ساحل کے نزدیک دو فرسخ کے رقبے میں بانسوں کا گھنا جنگل تھا جس کے درمیان پختہ راستہ ساحل فرات تک بنا ہوا تھا اور اسی کے ذریعے پانی وہاں سے لایا جاتا تھا (اخبار الطوال ۱۶۷)

۲۸ و ۲۹۔ مروج الذهب ج ۱/۳۷۵ جس طرح حضرت علی ؓ کے لشکر میں سپاہ کی تعداد میں اختلاف تھا معاویہ کے لشکر کے

بارے میں مورخین متفق رائے نہیں ہیں۔

٣٠\_ كامل ابن اثير ج / ٢٨٢ / وقع صفين ١٥٢

٣١\_ كامل ابن اثير ج / ٣ / ٢٨٢ / وقع صفين ١٥٢

٣٢ و ٣٣\_ وقع صفين ١٥٥ \_ ١٥٣

٣٣\_ وقع صفين ١٦٣

٣٥\_ كامل ابن اثير ج / ٣ / ٢٨٥ \_ ٢٨٢ / وقع صفين / ١٦٤ و ١٦٠ مروج الذهب ج ٢ / ٣٤٥ تاريخ يعقوب ج ٢ / ١٨٤

دسواں سبق

فاسطین (جنگ صفین) ۲

نمائندگان کی روانگی

دوبارہ وفود کی روانگی

معاویہ کے نمائندے

دغہ بازی کمزور حربہ

فیصلہ کن جنگ

عام جنگ

قرآن کی طرف دعوت

معاویہ کہاں ہے؟

حضرت علیؑ میدان کارزار میں

دوستوں کی حمایت و مدد

سوالات

حوالہ جات

## نمائندگان کی روانگی

جب اس راستے پر قبض ہو گیا جو لب دریا تک جاتا تھا تو حضرت علی ؓ نے دو روز تک توقف فرمایا اس کے بعد آپ ؓ نے اپنی سپاہ کے سرداروں میں سے بشیر بن عمرو، سعید بن قیس اور شبث بن ربعی کو معاویہ کے پاس بھیجا۔ اور فرمایا کہ تم ان کے پاس جاؤ اور انہیں اطاعت خدا، میرے ہاتھ پر بیعت نیز جماعت کی طرف آنے کی دعوت دو۔<sup>(۱)</sup>

حضرت علی (ع) کے نمائندے ماہ ذی الحجہ کی پہلی تاریخ کو معاویہ کے پاس پہنچے اور اس کے ساتھ مذاکرات شروع کئے سب سے پہلے بشیر نے کہا کہ: اے معاویہ دنیا ختم ہو چاہتی ہے اور آخرت تم پر آشکار ہونے لگی ہے۔ خداوند تعالیٰ تجھے تیرے اعمال کی جزاء دے۔ اب تو امت کے درمیان تفرقہ اندازی اور خون ریزی سے باز رہو معاویہ نے ان کی گفتگو کو درمیان میں ہی قطع کر دیا اور کہا کہ: یہی مشورہ تم نے اپنے آقا کو کیوں نہیں دیا؟ بشیر نے جواب دیا کہ وہ تمہارے جیسے نہیں ہیں وہ دین، فضیلت، اسلام میں سابقہ زندگی اور رسول خدا ﷺ کے ساتھ قرابت داری کے اعتبار سے اور اس امر و قصد کیلئے بہترین اور اہل ترین فرد ہیں۔

اس کے بعد شبث نے گفتگو شروع کی معاویہ نے جب اس کی مدلل گفتگو سنی تو وہ حیران رہ گیا اور جب کوئی جواب بن نہ پڑا تو طیش میں اس کی زبان سے کچھ ناشایستہ الفاظ نکل گئے۔ اس نے حضرت علی ؓ کے نمائندوں سے کہا کہ یہاں سے اٹھو اور چلے جاؤ۔ میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ اب تلوار ہی کرے گی۔ اس پر شبث نے کہا کہ تم ہمیں تلوار سے ڈرا رہے ہو خدا کی قسم ہم جلدی ہی تمہیں گرداب بلا میں گرفتار دیکھیں گے۔ یہ کہہ کر یہ نمائندے وہاں سے اٹھ گئے اور حضرت علی ؓ کے پاس چلے آئے۔<sup>(۲)</sup>

اس کے بعد حضرت علی ؓ نے اپنی سپاہ کو حکم دیا کہ وہ چند دستوں میں تقسیم ہو جائے اور باری باری اپنے ان حریفوں اور ہم پلہ قبائل کے ساتھ جو معاویہ کی سپاہ میں ہیں نبرد آزما ہوں اور اس طرح طرفین نے ماہ ذی الحجہ کو جنگ و نبرد میں گزار دیا۔<sup>(۳)</sup>

### دوبارہ وفود کی روانگی

ماہ محرم کی آمد جنگ و جدال کو روکنے کا ایک عمدہ بہانہ تھا۔ اور فریقین میں اس امر پر معاہدہ ہو گیا کہ ماہ محرم کے آخر تک جنگ نہ کی جائے۔ حضرت علی ؓ نے اس وقت کو صلح پسندانہ اقدامات کے لئے بہترین موقع جانا۔ چنانچہ آپ ؓ نے اس مقصد کے تحت ایک وفد جو عدی بن حاتم، یزید بن قیس، شبث بن ربیع اور زیاد بن خَصَفَہ پر مشتمل تھا معاویہ کے پاس بھیجا۔ ہر نمائندے نے جو لازم سمجھا وہ کہا۔ لیکن معاویہ کی منطق ہمیشہ کی طرح اب بھی وہی تھی اس نے پہلے کی طرح اب بھی یہی کہا کہ: میں جنگ سے دست بردار نہیں ہو سکتا میرے اور علی ؓ کے درمیان صرف تلوار ہی فیصلہ کر سکتی ہے۔ اس ضمن میں اس نے مزید کہا کہ: تم ہمیں کیوں اس جماعت کی اطاعت و فرمانبرداری کی دعوت دے رہے ہو۔ خلافت کے اصل حقدار ہم ہیں نہ کہ تمہارا پیشوا کیونکہ تمہارے پیشوا نے ہمارے خلیفہ کو قتل کیا ہے۔ ہماری منظم جماعت کو منتشر کر دیا ہے۔ اس گفتگو کے بعد حضرت علی ؓ کے نمائندے کوئی نتیجہ حاصل کئے بغیر واپس آ گئے۔<sup>(۴)</sup>

### معاویہ کے نمائندے

معاویہ نے بھی ایک وفد جو حبیب بن مسلمہ، شرجیل اور معن بن یزید پر مشتمل تھا حضرت علی ؓ کی خدمت میں روانہ کیا۔ انہوں نے گفتگو کا آغاز عثمان کے قتل سے کیا اور کہا کہ: اگر تم صادق ہو اور تم نے عثمان کو قتل نہیں کیا تو ان کے قاتلوں کو ہمارے حوالے کرو اس کے بعد خلافت سے دست

بردار ہو جاؤ اور مسئلہ خلافت کو رائے عامہ پر چھوڑ دو تاکہ لوگ باہمی مشورے اور اتفاق رائے سے جسے چاہیں اپنا خلیفہ منتخب کریں۔

حضرت علیؓ نے اس سے سخت برتاؤ کے ضمن میں شائستگی سے مذکورہ مسائل کی تردید کی اور قتل عثمان، اپنی بیعت اور بنی امیہ خصوصاً معاویہ کی پہلی زندگی اور حق سے ان کی عداوت کو بیان فرمایا۔ معاویہ کے نمائندوں کے پاس چونکہ امام علیؓ کی باتوں کا کوئی جواب نہیں تھا اسلئے وہ اٹھکر چلے گئے۔<sup>(۵)</sup>

### دغہ بازی کمزور کا حربہ

معاویہ کے لشکر کا سپاہ اسلام کے ساتھ پہلا معرکہ پانی پر ہوا اور اس کے لشکر کو شکست ہوئی اس شکست اور اس طرز گفتگو سے جو امیر المومنین علیؓ سے براہ راست نیز آپؓ کے نمائندگان کے ذریعے ہوئی اس نے سپاہ اسلام کی قوت، ان کے جذبہ ایثار اور فوج کے بعض سردار و کمانڈروں کی مددگاری کا اندازہ لگایا اور جان لیا کہ جو لوگ ایمان و عقیدت سے سرشار ہو کر جنگ کرنے کے لئے آئے ہیں اگر بالفرض ان کے ساتھ جنگ ہوئی بھی تو پنچہ کشی کمر کے سنگین خسارے کے باوجود نصرت و فتح حاصل نہیں کی جاسکتی۔ بالخصوص ان حالات میں جب کہ ان کے چاروں طرف خطرہ ہی خطرہ ہے۔ چنانچہ انہوں نے یہ ارادہ کیا کہ حضرت علیؓ کی سپاہ کے بعض سرداروں سے ملاقات کی جائے اور انھیں لالچ کے ذریعے شوق و ترغیب دلا کر نیز سپاہ کے درمیان شک و شبہ پیدا کر کے ان میں تفرقہ پیدا کیا جائے تاکہ اس کے باعث عساکر اسلام میں کمزوری و ناتوانی پیدا ہو جائے اور بالاخرہ شکست و پسپائی سے دوچار ہوں۔

اس راہ میں انہوں نے جو عملی تدابیر اختیار کیں ہم ان کے یہاں چند نمونے پیش کریں گے۔

## لشکر کے سرداروں سے ملاقات

حضرت علیؑ کا وفد جب معاویہ سے رخصت ہو کر چلا گیا تو اس نے اس وفد کے ایک رکن زیاد بن خَصَفَّہ سے دوبارہ ملاقات کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ چنانچہ حضرت علیؑ سے متعلق گفتگو کرتے ہوئے اس نے زیاد سے کہا کہ وہ اپنے قبیلے کے ہمراہ اس کام میں میری مدد کرے اور ان سے یہ وعدہ کیا کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا تو شہر بصرہ یا کوفہ کی حکومت اس کو دے دی جائے گی۔

لیکن معاویہ کو اس سے مدد و تعاون میں مایوسی ہوئی تو اس نے عمرو عاص سے کہا کہ ہم علیؑ کے لشکر کے سرداروں میں سے جس کے ساتھ بھی گفتگو کرتے ہیں وہ ہمیں اطمینان بخش لگتا ہے وہ سب دل سے باہمی طور پر متحد ہیں<sup>(۶)</sup>۔

## ۲۔ قاریوں، زاہدوں کی جماعت سے ملاقات

معاویہ جب حضرت علیؑ کے لشکر کے سرداروں اور فرمانداروں کو فریفتہ کرنے میں ناامید ہو گیا تو اس نے ان قاریوں اور زہد فروشوں کی جانب توجہ کی جن کی ظاہری زندگی ہی اسلام سے متاثر ہوئی تھی۔

شام اور عراق کی سپاہ میں دونوں لشکروں کے درمیان تیس ہزار سے زیادہ قاری قرآن موجود تھے یہ قاری دونوں لشکروں کی صفوں سے نکل کر باہر آگئے اور انہوں نے علیحدہ جگہ پر اپنے خیمے نصب کئے اور یہ فیصلہ کیا کہ فریقین کے درمیان ثالث کے فرائض انجام دیں۔

اس مقصد کے پیش نظر ان کے نمائندے دونوں سپاہ کے فرمانداروں سے ملاقات کرنے کی غرض سے گئے اور ہر ایک نے اپنے نظریات دوسرے کے سامنے بیان کیے ان کی طرز گفتگو سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ ان پر معاویہ کی جادو بیانی کا اثر ہو گیا ہے۔

جب یہ جماعت حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپؑ نے انہیں آگاہ کیا کہ وہ کسی کی پر فریب گفتگو سے متاثر نہ ہوں۔ اور فرمایا کہ: اس بات کا خیال رہے کہ معاویہ کہیں دین کے

معاملے میں تمہاری جانوں کو مفتون و فریفتہ نہ کر لے۔ (۷)  
لیکن ابھی کچھ عرصہ نہ گذرا تھا کہ انہی لوگوں کی کثیر تعداد اشعث اور چند دیگر افراد کی سرکردگی میں معاویہ کی جادو و بیانی پر فریفتہ ہو گئے اور جنگ کے معاملے میں انہوں نے عہد شکنی کی۔ اور حضرت علیؑ کے خلاف صف بستہ ہو گئے چنانچہ حضرت علیؑ نے مجبوراً معاویہ کی جانب سے مسلط کردہ شرط جنگ بندی کو قبول کر لیا۔

### ۳۔ سپاہ کے درمیان خلل اندازی

معاویہ نے حضرت علیؑ کی سپاہ کے دلوں میں تذبذب و تزلزل پیدا کرنے اور ذہنوں پر خوف و ہراس طاری کرنے کی غرض سے اس دوران جب کہ فریقین کے درمیان جنگ جاری تھی حکم دیا کہ خط لکھا جائے جسے تیر پر باندھ کر حضرت علیؑ کے لشکر میں پھینک دیا گیا۔

اس خط کا مضمون یہ تھا کہ: خدا کے ایک خیر اندیش بندے کی طرف سے لشکر عراق کو پیغام۔ آگاہ کیا جاتا ہے کہ معاویہ نے تم پر دریائے فرات کا کنارہ کھول دیا ہے وہ چاہتا ہے کہ تمام لشکر عراق کو اس میں غرق کر دے۔ جس قدر ممکن ہو سکے فرار کر جاؤ۔ اہل کوفہ میں سے ایک شخص نے یہ خط اٹھا لیا اور پڑھ کر دوسرے کو دے دیا۔ اور اس طرح یہ خط دست بدست ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ گیا چنانچہ جس شخص نے بھی یہ خط پڑھا لکھنے والے کو خیر اندیش ہی سمجھا۔

معاویہ نے اس اقدام کے بعد دو سو آدمیوں کو پہلے اور کدالیں دے کر اس پشتے کی جانب روانہ کر دیا جو دریائے فرات پر بنا ہوا تھا اور ان سے کہا کہ تم اپنے کام پر لگ جاؤ۔

حضرت علیؑ کو جب اس خط کے بارے میں علم ہوا تو آپؑ نے اپنے سپاہیوں سے کہا کہ: معاویہ کا یہ اقدام عملی نہیں وہ چاہتا ہے کہ اپنی سازش سے تمہیں پسپائی کیلئے مجبور کرے اور تمہارے درمیان آشفستگی و سراسیمگی پیدا کر دے اس پر سپاہیوں نے جواب دیا کہ ہم کیسے اس بات پر یقین نہ کریں۔ ہم دیکھ ہی رہے ہیں کہ ان کے مزدور نہر کھودنے میں لگے ہوئے ہیں۔

ہم تو یہاں سے کوچ کرتے ہیں۔ یہ آپکی مرضی ہے کہ آپ بھی چلیں یا یہیں قیام کریں چنانچہ اس فیصلے کے بعد حضرت علی ؓ کے سپاہی پیچھے ہٹنے لگے اور لشکر سے دور جا کر انہوں نے پڑاؤ کیا۔ جس جگہ سے حضرت علی ؓ کی سپاہ نے کوچ کیا تھا اس پر معاویہ کی سپاہ نے قدم جمادینے۔

## فیصلہ کن جنگ

ماہ محرم کے ختم ہوتے ہی مذاکرات کا بھی خاتمہ ہو گیا اور فریقین جنگ کیلئے تیار ہو گئے امیر المومنین فرماتے ہیں: میں نے تمہیں مہلت دی کہ شاید تم حق کی طرف واپس آ جاؤں کلام اللہ کے ذریعے تمہارے لئے حجت و دلیل پیش کی لیکن تم شورش و سرکشی سے باز نہ آئے۔ تم نے دعوت حق سے روگردانی کی۔ اس لئے اب تم جنگ و جدال کے لئے تیار ہو جاؤ کیونکہ خداوند تعالیٰ خیانت کاروں کو پسند نہیں کرتا۔

اس کے بعد آپ نے لشکروں کی صفوں کو منظم کیا معاویہ نے بھی اپنی سپاہ کو آراستہ کیا۔<sup>(۹)</sup>

امیر المومنین نے اپنی سپاہ کو مرتب کرتے ہوئے فرمایا کہ: جب تک دشمن پیشقدمی نہ کرے تم جنگ شروع نہ کرنا کیونکہ تمہارے پاس حجت و دلیل موجود ہے ان کا جنگ شروع کرنا تمہارے لئے دوسری حجت و دلیل ہے جب انہیں شکست دے چکو تو فرار کرنے والوں کو قتل نہ کرنا۔ زخمیوں پر حملہ آور نہ ہونا، برہنہ نہ کرنا مردہ لوگوں کے ناک، کان نہ کاٹنا جس وقت تم ان پر غالب آ جاؤ تو تم ان کے گھروں میں اس وقت تک داخل نہ ہونا جب تک میں اجازت نہ دوں اس مال کے علاوہ جو میدان جنگ میں رہ گیا ہے تم انکی کسی چیز کو ہاتھ نہ لگانا اگرچہ عورتیں تمہیں، تمہارے سرداروں اور تمہارے نیک بزرگوں کو ناشائستہ الفاظ سے یاد کر رہی ہیں مگر تم انہیں تکلیف نہ پہنچانا کیونکہ وہ جسمانی طور پر کمزور اور عقل کے اعتبار سے ناقص ہیں۔<sup>(۱۰)</sup>

سپاہ کو مرتب کرنے کے بعد آپ ؓ نے مالک اشتر کو کوفہ سے سواروں کا اور سہل بن حنیف کو

بصرہ کے دستہ کا فرماندار مقرر کیا۔ کوفہ کی پیادہ فوج کی فرمانداری عمار یاسر کو تفویض کی گئی اور بصرہ کی پیادہ فوج کا فرماندار قیس بن سعد کو مقرر کیا کوفہ و بصرہ کے قاریوں کو آپ ﷺ نے "مسعر بن فدکی" کی تحویل میں دیا اور پرچم ہاشم مرقال ک سپرد کیا۔<sup>(۱۱)</sup> یکم صفر ۳۷ھ دونوں فوجوں کے درمیان جنگ شروع ہوئی کوفہ کی فوج نے مالک کی کمانڈری اور شام کی فوج نے حبیب بن مسلمہ کی کمانڈری میں شدید جنگ کا آغاز کیا یہ معرکہ ظہر تک جاری رہا۔

اگلے دین ہاشم مرقال میدان میں اترے اور شام کے اس لشکر کے ساتھ جو ابوالاعور کی زیر فرمانداری میدان جنگ میں آیا تھا نبرد آزمائی کی اور شامیوں کے ساتھ سخت جنگ کے بعد وہ واپس اپنی لشکرگاہ میں آئے۔

تیسرے روز عمار یاسر مہاجر و انصار بدریوں کے ساتھ میدان جنگ میں اترے اور عمرو عاص سے مقابلہ کیا عمار نے اپنی سپاہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ: کیا تم ان دشمنوں کو دیکھنا چاہتے ہو جنہوں نے خدا اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف جنگ کی اور دشمنوں کو مدد پہنچائی خداوند تعالیٰ کو چونکہ اپنا دین عزیز تھا اسی لئے اس نے اسے کامیابی عطا کی اور بالآخر اس دشمن نے خوف کی وجہ سے اپنا سر اسلام کے سامنے خم کر دیا پیغمبر اکرم ﷺ کے رحلت کے بعد اس دشمن کی مسلمانوں کے خلاف دشمنی و عداوت آشکارا ہو گئی۔ مسلمانو تم دشمن کے لشکر سے جنگ کرو کیونکہ انکے سردار ان لوگوں میں سے ہیں جو نور الہی کو خاموش کرنے کا ارادہ کئے ہوئے ہیں۔

اس کے بعد انہوں نے پیادہ فوج کے فرماندار زیاد بن نضر کو حکم دیا کہ حملہ کریں اور خود بھی حملہ آور ہوئے اور عمرو عاص کو پسپا کر دیا۔

چوتھے دن حضرت علیؑ کے فرزند محمد حنفیہ میدان جنگ میں گئے اور عبید اللہ بن عمر سے جنگ کی۔ دونوں جانب سے مقابلہ سخت رہا۔ بالآخر عبید اللہ نے محمد حنفیہ کو جنگی کشتی کی دعوت دی محمد حنفیہ نے پیشقدمی کی مگر حضرت علیؑ نے منع کر دیا اور خود ان کی جگہ کشتی گیری کیلئے تشریف لے گئے۔ مگر

عبید اللہ بن عمر اس کے لئے تیار نہ ہوا۔

پانچویں دن عبداللہ بن عباس کا "ولید بن عقبہ" سے مقابلہ ہوا سخت نبرد آزمائی کے بعد انہوں نے ولید بن عقبہ کو جنگی کشتی کی دعوت دی مگر اس کے دل پر خوف طاری ہو گیا اور بالاخر لشکر اسلام فتح و کامرانی کے ساتھ واپس آیا۔<sup>(۱۲)</sup>  
چھٹے دن قیس بن سعد اور "ذی الکلاع" کے درمیان سخت معرکہ ہوا سخت نبرد آزمائی کے بعد واپس آیا۔  
ساتویں دن مالک اشتر کا اپنے سابقہ رقیب سے مقابلہ ہوا اور ظہر کے وقت لشکر گاہ واپس آئے۔

### عام جنگ

امیر المومنین حضرت علی ؑ نے دیکھا کہ جنگ کو ایک ہفتہ ہو گیا ہے اگرچہ دونوں طرف سے بہت سے سپاہی قتل کئے جا چکے ہیں مگر اس کے باوجود لشکر اسلام کو فتح نصیب نہیں ہو رہی ہے اسی لئے آپ نے عام حملے کا حکم دیا اور فرمایا کہ: ہم کیوں اپنی پوری فوجی طاقت کو حریف کے خلاف جنگ میں بروئے کار نہ لائیں؟

اسی لئے آپ نے ۸ صفر شب چہار شنبہ (بدھ کی رات) اپنی سپاہ کے سامنے تقریر کی اور فرمایا کہ: جان لو کہ کل تمہیں دشمن کے روبرو ہونا ہے اس لئے تمام رات عبادت میں گزارو اور قرآن مجید کی کثرت سے تلاوت کرو خداوند تعالیٰ سے دعا کرو کہ ہمیں صبر و نصرت عطا فرمائے دشمن کے مقابل مکمل پایداری، ثابت قدمی سے آنا اور پوری جدوجہد و استواری سے اس کا مقابلہ کرنا اور ہمیشہ راستگو رہنا۔

حضرت علی ؑ کی جیسے ہی تقریر ختم ہوئی آپ ؑ کی سپاہ نے اپنے اسلحہ اور تلوار نیزہ و زوبین وغیرہ کو سنبھالا اور اسے جلا دینی شروع کی۔ حضرت علی ؑ صبح کے وقت تک اپنے لشکر کو آراستہ کرتے

رہے۔ آپ کے حکم کے مطابق منادی کے ذریعے دشمن کو اعلان جنگ سنایا اور کہا کہ: اے شامیو کل صبح تم سے میدان کارزار میں ملاقات ہوگی۔<sup>(۱۳)</sup>

منادی کی آواز جب دشمن کے کانوں میں پہنچی تو اس کی صفوں میں کہرام مچ گیا سب نے بیم و ترس کی حالت میں معاویہ کی جانب رخ کیا اس نے تمام سرداروں اور فرمانداروں کو بلایا اور حکم دیا کہ اپنی فوجوں کو تیار کریں۔

حضرت علی ؓ نے جب اپنے لشکر کو آراستہ کر لیا تو آپ ؓ اپنی جگہ سے اٹھے اور سپاہ میں جوش و خروش پیدا کرنے کیلئے ان کے سامنے تقریر کی اور فرمایا کہ: اے لوگو خداوند تعالیٰ نے تمہیں اس تجارت کی جانب آنے کی دعوت دی ہے جس میں عذاب سے نجات دلائی جائے گی اور خیر و فلاح کی جانب بلایا ہے۔ یہ تجارت خدا اور اس کے رسول ﷺ کی صداقت پر ایمان اور راہ خدا میں جہاد ہے۔ اس کا معاوضہ تمہیں یہ ملے گا کہ تمہارے گناہ بخش دئے جائیں گے اور خلد بریں میں تمہیں رہنے کیلئے پاکیزہ مکان ملیں گے اور اس کا انتہائی اجر یہ ہے کہ تمہیں خدا کی رضا نصیب ہوگی جو ہر اجر سے کہیں عظیم ہے۔ قرآن کا خدا کے محبوب بندوں سے ارشاد ہے کہ: خداوند تعالیٰ ان مجاہدین حق کو دوست و عزیز رکھتا ہے جو محکم دیور کی طرح دشمن کے مقابل آجاتے ہیں اور اس سے جنگ و جدال کرتے ہیں<sup>(۱۴)</sup>۔ اپنی صفوں کو سیسہ پلائی ہوئی بنیادوں کی طرح محکم کر لو اور ایک دوسرے کے دوش بدوش رہو۔ زرہ پوش سپاہ پیشاپیش رہیں اور جن کے پاس زرہ نہیں انہیں زرہ پوش سپاہ کے عقب میں رکھا جائے اپنے دانت بھینچے رکھو کیونکہ اس کے باعث شمشیر کی ضرب سے کاسہ سر محفوظ رہتا ہے۔ اس سے قلب کو تقویت اور دل کو آسودگی حاصل ہوتی ہے۔ اپنی آوازوں کو خاموش رکھو اس لئے کہ اس کی وجہ سے سستی و شکست سے نجات ملتی ہے اور چہرہ پر متانت و وقار کی کیفیت پیدا ہوتی ہے... اپنے پرچموں کو یکجا رکھو اور انہیں باحمیت دلاؤ اور ان کے سپرد کرو جو لوگ مصائب و مشکلات میں صبر کرتے ہیں اور پرچم پر مسلط رہتے ہیں۔ وہ اس کی ہر طرف سے حفاظت میں کوشاں رہتے ہیں۔<sup>(۱۵)</sup>

حضرت علی (ع) کا خطبہ ختم ہونے کے بعد آپ کے اصحاب میں سے بھی ہر شخص نے اپنے قبیلے کے لشکر میں جوش و خروش پیدا کرنے کی خاطر تقریر کی۔ انہی مقررین میں سعید بن قیس بھی شامل تھے چنانچہ وہ اپنے ساتھیوں کے درمیان سے اٹھے پہلے تو انہوں نے حضرت علی ؑ اور آپ ؑ کے اصحاب کی قدر و منزلت کا ذکر کیا اس کے بعد انہوں نے معاویہ کا تعارف کرایا۔<sup>(۱۶)</sup> اس کے ساتھ ہی انہوں نے اپنے دوستوں کو جنگ کرنے کیلئے ترغیب دلائی۔ فریقین کے لشکر چونکہ جنگ کیلئے آمادہ تھے اس لئے بدھ کے دن سخت معرکہ ہوا۔ رات کے وقت دونوں لشکر بغیر فتح و نصرت واپس اپنے خیموں میں آگئے۔<sup>(۱۷)</sup>

امیر المومنین حضرت علی ؑ نے جمعرات کی صبح نماز فجر جلدی پڑھ لی سپاہ سے خطاب کرنے اور جنگ کی ترغیب دلانے کے بعد آپ ؑ نے گھوڑا طلب فرمایا<sup>(۱۸)</sup> اس پر سوار ہونے کے بعد آپ قبلہ رخ کھڑے ہو گئے انکے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف تھے اور خداوند تعالیٰ سے یوں راز و نیاز کر رہے تھے: خداوند ایہ قدم تیری راہ میں بڑھ رہے ہیں بدن خستہ و ناتواں ہیں دلوں پر لرزہ و وحشت طاری ہے اور یہ ہاتھ تیری بارگاہ میں اٹھے ہوئے ہیں اور آنکھیں تیری طرف لگی ہوئی ہیں اس کے بعد آپ نے ایک آیت پڑھی جس کا ترجمہ یہ ہے (اے رب ہماری قوم کے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دے اور تو بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔<sup>(۱۹)</sup> آخر میں آپ نے سپاہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ سیر و علی برکتہ اللہ <sup>(۲۰)</sup> آگے بڑھو خدا تمہاری پشت و پناہ ہے)۔

امیر المومنین حضرت علی ؑ نے نبرد آزما ہونے سے قبل شام کے ہر قبیلے کا نام دریافت فرمایا اس کے بعد آپ ؑ نے اپنی سپاہ کے قبائل کو حکم دیا کہ تم میں سے ہر سپاہی اپنے ہم نام اور ہم پلہ و شان قبیلے کے ہر اس شخص سے جنگ کرے جو دشمن کی صفوں میں شامل ہے<sup>(۲۱)</sup>۔

سپاہ اسلام کی علامت وہ سفید رنگ کا کپڑا تھا جو انہوں نے اپنے سروں اور بازوؤں پر باندھ رکھتا تھا۔ اور ان کا نعرہ یا لہ، یا احد، یا صمد، یا رب محمد یا رحمت اور یا رحیم تھا۔

اس کے برعکس معاویہ کی سپاہ کا نشان زرد پٹی تھی جسے انہوں نے بھی اپنے سروں اور بازوؤں پر باندھ رکھا تھا۔ اور ان کا نعرہ یہ تھا نحن عباد الله حقا حقا یا لغارات عثمان (۲۲)

## قرآن کی طرف دعوت

اس سے قبل کہ حضرت علیؑ کے سامنے عمرو عاص کا مکرو فریب ظاہر ہو آپؑ نے اپنی جمعیت کو بیدار کرنے اور دشمن پر اتمام حجت کی خاطر اس وقت بھی جب کہ آپؑ نے اپنی فوج میں ذرہ برابر زبونی و ناتوانی محسوس نہیں کی، یہ تجویز پیش کی اور فرمایا کہ: کوئی شخص قرآن شریف اپنے ہاتھ میں اٹھالے اور دشمن کے نزدیک پہنچ کر اسے قرآن کی طرف آنے کی دعوت دے ایک شخص جس کا نام "سعید" تھا اٹھا اور اس نے سپاہ دشمن کی جانب جانے کا اظہار کیا حضرت علیؑ نے دوبارہ اپنی اس تجویز کو زبان مبارک سے ادا کیا اسی نوجوان نے آپؑ کی اس تجویز پر لبیک کہا کیونکہ اکثر و بیشتر افراد کا خیال تھا جو شخص بھی اس راہ میں پیش قدمی کرے گا اس کا مارا جانا یقینی ہے۔

حضرت "سعید" نے قرآن مجید ہاتھ میں لیا اور سپاہ دشمن سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ: اے لوگو شورش و سرکشی سے باز آؤ امیر المؤمنین حضرت علیؑ قرآنی حکومت اور عدل الہی کی دعوت دے رہے ہیں سیدھا راستہ اختیار کرو سیدھا راستہ وہی ہے جو مہاجرین و انصار نے اختیار کیا لیکن اہل شام نے اس کو اپنے نیروں اور تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ (۲۳)

## معاویہ کہاں ہے؟

فریقین کے لشکر کے درمیان جنگ جیسے جیسے شدید تر ہوتی جاتی تھی، مالک اشتر، عمار اور عبداللہ بدیل جیسے امیر المؤمنین حضرت علیؑ کے یار و مددگار شیر کی طرح غراتے اور دشمن پر حملہ آور ہوتے حضرت علیؑ بھی میدان کارزار میں داخل ہوئے دشمن کی سپاہ نے جیسے ہی آپؑ کو دیکھا اس

پر خوف و ہراس طاری ہو گیا بعض قبائل کو تو اپنی جان کے لالے پڑ گئے اور یہ فکر ستانے لگی کہ کس طرح نجات پائیں چنانچہ قبیلہ خثعم کے سردار عبداللہ خثعم نے خثعم قبیلہ عراق کے سرگروہ کعب سے پیغام کے ذریعے یہ درخواست کی کہ صلہ رحم کی خاطر اور ایک دوسرے کے حقوق کا پاس کرتے ہوئے جنگ سے کنارہ کشی اختیار کر لے لیکن مخالفت سے دوچار ہوا۔ (۲۴)

اسی اثناء میں سپاہ اسلام کے فرماندار میمنہ عبداللہ بدیل جو بہت ہی شجاع و دلیر شخص اور دوزرہ پہن کر جنگ کرتے تھے دونوں ہاتھوں میں تلواریں لئے دشمن کی سپاہ کے میسرہ کی جانب بڑھے اور اسے چیرتے ہوئے ان لوگوں تک پہنچ گئے جو معاویہ کے فدائی کہلاتے تھے یہ لوگ معاویہ کے ایسے جانثار و با وفادار دست تھے جنہوں نے یہ عہد کیا تھا کہ جب تک ہمارے دم میں دم ہے اس کی حفاظت کرتے رہیں گے معاویہ نے ان فدائیوں کو حکم دیا کہ عبداللہ کے بمقابل آجائیں اور خفیہ طور پر اسے اپنے میسرہ کے فرماندار حبیب بن مسلمہ سے کہا کہ وہ ابن بدیل کو آگے بڑھنے سے روکے لیکن وہ آگے بڑھتے ہی گئے معاویہ نے ناچار مصلحت اس امر میں سمجھی کہ اپنی جگہ بدل دے اور وہ پیچھے کی طرف بھاگ گیا لیکن عبداللہ پکار پکار کر کہہ رہے تھے یا لثارات عثمان (عثمان کے خون کا بدلہ) معاویہ کی سپاہ نے جب یہ نعرہ سنا تو اس نے انہیں اپنا ہی سپاہی سمجھ کر انہیں راستہ دیا۔

معاویہ کو چونکہ دوسری مرتبہ اپنی جگہ سے ہٹ کر پیچھے آنا پڑا تھا اس لئے اس نے دوبارہ حبیب بن مسلمہ سے کہا کہ میری مدد کرو چنانچہ اس نے بڑا سخت حملہ کیا اور دائیں جانب کے لشکر (جنح راست) کو چیرتا ہوا عبداللہ بن بدیل تک پہنچ گیا۔ عبداللہ سو قاریوں میں سے لیکلے رہ گئے تھے (باقی سب پسپا ہو چکے تھے) چنانچہ وہ پوری دلیری سے جنگ کرتے رہے اور زبان سے بھی کہتے رہے کہ: معاویہ کہاں ہے۔ معاویہ نے جب عبداللہ کو اپنے نزدیک دیکھا تو اس نے پکار کر کہا کہ اگر تلوار سے ان پر حملہ نہیں کر سکتے تو انہیں آگے بھی نہ آنے دو ان پر سنگباری شروع کر دو چنانچہ ہر طرف سے اس جانناز اسلام پر اس قدر پتھر برسائے گئے کہ وہ وہیں شہید ہو گئے۔

معاویہ نے حکم دیا کہ انکے ناک، کان کاٹ لئے جائیں لیکن ان کی عبداللہ بن عامر سے چونکہ سابقہ دوستی تھی اسلئے وہ مانع ہوئے اور معاویہ نے بھی اس خیال کو ترک کر دیا۔ (۲۶)

### حضرت علیؑ میدان کارزار میں

امیر المومنین حضرت علیؑ کمانڈر انچیف کے فرائض انجام دینے کے علاوہ بہت سے مواقع پر بالخصوص حساس ترین لمحات میں خود بھی میدان کارزار میں پہنچ جاتے اور دشمن کے حملوں کا مقابل کرتے اگرچہ آپ کے اصحاب و فرزند آپؑ کے دشمن کے درمیان حائل ہو جاتے اور آپکی پوری حفاظت کرتے اور ان کی یہ خبر گیری آپکے لینے جنگ کرنے میں مانع ہوتی۔ بطور مثال ایک موقع پر میدان کارزار میں بنی امیہ کے "احمر" نامی غلام جو بڑا جبری و دلاور شخص تھا آگے بڑھا۔ جس وقت حضرت علیؑ کی نگاہ اس پر گئی تو آپ بھی اسکی طرف بڑھے اسی اثناء میں حضرت علیؑ کا غلام جس کا نام "کیسان" تھا آگے بڑھ آیا۔ دونوں کے درمیان کچھ دیر تک نبرد آزمائی ہوتی رہی۔ بالآخر وہ احمر کے ہاتھوں مارا گیا اب احمر حضرت علیؑ کی جانب بڑھتا کہ آپ کو شہید کر دے۔ حضرت علیؑ نے اس سے قبل کہ دشمن وار کرے ہاتھ بڑھا کر اس کا گریبان پکڑا اور اسے گھوڑے پر سے کھینچ لیا۔ اور اسے سر سے اوپر اٹھا کر زمین پر دے مارا کہ اس کے شانہ و بازو ٹوٹ کر الگ ہو گئے اور ایک طرف کھڑے ہو گئے۔ اتنے میں فرزند ان علیؑ (حضرت امام حسینؑ اور حضرت محمد حنفیہ) وہاں پہنچ گئے اور تلوار کے وار سے اسے ہلاک کر دیا۔

راوی مزید بیان کرتا ہے کہ: احمر کے قتل کے بعد شامیوں نے جب حضرت علیؑ کو اکیلا دیکھا تو وہ آپؑ کی طرف بڑھے اور جان لینے کا ارادہ کیا اگرچہ وہ حضرت علیؑ کی جانب بڑھتے رہے مگر آپؑ کی رفتار میں ذرا بھی فرق نہ آیا اور پہلے کی طرح آہستہ آہستہ قدم بڑھاتے رہے، حالانکہ اپنے لشکر کی طرف پلٹنے کا ارادہ نہیں تھا۔

یہ کیفیت دیکھ کر حضرت امام حسنؑ نے اپنے والد محترم سے عرض کی کیا حرج ہے کہ آپؑ اپنی

رفتار تیز کر دیں اور اپنے ان دوستوں سے آن ملیں جو دشمن کے روبرو کھڑے ہیں اس پر حضرت علیؑ نے جواب دیا کہ اے میرے فرزند تیرے والد کا اس جہان سے کوچ کرنے کے لئے خاص وقت معین ہے اس میں ذرا بھی پس و پیش نہیں ہو سکتی۔ تیرے والد کو اس بات کا ذرا بھی غم نہیں کہ موت کو اپنی آغوش میں لے لے یا موت خود ہی آکر گلے لگ جائے۔<sup>(۲۷)</sup>

ایک موقع پر سعید بن قیس میدان کارزار میں موجود تھا اس نے بھی ایک مرتبہ حضرت علیؑ کی خدمت میں عرض کیا: یا امیر المؤمنین آپ دشمن کی صف کے نزدیک حد سے زیادہ آگے آجاتے ہیں کیا آپ کو اس بات کا ذرا بھی خوف نہیں کہ دشمن آپ پر وار کر سکتا ہے اس پر آپؑ نے فرمایا تھا کہ خداوند تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی کسی کا نگہبان نہیں اگر کوئی کنویں میں گر جائے یا اس پر دیوار گر رہی ہو یا کوئی اور بلا نازل ہو رہی ہو تو خدا کے علاوہ اس کی کوئی حفاظت کرنے والا نہیں اور جب موت آجاتی ہے تو تمام تدابیر بیکار ہو جاتی ہیں۔<sup>(۲۸)</sup>

### دوستوں کی حمایت و مدد

حضرت علیؑ میدان جنگ میں عین اس وقت بھی جب کہ میدان کارزار میں پیش قدمی فرما رہے ہوتے تھے اگر ضرورت پیش آجاتی تو اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر وہ اپنے ساتھیوں کی مدد کیلئے تیزی سے پہنچتے۔

غرار بن ادہم شامی لشکر کا مشہور سوار تھا ایک روز اس نے عباس بن ربیعہ<sup>(۲۸)</sup> کو جنگی کشتی کیلئے للکارا عباس گھوڑے سے اتر کر نیچے آگئے اور غرار سے کشتی میں نبرد آزما ہو گئے سخت زور آزمائی کے بعد عباس نے شامی کی زرہ کو چاک کر دیا اس کے بعد آپ نے تلوار نکال کر اس کے سینے پر وارد کیا یہاں تک کہ وہ زخمی ہو کر مارا گیا یہ منظر دیکھ کر لوگوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔

ابو الماعز سے یہ واقعہ منقول ہے کہ میں نے اچانک سنا کہ میرے پیچھے کوئی شخص یہ آیت تلاوت کر رہا ہے "قاتلوہم یغزہم اللہ بایدیکم ویخزہم وینصرکم علیہم و"

یشف صدور قوم مومنین" (انھیں قتل کر ڈالو خدا تمہارے ذریعہ انہیں عذاب میں مبتلا کرتا ہے اور ذلیل کرتا ہے اور تمہاری مدد کرتا ہے مومنوں کے دلوں کو شفا بخشتا ہے اور ان سے کدورت دور کرتا ہے) (۲۹)

جب میں نے پلٹ کر دیکھا تو وہاں امیر المومنین حضرت علیؑ کو پایا۔ اس کے بعد آپؑ نے مجھ سے فرمایا ہم سے کس شخص نے دشمن سے جنگ کی؟ میں نے عرض کیا کہ آپ کے بھتیجے نے۔ اس پر آپؑ نے فرمایا کیا میں نے تمہیں اور ابن عباس کو جنگ کرنے سے منع نہیں کیا تھا؟ انہوں نے جواب دیا کہ جی ہاں آپ نے منع فرمایا تھا۔ مگر دشمن نے خود ہی مجھے للکارا۔ اس پر آپ نے کہا کہ اگر تم نے اپنے پیشوا کی اطاعت کی ہوتی تو وہ اس سے کہیں زیادہ بہتر تھا کہ تم دشمن کی للکار کا جواب دیتے۔ اس کے بعد آپ نے بارگاہ خداوندی میں دعا کی کہ وہ عباس کی لغزش کو معاف کرے اور جہاد کی انہیں جزا دے۔

غزار کے قتل ہو جانے کی وجہ سے معاویہ بہت زیادہ مضطرب و آشفتہ خاطر ہوا چنانچہ اس کے حکم کے مطابق اور انعام کے وعدے پر قبیلہ "لحتم" کے دو افراد نے عباس بن ربیعہ کو پیکار کی غرض سے للکارا۔ لیکن حضرت علیؑ نے انہیں نبرد آزمائی کی اجازت نہیں دی اور فرمایا کہ معاویہ تو یہ چاہتا ہے کہ بنی ہاشم میں سے ایک شخص بھی زندہ نہ رہے۔

اس کے بعد آپؑ نے عباس کے لباس اور اسلحہ سے خود کو آراستہ کیا اور انہی کے گھوڑے پر سوار ہو کر ان دونوں افراد کی طرف روانہ ہوئے اور انہیں وہیں ہلاک کر دیا۔ میدان کا زرار سے واپس آکر آپ نے عباس کا اسلحہ انہیں واپس کیا اور فرمایا کہ جو کوئی تمہیں نبرد آزمائی کے لئے للکارے پہلے تم میرے پاس آؤ۔ (۳۰)

اس واقعے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت علیؑ کی بنی ہاشم بالخصوص خاندان رسالت کی جانب خاص توجہ و عنایت تھی اور انکی جان کی حفاظت کیلئے آپؑ ہر ممکن کوشش فرماتے۔ چنانچہ بحران جنگ میں جب کہ آپؑ کی جانب تیروں کی بارش ہو رہی تھی اور آپ کے فرزندوں کو دشمن اپنے تیروں کا نشانہ بناتے ہوئے تھا، اس وقت بھی آپؑ کو اپنی جان کی پروا نہ تھی چنانچہ خود آگے بڑھ کر جاتے اور اپنے ہاتھ سے تیروں کے رخ کو کبھی ایک طرف اور کبھی دوسری جانب منتشر کر دیتے۔ (۳۱)

## سوالات

- ۱۔ حضرت علی ؑ نے اپنے نمائندے معاویہ کے پاس کس مقصد کے تحت روانہ کئے؟
- ۲۔ معاویہ نے اپنے لشکر کی کمزوری کی تلافی کس طرح کرنا چاہی اور لشکر اسلام کو کمزور و ناتوان کرنے کیلئے اس نے کیا اقدامات کئے؟ اس کی دو مثالیں پیش کیجئے؟
- ۳۔ نبرد آزمائی سے قبل حضرت علی ؑ نے اپنے سپاہیوں کے لئے کیا احکامات صادر کئے؟
- ۴۔ پہلی اور دوسری عام جنگوں کا آغاز کن تاریخوں سے ہوا؟ فریقین کے لشکروں کی علامات و نعرے کیا تھے؟
- ۵۔ حضرت علی ؑ نے جنگ سے قبل اتمام حجت کے طور پر اور مسلمانوں کی خون ریزی کو روکنے کیلئے کیا اقدامات کیئے؟
- ۶۔ جنگی پہلو کو مد نظر رکھتے ہوئے حضرت علی ؑ کے سپاہیانہ کردار کو مختصر طور پر بیان کریں۔

## حوالہ جات

- ۱\_ ائتوا هذا الرجل و ادعوه الى الله و الى الطاعة و الى الجماعة
- ۲\_ وقع صفين ص ۱۸۸\_ ۱۸۴، کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۲۸۵
- ۳\_ کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۲۸۶، وقع صفین ص ۱۹۵
- ۴\_ وقع صفین ص ۱۹۸\_ ۱۹۴
- ۵\_ کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۲۹۳\_ ۲۹۱، تاریخ طبری ج ۵ ص ۴، وقع صفین ص ۲۰۲\_ ۲۰۱
- ۶\_ کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۲۹۰، وقع صفین ص ۲۰۰\_ ۱۹۹، معاویہ کی اس گفتگو سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس نے حضرت علیؑ کے دیگر سرداران سے بھی اس قسم کی بات کی تھی۔
- ۷\_ وقع صفین ص ۱۹۰\_ ۱۸۸
- ۸\_ وقع صفین ۲۹۰\_ ۳۸۹، اس واقعہ کی تفصیل بعد میں آئے گی۔
- ۹\_ وقع صفین ص ۱۹۰
- ۱۰\_ وقع صفین ص ۲۰۳\_ ۲۰۳
- ۱۱\_ کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۲۹۳، تاریخ طبری ج ۵ ص ۱۱، لیکن وقع صفین میں صفحہ ۲۰۵ پر منقول ہے کہ سوار دستے کی کمانڈری عمار کو اور پیادہ فوج کی عبدالسہ بدیل کو دی گئی۔
- ۱۲\_ کامل ج ۳ ص ۲۹۳، لیکن وقع صفین میں درج ہے کہ فریقین کے لشکر فتح و کامرانی کے بغیر واپس آئے ملاحظہ ہو وقع صفین ص ۲۲۲۔
- ۱۳\_ مروج الذهب ج ۲ ص ۳۴۹، کامل ج ۳ ص ۲۹۵\_ ۲۹۳، وقع صفین ص ۲۲۳\_ ۲۱۳
- ۱۴\_ سورہ صف آیہ ۳ ﴿ان الله يحب الذين يقاتلون في سبيله صفا كانوا بنيان مرصوص﴾
- ۱۵\_ نهج البلاغہ کے خطبہ ۱۲۳ کا اقتباس، وقع صفین ص ۲۳۵
- ۱۶\_ وقع صفین ص ۲۳۶
- ۱۷\_ کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۲۹۶
- ۱۸\_ اس سے قبل حضرت علیؑ کی سواری میں جانور نخر تھا اس روز آپؑ نے نومند و دراز دم گھوڑا لانے کے لئے

دیا۔ یہ گھوڑا اس قدر تنومند و طاقتور تھا کہ اسے قابو میں رکھنے کے لئے دو لگائیں استعمال کرنی پڑتی تھیں اور وہ اپنی اگلی ٹانگوں سے زمین کھودتا رہتا تھا۔

۱۹۔ سورہ اعراف آیہ ۸۸ ﴿رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَ بَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَ اَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ﴾

۲۰۔ وقعہ صفین ص ۲۳۰، شرح ابن ابی الحدید ج ۵ ص ۱۷۶

۲۱۔ وقعہ صفین ص ۲۲۹، کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۲۹۸، تاریخ طبری ج ۵ ص ۱۳، شرح ابن ابی الحدید ج ۵ ص ۱۸۶

۲۲۔ وقعہ صفین ص ۳۳۲

۲۳۔ وقعہ صفین ص ۲۳۳، شرح ابن ابی الحدید ج ۵ ص ۱۹۶، اس پورے قضیے میں یہ نکتہ قابل توجہ ہے کہ حضرت علی ؓ نے خیر خواہی کا جو یہ اقدام کیا تھا اس کے پیش نظر معاویہ کے کسی سپاہی نے اپنے فیصلہ جنگ پر تردید نہیں کی وہ اس نوجوان کو دیکھتے رہے لیکن جب معاویہ کی صفوں میں شکست کے آثار نمودار ہوئے تو اس کے سپاہیوں نے اس شکست کی تلافی کے لئے قرآن کو نیزے پر چڑھا لیا اور وہ بھی سپاہ عراق کو قرآن کی دعوت دینے لگے حضرت علی ؓ کی سپاہ میں سے کچھ لوگوں پر اس کا اثر ہو گیا چنانچہ انہوں نے حضرت علی ؓ سے کہا کہ حکم صادر کیجئے کہ مالک اشتر واپس آجائیں ورنہ ہم آپ ؓ کو قتل کر دیں گے۔

۲۵۔ حضرت عبداللہ بن بدیل کے بھائی کا نام بھی عثمان تھا۔ وہ بھی دشمن کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے۔ یہاں عثمان سے مراد ان کے بھائی ہیں۔

۲۶۔ وقعہ صفین ص ۲۳۸-۲۳۵، شرح ابن ابی الحدید ج ۵ ص ۱۹۶، اگرچہ تاریخ کی کتابوں میں ایسے کئی دلیر جاننازوں کا ذکر ملتا ہے مگر اس کتاب کے اختصار کو مد نظر رکھتے ہوئے ان کی کیفیات بیان کرنے سے چشم پوشی کی گئی ہے تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو شرح ابن ابی الحدید ج ۵ ص ۲۱۳ وقعہ صفین ص ۲۵۸

۲۷۔ وقعہ صفین ص ۲۵۰-۲۳۹، شرح ابن ابی الحدید ج ۵ ص ۱۹۸، تاریخ طبری ج ۵ ص ۱۹، کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۲۹۹

۲۸۔ وقعہ صفین ص ۲۵۰، شرح ابن ابی الحدید ج ۵ ص ۱۹۹

۲۹۔ عباس بن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب

۳۰۔ سورہ توبہ آیہ ۱۳

۳۱۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۵ ص ۲۱۹

۳۲۔ وقعہ صفین ص ۲۳۹، شرح ابن ابی الحدید ج ۵ ص ۱۹۸، تاریخ طبری ج ۵ ص ۱۹

گیارہواں سبق

قاسطین (جنگ صفین) ۳

استقامت و پایداری کی نصیحت  
فرار کرنے والوں کی تنبیہ و سرزنش  
جنگ میں مالک کا کردار

دو حجر کی جنگ

حریث کا قتل

آخری تجویز

بدترین طریقے کا سہارا

دشمن کے سرداروں کا اعتراف

پھر دھوکا

جنگ کی شدت

دو لائق سپہ سالاروں کی شہادت

عمار کی شہادت کا رد عمل

سوالات

حوالہ جات

## استقامت و پایداری کیلئے نصیحت

لشکر اسلام کا مرکزی حصہ پہلے کی طرح اب بھی سپاہ دشمن کے قلب میں جنگ آزما تھا حبیب بن مسلمہ کے سخت حملے کے باعث بائیں بازو کا پرہ (جناح راست) پسپا ہو کر فرار کرنے لگا تھا امیر المؤمنین حضرت علی ؓ نے جب یہ کیفیت دیکھی تو انہوں نے مالک کو حکم دیا کہ ان فرار کرنے والوں کی طرف جاؤ اور ان سے کہو کہ: موت سے بچ کر کہاں جا رہے ہو کیا اس زندگی کی جانب جو قطعی ناپائیدار ہے؟ مالک فرار کرنے والوں کی جانب لپکے اور کئی مرتبہ پکار کر کہا کہ لوگو میں مالک ہوں لیکن کسی نے ان کی جانب توجہ نہ کی جس کی وجہ یہ تھی کہ بیشتر لوگ انھیں اشتر کے نام سے جانتے تھے لہذا جس وقت انہوں نے کہا کہ میں مالک اشتر ہوں تو فرار کرنے والے واپس آنے لگے اور ان کے گرد جمع ہو گئے۔

مالک نے اپنے زور بیان سے لوگوں کو دوبارہ جنگ و نبرد کیلئے آمادہ کر لیا اس کے بعد انہوں نے قبیلہ "منجج" کے افراد کو جو اپنے دلیری و جنگجویی میں مشہور تھے خاص طور پر نبرد آزمائی کی دعوت دی اور کہا کہ میدان کارزار میں اپنی مردانگی کے جوہر دکھائیں اور دشمن کو پسپائی پر مجبور کر دیں ان سب نے ایک زبان ہو کر اپنی آمادگی کا اعلان کر دیا اور کہنے لگے کہ ہم آپ کے فرمانبردار ہیں طائفہ ہمدان کے سو افراد اور ان کے علاوہ دیگر چند دانشور جرات مند اور با وفا لوگ مالک کی جانب واپس آ گئے اور اس طرح دوبارہ دائیں جانب کا پرہ مضبوط ہو گیا ان کے جوش و خروش کا یہ عالم تھا کہ جس لشکر پر بھی حملہ آور ہو جاتے اسے نیست و نابود کر دیتے <sup>(۱)</sup> چنانچہ ان کے سخت و شدید حملات کا یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ دشمن کو مجبوراً پسپا ہونا پڑا۔

## فرار کرنے والوں کی تنبیہ و سرزنش

فرار کرنے والے جب واپس آگئے تو امیر المومنین حضرت علیؑ نے اس پیش بندی کے خیال سے کہ یہ اقدام دوبارہ نہ ہو ان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ: میں نے تمہاری چابکدستی و دلاوری بھی ملاحظہ کی اور دیگر سپاہ کی صفوں سے تمہیں سرتابی کرتے ہوئے بھی دیکھا۔ اہل شام تو جفاکار، پست فطرت اور صحرائین بدو ہیں مگر افسوس انہوں نے تمہیں راہ فرار دکھا دی جب کہ تم شائستہ و لائق، برگزیدہ اور سربرآوردہ عرب ہو جو رات کی تاریکیوں میں قرآن پاک کی تلاوت کرتے تھے لوگ گراہی میں بھٹک رہے تھے تم حق کی جانب آنے کی دعوت دے رہے تھے اگر تم فرار کرنے کے بعد واپس نہ آگئے ہوتے تو وہ سخت سزا تمہارے گریبان گیر ہوتی جو خداوند تعالیٰ نے مفروین کیلئے مقرر کی ہے۔<sup>(۲)</sup>

... یہ جان لو کہ جو شخص راہ فرار اختیار کرتا ہے وہ خدا کے غضب کو برا لیکھتا کرتا ہے اور خود کو ہلاکت کی جانب لے جاتا ہے اور وہ اس پستی و مذلت کی طرف چلا جاتا ہے جو ہمیشہ اس کے ساتھ رہتی ہے وہ اس کے ذریعے اپنے لئے ابدی ننگ و رسوائی اور بد بختی کے سامان مہیا کرتا ہے جو شخص فرار کرتا ہے نہ اس کی عمر میں اضافہ ہوتا ہے اور نہ ہی اسے خدا تعالیٰ کی رضاء و خوشنودی حاصل ہوتی ہے اس بنا پر ان مذموم صفات کو حاصل کرنے سے موت کہیں زیادہ گوارا ہے۔<sup>(۳)</sup>

## جنگ میں مالک کا کردار

مالک اشتر دراز قامت، مضبوط جسم اور لاغر بدن انسان تھے مگر بہت زیادہ طاقتور و نومند ایک مرتبہ قیس کے دو فرزند منقذ اور حمیران کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے۔ منقذ نے کہا کہ اگر مالک کی نیت ان کے عمل کی طرح ہے تو عربوں میں ان کا ثانی نہیں اس پر حمیران نے جواب دیا کہ ان کا عمل ان کے خلوص نیت کا آئینہ دار ہے۔<sup>(۴)</sup>

مالک سرتاپا ایسے مسلح تھے کہ انہیں پہچانا نہیں جاسکتا تھا شمشیر یمانی ان کے ہاتھ میں تھی جس

وقت یہ تلوار ان کے ہاتھ میں گھوم جاتی تھی تو لگتا تھا کہ یہ تلوار نہیں آ رہی اور جس وقت فضا کو چیرتی ہوئی گذرتی تھی تو اس کی چمک سے دیکھنے والوں کی آنکھیں چکا چوند ہو جاتی تھیں۔<sup>(۵)</sup>

"ابن جہان" نے جب ان کی تلوار سے آگ نکلتی دیکھی اور دشمن پر ان کے شگفت آور حملے کو دیکھا تو ان سے کہا: خداوند آپ کی اس عظیم فداکاری کے بدلے میں جزاء خیر عطا فرمائے جو آپ مسلمانوں اور امیرالمومنین کے دفاع کیلئے انجام دے دیتے ہیں۔ مالک نے ہمدانیوں کے ساتھ ان پانچ صفوں کو اپنے محاصرہ میں لے لیا تھا کہ جنہوں نے معاویہ سے یہ عہد کیا تھا کہ مرتے دم تک تم پر آنچ نہیں آنے دیں گے لیکن مالک نے چار صفوں کو پسپا کر دیا۔<sup>(۶)</sup>

مالک جیسے لائق و اہل فرمانداری کی موجودگی جہاد میں سپاہیوں کی حوصلہ مندی اور دل گرمی کا سبب ہوتی وہ جس لشکر پر بھی حملہ آور ہوتے وہ لشکر فرار کر جاتا اور جب کبھی منتشر و پراگندہ سپاہ کے درمیان پہنچ جاتے تو انھیں لشکر کی شکل میں مرتب و منظم کر دیتے جس وقت انہوں نے یہ دیکھا کہ سپاہ اسلام کے لشکر کے فرمانداروں اور پرچمداروں میں سے دو شخص سخت جنگ و نبرد کے بعد شہید ہو گئے ہیں تو انہوں نے کہا کہ: خدا کی قسم یہی صبر جمیل اور کریمانہ عمل ہے اور مرد وہ ہے جو میدان کارزار میں یا تو کسی کو قتل کر دے یا خود شہید ہو جائے اور جو اس کے بغیر میدان جنگ سے واپس آتا ہے تو کیا اس کیلئے باعث ننگ و رسوائی نہیں ہے۔<sup>(۷)</sup>

## دو حجر کی جنگ

صفر کی ۷ تاریخ کو جب کہ فریقین کے لشکر ایک دوسرے کے مقابل آگئے تو پہلا شخص جو معاویہ کے لشکر سے نکل کر میدان کارزار میں آیا اور حریف کو نبرد آزمائی کیلئے للکارا وہ "حجر شمر" ہے۔

کے نام سے مشہور اور امیر المؤمنین حضرت علی ؑ کے یار با وفا حضرت حجر بن عدی کا چچا زاد بھائی تھا حجر شر کا مقابلہ کرنے کے لئے حجر بن عدی میدان جنگ میں پہنچے اور دو حجر کے درمیان سخت نبرد آزمائی ہوئی اسی اثنا میں "خنزیمہ بن ثابت" حجر شر کی مدد کے لئے میدان جنگ میں آگیا اور حجر بن عدی کو اس نے زخمی کر دیا، سپاہ اسلام نے جب یہ منظر دیکھا تو وہ بھی میدان کارزار کی جانب بڑھے اور خنزیمہ بن ثابت کو قتل کر ڈالا حجر شر بھی مجاہدان اسلام میں سے ایک شخص کو قتل کرنے کے بعد اپنے چچا زاد بھائی (حجر بن عدی) کے ہاتھوں ہلاک ہوا اس کی ہلاکت حضرت علی ؑ کے لئے باعث مسرت ہوئی اور آپ ؑ باری تعالیٰ کا شکر بجالائے۔<sup>(۸)</sup>

### حریث کا قتل

حریث معاویہ کا غلام تھا تو مند ہونے کی وجہ سے اپنے آقا کا بہت محبوب و پسندیدہ تھا اسے میدان جنگ میں اسی وقت بھیجا جاتا تھا جب کہ میدان کارزار سخت گرم ہوا اور جنگ دشوار و حساس لمحات گزر رہی ہو اس میں اور معاویہ میں شبابہت بھی بہت زیادہ تھی چنانچہ کبھی کبھی وہ اپنا مخصوص لباس بھی اس غلام کو پہنا دیتا جس کے باعث لوگ یہ سمجھنے لگتے کہ معاویہ بذات خود میدان جنگ میں آگیا ہے۔

معاویہ نے اس سے یہ فرمائش کی کہ امیر المؤمنین حضرت علی ؑ کے علاوہ وہ جس سے بھی چاہے نبرد آزما ہو جائے لیکن عمرو عاص نے اسے اپنی باتوں سے یہ ترغیب دلائی کہ موقع ملے تو حضرت علی ؑ سے بھی مقابلہ آرا ہو جائے چنانچہ وہ حضرت علی ؑ کا مقابلہ کرنے کے لئے گیا اور کہنے لگا کہ اگر مجھ سے زور آزمائی کرنا چاہتے ہو تو آجاؤ۔ حضرت علی ؑ نے ایک ہی وار میں اس کے دو ٹکڑے کر دیئے اس کے قتل سے معاویہ کو سخت صدمہ ہوا اور اس نے عمرو عاص کی سخت ملامت کی۔<sup>(۹)</sup>

## آخری تجویز

سرزمین صفین پر دونوں لشکروں کا قیام کافی طویل ہو گیا اس عرصے میں فریقین کا جانی و مالی نقصان بھی بہت زیادہ ہوا ایک روز اس وقت جب کہ میدان کارزار گرم تھا اور حضرت علی ؑ کے ہاتھوں دشمن کے بہت سے جانباز دلاور مارے جا چکے تھے آپ ؑ نے لشکر حریف کو للکارا اور کہا کہ ہے کوئی جو مجھ سے نبرد آزما ہو مگر دشمن کی صفوں میں سے کوئی بھی میدان جنگ میں نہ آیا اس وقت حضرت علی ؑ گھوڑے پر سوار تھے چنانچہ آپ ؑ لشکر شام کے سامنے آئے اور معاویہ کو طلب کیا معاویہ نے کہا کہ ان سے پوچھو کہ کیا کام ہے؟ آپ نے فرمایا کیا اچھا ہوتا کہ معاویہ میرے سامنے ہوتا اور میں ان سے بات کرتا یہ سن کر معاویہ عمرو عاص کی موافقت کے بعد اپنی صف سے نکل کر سامنے آیا۔

امیر المومنین حضرت علی ؑ نے فرمایا کہ: افسوس تیرے حال پر آخر تو نے کیوں لوگوں کو قتل کرنے پر کمر باندھ رکھی ہے؟ کب تک دونوں لشکر اپنی تلواریں کھینچے رہیں گے کیوں نہ ہم باہم نبرد آزما ہو جائیں تاکہ جو بھی غالب آجائے حکومت اسی کو مل جائے اس پر معاویہ نے عمرو عاص سے پوچھا کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ کیا میں علی ؑ سے نبرد آزمائی کروں عمرو عاص نے کہا کہ تجویز تو معقول و منصفانہ ہے اگر اس وقت اس تجویز سے روگردانی کی تو تیرا خاندان ابد تک ذلت و خواری میں گرفتار رہے گا۔

معاویہ نے کہا کہ: بھلا میں اور تمہاری باتوں میں آجاؤں میں علی بن ابی طالب ؑ کو خوب جانتا ہوں خدا کی قسم اس نے جس سے بھی دست و پنجہ نرم کیا اسی کے خون سے زمین کو سیراب کر دیا <sup>(۱۰)</sup> یہ کہہ کر وہ واپس اپنے لشکر کی جانب چلا گیا اور آخری صف میں پہنچ کر پناہ لی یہ منظر دیکھ کر حضرت علی ؑ کو ہنسی آگئی چنانچہ آپ بھی اپنی جگہ واپس آگئے۔ <sup>(۱۱)</sup>

## بدترین طریقے کا سہارا

حارث بن نصر کا شمار امیر المومنین حضرت علی ؓ کے اصحاب میں ہوتا تھا عمرو عاص کو ان سے خاص دشمنی تھی اور شاید ہی کوئی ایسی مجلس ہو جس میں حارث کی برائی نہ کرتا ہو حارث نے بھی عمرو عاص کے متعلق کچھ شعر کہے اور اس کے پاس بھیج دیئے ان اشعار میں اسے یہ اشتعال دلایا گیا تھا کہ اگر نیک نام اور کار خیر کی تمنا ہے تو علی بن ابی طالب کے مد مقابل آجاؤ۔ ان اشعار کو پڑھ کر عمرو عاص نے قسم کھائی کہ علی ؓ سے ضرور زور آزمائی کروں گا چاہے ہزار مرتبہ موت کا سامنا کرنا پڑے یہ کہہ کر وہ میدان کارزار میں آیا حضرت علی ؓ بھی اس کی جانب بڑھے حضرت علی ؓ کو دیکھ کر عمرو عاص پر ایسا خوف طاری ہوا کہ اس نے خود کو گھوڑے سے زمین پر گرا دیا اور شرمگاہ کھول دی حضرت علی ؓ نے منہ پھیر لیا تو عمرو عاص نے راہ فرار اختیار کی۔ (۱۲)

## دشمن کے سرداروں کا اعتراف

عمرو عاص، عتبہ، ولید، عبداللہ ابن عامر اور طلحہ کے بیٹے جیسے لشکر شام کے نامور سردار ایک رات معاویہ کے گرد جمع تھے اور گفتگو حضرت علی ؓ کے بارے میں ہو رہی تھی عتبہ نے کہا کہ: علی ؓ کا ہمارے ساتھ رویہ بڑا ہی عجیب و حیرتناک ہے کیونکہ ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں بچا جو ان کے ستم کا نشانہ نہ بن چکا ہو میرے دادا عتبہ اور بھائی حنظلہ کو تو انہوں نے قتل ہی کیا تھا میرے چچا شیبہ کے قتل میں بھی وہ شریک تھے ولید تیرے باپ کو بھی علی ؓ نے ہی قتل کیا ہے اور اے مروان تجھے علی ؓ سے دو لحاظ سے صدمہ پہنچا ہے۔

اس پر معاویہ نے کہا کہ: یہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو تو وہ علی ؓ کی شجاعت کا اعتراف ہے تم نے ان کا کیا بگاڑ لیا؟ مروان نے کہا کہ: آپ کیا چاہتے ہیں میں ان کا کیا کروں؟ اس نے کہا کہ اپنے نیزے سے ان کی تکیہ بوٹی کر دو مروان نے کہا کہ: لگتا ہے کہ آپ کو مذاق سوچھا ہے اور ہمارے ذریعہ

آسودہ خاطر ہونا چاہتے ہیں۔

اس موقع پر ولید نے بھی چند اشعار کہے جن کا مفہوم و مضمون یہ تھا کہ: معاویہ کہتا ہے کہ ہے کوئی جو ابوالحسن پر حملہ آور ہو اور اپنے مقتول بزرگوں کا ان ؓ سے انتقام لے گویا فرزند ہند کو دل لگی سو جھی ہے یا وہ کوئی اجنبی ہے جو علی (ع) کو نہ پہچانتا ہو کیا تم ہمیں اس سانپ سے ڈسوانا چاہتے ہیں جو صحرا کے بیچ رہتا ہے اگر کاٹ لے تو اس کے زہر کا منتر نہ ملے ہم تو علی ؓ کے مقابل اس بچو کی طرح ہیں جو کسی وسیع دشت میں بہت ناک شیر غراں کے سامنے آگیا ہو۔ عمرو عاص نے حیلے سے تو اپنی جان تو بچالی مگر ڈر کے مارے اس کا دل سینے میں دھڑک رہا تھا۔

ولید کے اشعار سن کر عمرو عاص کو غصہ آگیا اس نے جواب دیا کہ: ولید نے تو علی ؓ کے رعب دار و وحشت ناک نعروں کی یاد تازہ کر دی۔ میدان جنگ میں شجاعت و دلاوری کے جوہر ان کی ذات سے نمایاں ہوتے ہیں جب قریش ان کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے دلوں کے پرندے سینوں کے قفس سے پرواز کرنے لگتے ہیں تم مجھے تو تنبیہ و توبیخ کر رہے در حالیکہ معاویہ اور ولید تک علی ؓ سے دہشت کھاتے ہیں۔ اور ولید اگر تو سچ کہہ رہا ہے اور کوئی سو رما سوار ہے تو علی ؓ کا سامنا کر خدا کی قسم اگر علی ؓ کی آواز بھی سن لی تو دل ہوا ہو جائے گا اور رگیں پھول کر کپہ ہو جائیں گی اور عورتیں تیرا سوگ مناتی رہیں گی۔<sup>(۱۳)</sup>

### بھر دھوکا

دلیری و جانبازی، راہ خدا میں جہاد مقدس اور شرک کے گدی داروں کی بیخ کنی حضرت علی ؓ کے ایسے نمایاں کارنامے ہیں جن کا شمار آپ کے اہم ترین امتیازات و افتخارات میں ہوتا ہے لیکن معاویہ رائے عامہ کو بدلنے کی خاطر انہی فضائل کو ایسے نقص سے تعبیر کرتا تھا جو اس کے خیال کی رو سے امور زامداری اور امت کی قیادت میں مانع ثابت ہوتے ہیں۔

ایک روز معاویہ نے عبید اللہ بن عمر کو اس کام پر مقرر کیا کہ وہ حضرت امام حسن ؓ کے پاس

جائے اور ان سے ملاقات کرے اور ان تک معاویہ کا پیغام پہنچائے جب وہ حضرت امام حسن ؓ کے پاس پہنچا تو اس نے کہا کہ: آپ کے والد نے اول سے آخر تک قریش کا خون بہایا ہے اور اپنے عمل سے ان کے دلوں میں جذبہ کینہ و دشمنی کو برافروختہ کیا ہے کیا آپ ان کا ساتھ ترک نہیں کر سکتے تاکہ زمام خلافت آپ کے اختیار میں دے دی جائے اس پر حضرت امام حسن ؓ نے فرمایا کہ: یہ ہرگز ممکن نہیں خدا کی قسم یہ کام کسی بھی صورت میں عمل پذیر نہیں ہو سکتا لگتا ہے کہ تیرا وقت پورا ہو چکا ہے اور تو آج یا کل میں قتل ہونے والا ہے شیطان نے تجھے فریفتہ کر لیا ہے اسی لئے اس نے تیرے کاروبار کو رونق بخشی ہے خداوند تعالیٰ تجھے نیست و نابود کرے۔

عبید اللہ، معاویہ کے پاس واپس آگیا اور تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ چار ہزار سپاہیوں کا لشکر میدان میں حملہ آور ہوا اور طائفہ ہمدان کے ایک شخص کے ہاتھوں قتل ہوا امام مجتبیٰ ؓ نے جو پیشین گوئی فرمائی تھی وہ صحیح ثابت ہوئی۔

حضرت امام حسن ؓ نے اس کا خون آلود لاشہ جب زمین پر گرنا دیکھا تو آپ کو مسرت ہوئی اور خداوند تعالیٰ کا شکر ادا

کیا۔ (۱۴)

نویں روز جب کہ پرچم، ہاشم مرقال کے ہاتھ میں تھا سپاہ اسلام میں خاندان منجج اور سپاہ شام سے، عک، لخم اور اشعریوں کے درمیان شدید جنگ جاری تھی، حضرت علی ؓ کی تلوار سے پانچ سو سے زیادہ عرب کے سر بر آورہ اور دلاور قتل ہوئے یہاں تک کہ آپ کی تلوار خمیدہ ہو گئی۔

راوی کا بیان ہے کہ ہم حضرت علی ؓ کی خمیدہ تلوار لیتے اور اسے سیدھا کر دیتے اور واپس دے دیتے جسے لے کر آپ دشمن کی صفوں میں اتر جاتے خدا کی قسم ہم نے کوئی ایسا شجاع نہیں دیکھا جو دشمن کے لئے علی ؓ سے زیادہ سخت ہو۔ (۱۵)

اس روز فریقین کے لشکر ایک دوسرے کی جان لینے پر تلے ہوئے تھے پہلے تو تیروں اور پتھروں سے مقابلہ ہوتا رہا اس کے بعد نیزوں سے جنگ ہوئی جب نیزے بھی ٹوٹ گئے تو تلواروں اور لوہے کے گرزوں سے ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے اس دن میدان کارزار ایسا

گرم تھا کہ اسلحہ کی چکاچک کے علاوہ کوئی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ نعروں کی گونج، بجلی کی گرج، پہاڑوں کی چٹانیں ٹکرانے سے کہیں زیادہ ہولناک تھی فضا اس وقت ایسی گرد آلود تھی کہ لگتا تھا کہ سورج غروب ہو رہا ہے اس گرد و خاک اور تاریکی کے درمیان پرچم و بیرق کہیں نظر نہ آتے تھے مالک اشتر کبھی سپاہ میمنہ کی طرف جاتے اور کبھی لشکر میسرہ کی جانب لپکتے چنانچہ وہ جس لشکر یا قبیلے کے پاس پہنچتے جنگ جاری رکھنے کے سلسلے میں اس کی حوصلہ افزائی کرتے۔

جنگ نصف شب تک جاری رہی اس وقت نماز پڑھنے کا بھی موقع نہ تھا (۱۵) مالک اشتر مسلسل میدان جنگ کی جانب بڑھے چلے جا رہے تھے یہاں تک کہ کارزار، ان کے پیچھے رہ گیا اور وہ آگے نکل گئے۔

اس اثنا میں حضرت امام مجتبیٰ علیہ السلام دشمن پر حملہ آور ہونے کے ارادے سے آگے بڑھے لیکن انھیں علیہ السلام دیکھ کر حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ: ان کو میدان جنگ میں جانے سے روکا جائے کیونکہ ان دو فرزندوں (حضرت امام حسن علیہ السلام و حضرت امام حسین علیہ السلام) کی جانب میری خاص توجہ ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ نسل پیغمبر روئے زمین سے مفقود و ناپدید ہو جائے۔ (۱۶)

امیر المومنین علیہ السلام قلب لشکر میں پیش پیش تھے مالک دائیں چرے میں اور ابن عباس سپاہ کے بائیں چرے میں موجود تھے انجام کار یہ جنگ نویں روز اس دسویں شب جو لیلۃ الہریر (۱۷) کے نام مشہور ہے اختتام پذیر ہوئی جس میں فریقین کا بہت زیادہ جانی و مالی نقصان ہوا اور دونوں لشکروں (۱۸) کے سپاہی بھی تھک چکے تھے مگر تھکن کے آثار سپاہ شام میں نظر آتے تھے اور فتح و ظفر کی علامات سپاہ عراق سے ہویدا تھیں۔

### دو لائق سپہ سالاروں کی شہادت

نویں روز جو دردناک حادثات رونما ہوئے ان میں حضرت علی علیہ السلام کے دو فرمانداروں یعنی عمار یاسر اور ہاشم مرقال کی شہادت تھی اگرچہ عمار کی عمر نوے سال سے تجاوز کر گئی تھی مگر ان میں اس

قدر چستی و دلیری تھی اور ایسا جوش و خروش پایا جاتا تھا کہ اس سے جوانوں کو تقویت ہوتی تھی۔

عمار جس وقت میدان کارزار کی جانب روانہ ہوئے تھے اس وقت وہ دست بدعا تھے اور خداوند تعالیٰ سے فریاد کر رہے تھے اے پروردگار اے خدایا تو ناظر و شاہد ہے اگر میں یہ جان لوں کہ تیری رضا اسی میں تھے کہ میں خود کو سمندر میں گمراہوں تو میں ایسا ہی کرونگا اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ تیری خوشنودی اس میں ہے کہ میں اپنے سینہ و دل کو نوک شمشیر پر اس طرح رکھ دوں کہ وہ میری کمر سے نکل آئے تو یقیناً میں ایسا ہی کروں گا لیکن اس علم کے مطابق جو تو نے مجھے دیا ہے کہ میں یہ جانتا ہوں کہ تجھے آج کوئی عمل اس سے زیادہ راضی و خوشنود نہیں کر سکتا کہ تباہ کاروں کے خلاف جہاد کروں۔<sup>(۱۹)</sup>

عمار وہ مخلص دلاور اور ایسے جنگجو سپاہی تھے جو میدان کارزار میں تھکنا نہیں جانتے وہ عاشق جانبازی کی مانند جنگ کرتے حق کے دشمنوں کے لئے انکی تلوار موت کا پیغام تھی اور جس کے سر پر پڑ جاتی اسے واصل جہنم کرتی مگر حامیان حق کے دلوں کو اس سے تقویت ملتی در حقیقت وہ میزان حق تھے چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے انہی کی شان میں تو فرمایا تھا کہ: عمار حق کے ساتھ زندہ ہے اور حق عمار کے ساتھ ہے<sup>(۲۰)</sup> جو شخص بھی ان کے محاذ پر جنگ کرتا اسے یہ یقین ہوتا کہ وہ حق کی مدافعت کریں گے اور اسی راہ میں اگر انھیں قتل بھی کر دیا گیا تو انھیں بہشت بریں میں جگہ ملے گی۔

مسلمانوں کے درمیان یہ بات مشہور تھی کہ عمار میزان حق ہیں چنانچہ جب کبھی حق و باطل کے درمیان تشخیص کرنا مقصود ہوتا تو عمار کے عمل اور موجودگی کو بطور سند پیش کیا جاتا اس کی ایک مثال یہ ہے کہ: ان کے چچا زاد بھائی "ذی الکلاع حمیری" شامی سپاہ عراق میں شامل تھا عمار نے اسے بلایا اور کہا میں نے اس لئے بلایا ہے کہ تمہیں وہ حدیث سناؤں جو عمرو عاص نے رسول خدا ﷺ سے نقل کی ہے اس کی بعد انہوں نے وہ حدیث بیان کی جس میں رسول خدا ﷺ نے فرمایا تھا کہ: شام اور عراق کے لشکر ایک دوسرے کے مقابل ہوں گے ان میں سے ایک حق و ہدایت کا پیشوا ہوگا اور عمار اسی کے ساتھ ہوں گے<sup>(۲۱)</sup> اس پر ابونوح نے کہا تھا کہ: خدا کی قسم عمار ہمارے ساتھ ہیں

اور ہم سب سے زیادہ انھیں تم سے جنگ کرنے پر اصرار ہے کتنا اچھا ہوتا کہ تم سب ایک تن ہوتے اور میں اسے ذبح کرتا اور سب سے پہلے تجھ چچا زاد بھائی کو ہی قتل کرتا... کیونکہ ہم حق پر ہیں اور تم باطل پر ہو۔

اس کے بعد ذوالکلاع کی درخواست پر وہ عمرو عاص کے پاس گئے تاکہ اس تک بھی یہ اطلاع پہنچائی جاسکے کہ امیر المؤمنین حضرت علی ؓ کے لشکر میں عمار بھی موجود ہیں اور شامیوں سے جہاد کرنے کیلئے واقعی وہ سنجیدہ ہیں تاکہ ان کے ضمیر کو بیدار کیا جاسکے۔

عمرو عاص نے بھی گفتگو کے درمیان اس حقیقت کا اعتراف کیا کہ: اس نے رسول خدا ﷺ سے سن رکھا ہے کہ عمار کو جفاکار اور باغی قتل کریں گے اس کے بعد عمرو عاص کی تجویز پر اس کے اور عمار کے درمیان ملاقات کا پروگرام مرتب کیا گیا گفتگو عمرو عاص کی جانب سے شروع ہوئی اس نے عمار کو پسند و نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ: وہ جنگ و خونریزی سے باز رہیں اس ضمن میں یہ بھی کہا کہ: ہمارے اور تمہارے درمیان خدا کا فیصلہ قرآن اور رسول مشترک ہیں عمار نے کہا کہ: خدا کا شکر جس نے یہ توفیق دی کہ تم نے وہ سب باتیں اپنی زبان سے کہیں جو مجھے اور میرے دوستوں کو کہنی چاہیے تھیں نہ کہ تمہیں۔ اب میں تمہیں بتاتا ہوں کہ میں تم سے کیوں جنگ کر رہا ہوں رسول خدا ﷺ نے فرمایا تھا کہ: میں "تاکثین" سے جنگ کروں چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا رسول خدا ﷺ نے ہی یہ حکم دیا تھا کہ میں "قاسطین" سے جنگ کروں اور تم وہی ہو اسی لئے تم سے برسر پیکار ہوں <sup>(۲۲)</sup>

بالآخر گفتگو کسی فیصلہ کن نتیجے تک نہیں پہنچی اور اب عمار دشمن کی اس فوج کے مقابلے میں گئے جس کی فرمانداری عمرو عاص کے ہاتھ میں تھی جس وقت ان کی نگاہ عمرو عاص کے پرچم پر گئی تو انہوں نے کہا کہ: خدا کی قسم اس پرچم کے خلاف تو میں تین مرتبہ جنگ کر چکا ہوں اس راہ پر چل کر آدمی کہیں نہیں پہنچے گا اور دوسرے راستوں سے یہ کسی طرح بھی بہتر نہیں۔ <sup>(۲۳)</sup>

عمار نے اپنے ساتھیوں کے درمیان آواز بلند کہا کہ: کہاں ہیں وہ لوگ جو رضا خدا کے متمنی ہیں اور جنہیں مال و اولاد سے علاقہ نہیں <sup>(۲۴)</sup> اس کے بعد انہوں نے ان لوگوں سے خطاب

کرتے ہوئے جنہوں نے راہ خدا میں پیشقدمی کی تھی کہا کہ اے لوگو ہمارے ہمراہ ان لوگوں سے جنگ و جدل کیلئے جلد جلد آگئے  
آؤ جو اپنی دانست میں عثمان کے خون کا بدلہ لینا چاہتے ہیں۔ (۲۵)

عمار جس لشکر میں شامل تھے اس کے پرچمدار ہاشم مرقال تھے وہ اپنے پرچمدار کی حوصلہ افزائی کرتے رہتے کہ دشمن پر حملہ آور  
ہوں ہاشم مرقال بھی اپنی بے مثال دلاوری کے باعث جنگجو سپاہی کیلئے راستہ ہموار کرتے رہتے جب کبھی ان کا نیزہ ٹوٹ جاتا تو  
حضرت عمار انھیں دوسرا نیزہ دے دیتے ان دو جانبازوں کی بے پناہ ودلیرانہ نبرد آزمائی نے عمرو عاص کو ایسا مرعوب کیا اور اس  
کے دل پر ایسی وحشت طاری ہوئی کہ اس نے باواز بلند کہا کہ جس شخص نے یہ سیاہ پرچم اپنے ہاتھ میں سنبھال رکھا ہے اگر اسی  
طرح آگے بڑھتا رہا تو آج یہ تمام عربوں کو ہلاک کر ڈالے گا۔ (۲۶)

جب یہ پیشوائے حریت یعنی عمار بہت سے شامیوں کو ہلاک کر چکے تو ان پر معاویہ کی فوج کے دو دلاور حملہ آور ہوئے اور ان  
میں سے ایک نے اپنے نیزے سے ایسی کاری ضرب لگائی کہ وہ زمین پر آ رہے اور دوسرے نے ان کے سر مبارک کو تن سے جدا  
کر دیا (۲۷) اور اس طرح اس جبری ودلیر سپاہی نے اپنے اس سر کو جس سے وہ اپنے معبود حقیقی کے سامنے جبین سائی کیا کرتا تھا  
میدان جہاد میں اسی کی خاطر قربان کر دیا۔

اس جنگ کے دوسرے دلیر و جانباز ہاشم بن عقبہ تھے جو دوزرہ پہنے ہوئے تھے امیر المؤمنین حضرت علی ؑ نے جس وقت  
پرچم ان کے سپرد کیا تو بطور مزاح ان سے کہا کہ: اس کا لے بزدل کا تو ڈر کہیں تمہارے دل میں نہیں؟ (۲۸) اس پر انہوں نے عرض  
کیا کہ: یہ تو امیر المؤمنین ؑ کو جلد ہی معلوم ہو جائے گا قسم خدا کی میں ان کے سروں کو اس طرح اڑاؤں گا کہ جس طرح کوئی  
اس دنیا سے دوسری دنیا میں جانے کا قصد رکھتا ہو۔ اس کے بعد انہوں نے نیزہ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اس زور سے اسے جھٹکا دیا  
کہ وہ ٹوٹ گیا دوسرا نیزہ لایا گیا وہ چونکہ سوکھ چکا تھا اسی لئے انہوں

نے اسے دور پھینک دیا بالآخر انھیں ایک نرم نیزہ دیا گیا جس پر انہوں نے پرچم کا پھریرا باندھا اور اپنے حملے کو اس خیمے پر مرکوز کر دیا جس میں عمرو عاص، معاویہ اور ان کے دوست و احباب جمع تھے اس روز کشت کشتار کا ایسا بازار گرم ہوا کہ کسی نے اس سے پہلے ایسی قتل و غارتگری نہ دیکھی تھی اور نہ ہی کسی کو موت کی ایسی گرم بازاری یاد تھی۔<sup>(۲۹)</sup>

آخری مرتبہ جب سیاہ پرچم امیر المؤمنین حضرت علیؑ نے ہاشم کو دیا تو چاہا کہ اب یہ جنگ ایک طرف ہو چنانچہ آپ نے فرمایا کہ: ہاشم معلوم نہیں اب تمہارا آب و دانہ کب تک کا باقی ہے؟ اس پر انہوں نے عرض کیا کہ اس مرتبہ راہ جہاد میں ایسا نکلوں گا کہ پھر کبھی واپس نہ آؤں گا آپ نے فرمایا کہ "تمہارے مقابل ذی الکلاع ہے اور اس کے گرد موت منڈھلا رہی، سرخ موت" ہاشم میدان کارزار کی طرف روانہ ہوئے جب وہ معاویہ کے نزدیک پہنچے تو اس نے پوچھا کہ کون شخص ہے جو آگے بڑھا چلا آ رہا ہے اسے بتایا گیا کہ ہاشم مرقال ہیں<sup>(۳۰)</sup> یہ سن کر اس نے کہا کہ وہی بنی زہرہ کا کانا، خدا سے غارت کرے<sup>(۳۱)</sup> ہاشم نے اپنے ان ساتھیوں کے ہمراہ جو قاری قرآن اور خدا کے عاشق تھا کتنی مرتبہ دشمن کی صف کو درہم برہم کیا چنانچہ جس وقت وہ طائفہ "تنوح" کے پرچم تک پہنچے تقریباً دشمن کے دس دلاوروں<sup>(۳۲)</sup> کو ہلاک کر چکے تھے انہوں نے معاویہ کے پرچمدار کو جو طائفہ "عذرہ" کا فرد تھا قتل کر دیا اس کے بعد ذوالکلاع ان سے جنگ کرنے کیلئے میدان میں آیا ان کے درمیان ایسی زبردست جنگ ہوئی اور ایسی کاری ضربیں ایک دوسرے کو لگائی کہ دونوں ہی قتل ہو گئے<sup>(۳۳)</sup> اس کے بعد ان کے فرزند عبداللہ نے فوراً ہی اپنے والد کا پرچم اٹھالیا اور جہاد کیلئے آمادہ ہو گئے۔<sup>(۳۴)</sup>

### حضرت عمار کی شہادت کا رد عمل

عمار یاسر اور ہاشم مرقال کی شہادت نے امیر المؤمنین حضرت علیؑ اور آپؑ کے اصحاب کو بہت زیادہ غمگین ورنجیدہ خاطر کیا چنانچہ ان کی جدائی کا ایسا قلق و صدمہ ہوا کہ آپ نے ان کے سوگ

میں گریہ وزاری کرتے ہوئے چند اشعار بھی کہے جن کا مفہوم یہ ہے کہ: اے موت مجھے تجھ سے رہائی تو نصیب نہ ہوگی اور مجھے بھی اس زندگی سے نجات دے کیونکہ تو نے تمام دوستوں کو مجھ سے چھین لیا ہے مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ تو میرے دوستوں کو خوب پہچانتی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تو کسی راہنما کی مدد سے ان کی تلاش میں نکلتی ہے۔<sup>(۳۵)</sup> لیکن اس کے ساتھ ہی اس شہادت نے باطل کے چہرے کو بے نقاب کر دیا اور لشکرِ شام کے بہت سے سپاہیوں کا راہِ متزلزل ہو گیا چنانچہ ان میں سے بعض افراد کو جن میں عبداللہ بن سوید بھی شامل تھے رسول خدا ﷺ کی وہ حدیث یاد آگئی جو آپ ﷺ نے عمار کی شان میں فرمائی تھی اور ان پر یہ ظاہر ہو گیا کہ معاویہ ناحق اور باطل پر ہے اور اس کی یہ جنگ دراصل بغاوت تھی چنانچہ انہوں نے معاویہ کا ساتھ چھوڑ کر امیر المومنین حضرت علیؑ کی ہمراہی اختیار کر لی۔

عمار کی شہادت نے سپاہِ دشمن کو بھی اتنا متاثر کیا کہ اس کا حوصلہ بھی متزلزل ہو گیا چنانچہ عمرو عاص نے اس کے اثر کو زائل کرنے کے خیال سے ایک بہانہ نکل ہی لیا اور یہ اعلان کر دیا کہ "عمار کے قاتل ہم نہیں بلکہ علیؑ ہیں کیونکہ انہوں نے انہیں محاذِ جنگ پر بھیجا تھا۔"<sup>(۳۶)</sup>

معاویہ نے بھی اس جرم کی پاداش میں کہ عمرو عاص نے وہ حدیث نقل کی تھی جو رسول خدا ﷺ نے عمار کی شان میں بیان کی تھی اس کی بہت زیادہ سرزنش کی اور کہا کہ تم نے شام کے لوگوں کو میرے خلاف شورش پر آمادہ کیا ہے کیا ضروری تھا کہ تم نے جو رسول خدا ﷺ سے سنا تھا اسے یہاں بیان کرتے انہوں نے جواب دیا کہ مجھے کیا معلوم تھا کہ وہ وقت بھی آئے گا جب جنگ صفین پنا ہوگی جس روز میں نے یہ حدیث بیان کی تھی اس وقت عمار ہمارے اور تمہارے ہم خیال تھے اس کے علاوہ جو کچھ میں نے رسول خدا ﷺ سے سن کر بیان کیا تھا تم نے بھی اسے نقل کیا ہے اور اگر اس بات سے تمہیں انکار ہے تو خود ہی شام کے لوگوں سے دریافت کر لو معاویہ کو پہلے سے بھی زیادہ طیش آیا اور اس نے عمرو عاص کو بہت زیادہ سخت و سست کہا۔<sup>(۳۷)</sup>

## سوالات

- ۱۔ جب بعض سپاہی محاذ جنگ سے فرار کر گئے تو حضرت علی ؓ نے کیا اقدام کیا اور انہیں ؓ کس حد تک اپنے مقصد میں کامیابی ہوئی؟
- ۲۔ مالک اشتر کا جنگ صفین میں کیا کردار رہا مختصر طور پر بیان کیجئے؟
- ۳۔ معاویہ کا غلام حریث کس طرح فریفتہ ہوا اور وہ کس کے ہاتھوں مارا گیا؟
- ۴۔ جنگ ختم کرنے کے لئے حضرت علی ؓ نے معاویہ کے سامنے کونسی تجویز رکھی؟
- ۵۔ معاویہ نے حضرت علی ؓ کے لشکر میں تزلزل پیدا کرنے کیلئے محاذ جنگ پر حضرت امام حسن ؓ کے سامنے کیا تجویز پیش کی اس پر حضرت حسن ؓ کا کیا رد عمل ظاہر ہوا؟
- ۶۔ سپاہ اسلام کے فرمانداروں پر عمار کو کیا خصوصیت و برتری حاصل تھی؟
- ۷۔ شام کی سپاہ پر عمار کی شہادت کا کیا اثر ہوا اس کے بارے میں ایک تاریخی مثال پیش کیجئے؟
- ۸۔ عمار کی شہادت کا اثر زائل کرنے کے لئے عمرو عاص نے کیا ترکیب نکالی؟

## حوالہ جات

۱\_ وقعہ صفین ص ۲۵۳ و ۲۵۰

۲\_ شاید اس آیت کی جانب اشارہ ہے ﴿یا ایہا الذی آمنوا اذا لقیتم الذین کفرو ازحفا فلا تولوا ہم الادبار و من یولہم یومئذ دبرہ الا متحرفا لقتال او منحیزا الی فئۃ ففقد باء بغضب من اللہ و ماواہ جہنم و بئس المصیر﴾ (المے لوگو جو ایمان لائے ہو، جب تم ایک لشکر کی صورت میں کفار سے دوچار ہو تو ان کے مقابلے میں پیٹھ نہ پھیرو جس نے ایسے موقع پر پیٹھ پھیری مگر یہ کہ جنگی چال کے طور پر ایسا کرے یا کسی دوسرے فوجی دستے سے جا ملنے کے لئے تو وہ اللہ کے غضب میں گھر جائے گا اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے سورہ انفال آیہ ۱۳-۱۵

۳\_ وقعہ صفین ص ۲۵۶، کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۳۰۲، تاریخ طبری ج ۵ ص ۲۵، شرح ابن ابی الحدید ج ۵ ص ۲۰۳

۴ و ۵\_ وقعہ صفین ۲۵۵-۲۵۳

۶\_ وقعہ صفین ۲۵۵-۲۵۳

۷\_ کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۳۰۲، تاریخ طبری ج ۵ ص ۲۳

۸\_ وقعہ صفین ص ۲۵۳-۲۵۳" الا لیستحیی الرجل ان ینصرف لم یقتل ولم یقتل؟

۹\_ وقعہ صفین ۲۳۳، شرح ابن ابی الحدید ج ۵ ص ۱۹۵ (۱۰) وقعہ صفین ص ۲۷۲، شرح ابن ابی الحدید ج ۵ ص ۲۱۵

۱۱\_ و اللہ ما بارز ابن ابی طالب رجلا قط الا سقی الارض من دمہ

۱۲\_ وقعہ صفین ص ۲۷۳-۲۷۵-۳۱۶، شرح ابن ابی الحدید ج ۵ ص ۲۱۸-۲۱۷، یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ تاریخ کے

اس حصے میں حضرت علیؑ اور معاویہ کا اپنی سپاہ کے ساتھ جو رویہ رہا اسے مورخین نے مختلف طور سے بیان کیا ہے انہوں نے لکھا ہے حضرت علیؑ کتنی ہی مرتبہ محاذ جنگ پر تشریف لے گئے اور آپؑ نے اپنے ساتھیوں کی مدد بھی کی مگر اس کے برعکس معاویہ کی یہ پوری توجہ اپنی جان کی حفاظت کی جانب رہی اس واقعے کے ضمن میں جو اوپر گزرا ہے معاویہ نے عمرو عاص سے کہا تھا کہ: کیسی نادانی کی باتیں کرتے ہو قبائل عک اشعریان اور جذام کے ہوتے ہوئے میں علیؑ سے نبرد آزمائی کروں،

وقعہ صفین ۲۷۵

۱۳\_ شرح ابن ابی الحدید ج ۶ ص ۳۱۳-۳۱۳، وقعہ صفین ۳۲۳-۳۲۳، وقعہ صفین میں نقل ہے کہ حضرت علیؑ نے

جب عمر وعاص پر ضرب کاری لگائی اور وہ اس کی تاب نہ لاسکا تو اس نے یہ بدترین راہ اختیار کی۔

۱۳\_ وقعہ صفین ۳۱۸\_۳۱۷

۱۵\_ وقعہ صفین ص ۲۹۷

۱۶\_ وقعہ صفین ۳۴۸\_۳۴۷

۱۷\_ وقعہ صفین ص ۳۷۵، لیکن اسی کتاب کے صفحہ ۳۹۲ پر اور شرح ابن ابی الحدید ج ۵ ص ۲۳۹ میں درج ہے کہ اس وقت

اکثر سپاہ نے نماز اشاروں سے پڑھی۔

۱۸\_ نہج البلاغہ خ ۱۹۸، (فیض)

۱۹\_ لغت میں ہریر کے معنی اس آواز کے ہیں جو سردی پڑنے کی وجہ سے کتے سے نکلتی ہے چونکہ اس شب شدید جنگ جاری

تھی اور فریقین کے گھڑسوار ایک دوسرے کے سر پر چبختے تھے اس لئے اس رات کو لیلۃ الہریر کہتے ہیں (معجم البلدان ج ۵ ص ۳۰۳

، مجمع البحرین ج ۳ ص ۵۱۸ مادہ ہر

۲۰\_ نصر بن مزاحم نے وقعہ صفین ص ۳۷۵ میں اس دن اور رات کے دوران قتل ہونے والوں کی تعداد ستر ہزار افراد بیان کی

ہے۔

۲۱\_ وقعہ صفین ص ۳۲۰، شرح ابن ابی الحدید ج ۵ ص ۲۵۳

۲۲\_ حضرت عمار سے متعلق احادیث نبوی کے بارے میں مزید معلومات کے لئے ملاحظہ ہوں معجم رجال الحدیث ج ۱۲ ص

۲۶۷، طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۱۸۷، استیعاب ج ۲ ص ۳۳۶، اور وقعہ صفین ص ۳۳۳\_۳۳۲

۲۳\_ "یلتقی اهل الشام و اهل العراق و فی احد الکتیبیتین الحق و امام لہدی و معہ عمار بن یاسر

۲۳\_ وقعہ صفین ص ۳۳۰\_۳۳۳

۲۵\_ و اللہ ان هذه الراية قاتلها ثلاث عرکات و ما هذه بار شدھن (وقعہ صفین ص ۳۳۰)

۲۶\_ این من بیعتی رضوان ربہ ولایؤب الی مال ولا ولد

۲۷\_ وقعہ صفین ص ۳۲۶

۲۸\_ وقعہ صفین ص ۳۲۸

۲۹\_ وقعہ صفین ص ۳۳۱\_ ۳۳۰

۳۰\_ یہاں حضرت امیر المومنین ؑ کا اشارہ حضرت مرقال کی جانب تھا کیونکہ وہ ایک آنکھ سے محروم تھے۔

۳۱\_ وقعہ صفین ص ۳۲۸

۳۲\_ انھیں مرقال اس بنا پر کہا جاتا تھا کہ وہ بہت چست و چالاک اور تیز رفتار تھے چونکہ ان کی آنکھ جاتی رہی تھی اسے لئے

انھیں اعور بھی کہا جاتا تھا۔

۳۳\_ وقعہ صفین ۳۳۴\_ ۳۳۶

۳۳\_ وقعہ صفین ۳۵۵

۳۵\_ الا ايها الموت الذی لست تارکی ارحنی فقد افنیت کل خلیل

اراک بصیرا بالذین احبهمکانک تنحو محوہ بدلیل

۳۶\_ تاریخ طبری ج ۵ ص ۳۱

۳۷\_ وقعہ صفین ۳۳۵

بارھواں سبق

فاسطین (جنگ صفین) ۳

نجات کیلئے کوشش

آخری فریب

سپاہ عراق کا رد عمل

سپاہ عراق میں نظریاتی اختلاف

مالک کا واپس آنا

سرکشوں کی سرزنش

نفاق و حماقت کے خلاف جدوجہد

حکیمیت و ثالثی کی دعوت

معاویہ کی جانب

حکیمین کا انتخاب

سوالات

حوالہ جات

## نجات کے لئے کوشش

سپاہ اسلام کی جانب سے معاویہ اور عمرو عاص کو جب پے در پے شکستیں ہوئیں تو وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ امیر المومنین حضرت علیؑ کے لشکر کی تاب نہیں لاسکتے اور ان کی شکست فاش ہونے میں زیادہ دیر نہیں۔ اسی لئے انہوں نے جنگ سے نجات پانے اور اپنے مقام و حیثیت کے تحفظ کی خاطر کوشش شروع کر دی۔ سب سے پہلے انہوں نے عراق کے لشکر کے بعض سرداروں کو پیغامات بھیجے اور ان سے جنگ ترک کرنے کی درخواست کی معاویہ نے اپنے بھائی عتبہ کو جو نہایت ہی فصیح بیان اور چرب زبان آدمی تھا حکم دیا کہ وہ علیؑ کے سردار لشکر اشعث بن قیس سے ملاقات کرے اور جنگ و جدل ختم کرنے کیلئے اسے آمادہ کرے۔ عتبہ نے اشعث سے ملاقات کی اور خوب مدح سرائی کرنے کے بعد کہا کہ: آپ عراق اور یمن کے لوگوں کے سردار ہیں۔ آپ کی عثمان سے نہ صرف قرابت داری تھی بلکہ آپ ان کی فوج کے فرماندار بھی تھے حضرت علیؑ کے دیگر اصحاب کے برخلاف آپ طائفہ شام کے لوگوں کی حمیت و غیرت اور ان کے جذبہ ناموس کی خاطر جنگ و جدل میں حصہ لے رہے ہیں۔

آخر میں اس نے اپنی آمد کا مدعا بیان کیا اور کہا: جنگ انتہائی پر خطر صورت اختیار کر چکی ہے ہم آپ سے یہ تونہ کہیں گے کہ آپ حضرت علیؑ سے کنارہ کشی اختیار کر لیجئے البتہ اس بات کے متمنی ہیں کہ اس جنگ کا اب کسی طرح خاتمہ ہو جائے تاکہ سپاہ مزید ہلاک نہ ہو۔

اشعث نے عتبہ کی تعریف و ستائشے کا جواب دیتے ہوئے اس کے اس بیان کی تائید کی کہ اس کی جنگ شام کے لوگوں سے ایمان و عقیدے کی بنیاد پر نہیں بلکہ میں اہل عراق کی حمایت اس بنا

پر کمر رہا ہوں کہ ہر شخص کو چاہیئے کہ وہ اپنے گھر کی خود حفاظت کمرے اس نے جنگ ختم کرنے کے سلسلے میں بھی انھیں منفی جواب نہ دیا اور کہا کہ: میرے نظریئے کا اعلان جلد ہی کر دیا جائے گا۔<sup>(۱)</sup>

اس ملاقات کے ذریعے عقبہ کو اتنی کامیابی تو ہو گئی کہ اس نے اشعث کے ذہن میں صلح کا میلان پیدا کر دیا اور جو تجاویز و پیشنہادات بعد میں وقوع پذیر ہوں گی ان کے اجراء نیز سپاہ عراق میں اس کی تشہیر و ترویج کیلئے ایک موثر عامل کے طور پر اسے آمادہ کر لیا گیا ہے۔

معاویہ نے یہ بھی حکم دیا کہ عقبہ اور اشعث کے درمیان جو ملاقات ہوئی ہے نہ صرف اسے بلکہ جو گفتگو ان دونوں نے کی ہے اسے حرف بحرف سپاہ عراق کے درمیان منتشر کر دیا جائے۔ عمرو سے کہا کہ وہ ابن عباس کو بھی خط لکھے عمرو عاص نے خط اس طرح لکھا... علی (ع) کے بعد چونکہ آپ ہی اس جماعت کے سرور و سردار ہیں اسی لئے جو گذر گیا اسے فراموش اور آئندہ کے بارے میں غور و فکر کیجئے۔ خدا کی قسم اس جنگ نے ہم پر اور تم پر زندگی حرام اور صبر و تحمل کی تاب تمام کر دی ہے یہ جان لیجئے کہ عراق اور شام کو بیک وقت جب ہی قابو میں لایا جاسکتا ہے جب کہ ان میں سے ایک نیست و نابود ہو جائے طرفین کیلئے صلاح اس امر میں ہرگز نہیں کہ حریف مقابل ہلاک ہو جائے ہمارے اور تمہارے درمیان ایسے لوگ بھی موجود ہیں جنہیں جنگ و جدل پسند نہیں۔ آپ مشیر و امین ہیں لیکن اشتر سنگدل انسان ہیں اور یہ مناسب نہیں کہ انھیں مشورے میں شریک کیا جائے۔

ابن عباس نے یہ خط حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کر دیا جسے دیکھ کر آپ رضی اللہ عنہ کو ہنسی آگئی اور فرمایا کہ: اس "عمرو عاص" کو خدا غارت کرے معلوم نہیں کہ اسے کس چیز نے اس بات کیلئے مجبور کیا کہ وہ تم سے اس قسم کی توقع رکھے؟ اور اس کا جواب دینے کیلئے حکم دیا ابن عباس نے عمرو عاص کو واضح و مدلل جواب دیا اور اس کی امیدوں پر قطعی پانی پھیر دیا۔<sup>(۲)</sup>

## آخری فریب

معاویہ کو اتنی کامیابی تو ہو ہی گئی تھی کہ وہ ایسا میدان ہموار کر لے جس کے ذریعے وہ سپاہ عراق کے درمیان اپنے آخری جنگلی حربے کو بروئے کار لاسکے۔ اس نے چونکہ سن لیا تھا کہ امیر المومنین حضرت علی ؑ نے اپنے تمام اہل لشکر کے درمیان یہ فرمایا ہے کہ: کل جنگ کو یک طرفہ کر دیا جائے گا اسی لیے اس نے عمرو عاص سے کہا کہ بس یہی ایک رات ہے جس میں ہم کچھ کر سکتے ہیں کل جنگ یک طرفہ ہو جائے گی اس بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے جواب دیا کہ: آپ کے جوانوں میں نہ تو ان جوانوں کا مقابلہ کرنے کی تاب و طاقت ہے اور نہ ہی آپ علی ؑ کے مثل و مانند ہیں وہ دین کی خاطر جنگ کر رہے ہیں اور آپ دنیا کے لئے آپ زندگی و بقاء کے متمنی ہیں اور وہ شہادت کے خواہشمند۔ عراق کے لوگوں کو آپ کے غالب آنے کا خوف و ہراس ہے مگر شام کے عوام حضرت علی ؑ کی فتح و کامرانی سے خوش و خرم ہیں لیکن میں ایک مشورہ دیتا ہوں اور وہ یہ کہ ان کے سامنے ایسی تجویز پیش کر دی جائے کہ جس کو وہ قبول کر لیں یا اسے رد کر دیں ان کے درمیان اختلاف راہ پاسکے۔ انہیں یہ دعوت دیجئے کہ قرآن ہمارے درمیان ثالث و حکم ہے۔ اور یہی ایسی راہ ہے جس کے ذریعے آپ کامیاب ہو سکتے ہیں میں نے اس حربے کو ہمیشہ اس خیال کے پیش نظر التواء میں رکھا تا کہ اسے بوقت ضرورت بروئے کار لایا جاسکے معاویہ نے اس کے اس نظریے کو پسند کیا۔<sup>(۳)</sup>

اشعث بن قیس نے امیر المومنین حضرت علی ؑ کے اس بیان کی پیروی کرتے ہوئے کہ دشمن آخری چند سانس لے رہا ہے کہا... میں کل ان پر حملہ کروں گا تا کہ بارگاہ خداوندی میں ان کا محاکمہ کیا جائے<sup>(۴)</sup> اس نے اپنے طائفہ "کندا" کے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ: اے مسلمانو! تم دیکھ رہے ہو کہ تم پر کیا گزر گئی ہے کتنے عرب ہلاک ہو چکے ہیں خدا کی قسم میں نے اپنی پوری زندگی میں ایسا منحوس دن نہیں دیکھا جو حاضر ہیں وہ غائب لوگوں کو یہ پیغام پہنچادیں کہ اگر کل کا دن بھی اسے طرح گذرا تو عربوں کی نسل نیست و نابود ہو جائے گی عورتوں اور بچوں کے

سر پر کوئی وارث نہ رہے گا۔

معاویہ کے جاسوسوں نے اشعث کے اس بیان کو اس تک پہنچا دیا معاویہ نے اس کے اس بیان کو اپنی جنگی سازش کی بنیاد اور نیرنگی فکر کا محور بنا لیا اس نے اشعث کے بیان کی تائید کرتے ہوئے حکم دیا کہ آدھی رات کے وقت عراقیوں کے درمیان بلند آواز سے کہیں کہ "اے عراقیو! اگر ہم میں سے ہر ایک دوسرے کو قتل کرے گا تو ہماری عورتوں اور اولاد کا کون ولی و وارث ہوگا اب جو کچھ باقی رہ گیا ہے کم از کم اس کی حفاظت کی جائے۔" (۵)

بروز جمعہ (یوم الہیر) مالک اشتر کے حملے دشمنوں پر مسلسل جاری تھے یہاں تک کہ ان کے سپاہی تھک گئے چنانچہ انہوں نے اپنی سپاہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ: میں تمہارے لئے خدا سے پناہ مانگتا ہوں اس لئے کہ (اگر زندہ بچ گئے) تو باقی دنوں میں اپنے گلے کا دودھ دوہیا کرو گے (۶) اس کے بعد انہوں نے اپنا گھوڑا طلب کیا اور پرچم کو "حیان بن ہوزہ" سے لے کر زمین میں گاڑ دیا۔ اور با آواز بلند یہ کہتے ہوئے سپاہ کے درمیان پہنچ گئے کہ: تم میں سے کون حاضر ہے کہ اپنی جان کا خدا سے معاملہ کرے اور اشتر کے شانہ بشانہ جنگ کرے تاکہ اسے یا توفیق و نصرت نصیب ہو یا شہادت اس تقریر کے بعد بہت سے سپاہی ان کے گرد جمع ہو گئے اور ان کے ہمراہ دشمنوں پر حملہ آور ہوئے یہاں تک کہ انہوں نے سپاہ شام کو دھکیل کر ان کی قرار گاہ لشکر تک پہنچا دیا لیکن یہاں پہنچ کر انہیں دشمنوں کا سخت مقابلہ کنا پڑا چنانچہ اس مقابلے میں مالک کے پرچمدار شہید بھی ہو گئے۔

حضرت علیؑ نے جب یہ دیکھا کہ فتح و کامیابی مالک کے قدم چومنا چاہتی ہے تو آپؑ نے ان کی مدد کیلئے سپاہ کی ایک جماعت روانہ کی۔ (۷)

مالک کی سرشکن ضربات اور دشمنوں کے ٹھکانہ پر مسلسل یورش سے یہ خوشخبری مل رہی تھی کہ فتح و نصرت جلد ہی نصیب ہونے والی ہے شام کے ضعیف و عمر رسیدہ لوگوں کے لبوں پر یہ صدا بلندتی اللہ اللہ فی الحرامات من النساء و البنات (۸) (خدا کیلئے اپنے عورتوں اور بیٹیوں کا

تو کچھ تو خیال و پاس کرو)

معاویہ نے اپنے لشکر کی جب یہ زبوں حالی دیکھی اور یہ یقین ہو گیا کہ شکست میں قطعاً شک نہیں تو اس نے عمرو عاص سے کہا کہ : ہم تو اب فنا ہوا چاہتے ہیں کہاں ہے وہ تمہارا آخری حربہ <sup>(۱۹)</sup> یہ سن کر عمرو عاص نے باواز بلند کہا کہ : اے لوگو تم میں سے جس کے پاس بھی قرآن مجید ہے اسے نیزے کی نوک پر حائل کر دو۔ تقریباً پانچ سو قرآن نیزوں پر آگئے اس کے ساتھ لوگوں کو چیخ و پکار بھی شروع ہو گئی کہ : ہمارے اور تمہارے درمیان قرآن حاکم و ثالث ہے اگر ہمیں قتل کر دو گے تو شام کی سرحدوں کی کون نگرانی و حفاظت کرے گا <sup>(۲۰)</sup>

### سپاہ عراق کا رد عمل

عراق کے بعض سپاہیوں پر دشمن کے حیلہ و نیرنگ اور اس کے پرفریب، ہیجان انگیز نعروں کا جادو چل گیا (بالخصوص اشعث جیسے سرداروں پر چونکہ ان کے دل معاویہ کی جانب مایل تھے اسی لئے ان کا شمار امیر المؤمنین حضرت علی ؑ کے منافقین میں ہوتا تھا) چنانچہ انہوں نے لوگوں کو مشتعل کرنا شروع کر دیا تاکہ وہ دشمن کے دام فریب میں آجائیں اور اسی لئے انہوں نے باواز بلند یہ کہنا شروع کر دیا کہ "تمہاری دعوت کتاب خدا ہم نے قبول کر لیا ہے آؤ ہم اسی طرف چلیں" <sup>(۲۱)</sup>

امیر المؤمنین حضرت علی ؑ نے جب یہ کیفیت دیکھی تو اپنی سپاہ کے افکار روشن کرنے اور دشمن کے حیلہ و نیرنگ سے باخبر کرنے کی خاطر فرمایا کہ "اے بندگان خدا اسی طرف چلتے رہو دشمن سے جہاد کرتے ہوئے حقیقت و حقانیت کو اپنے ہاتھ سے نہ جانے دو معاویہ، عمرو عاص اور ابن ابی معیط... کو دین و قرآن سے کوئی سروکار نہیں میں ان لوگوں کو تم سے بہتر جانتا ہوں ان کے بچپن سے سن رسیدہ ہونے تک میرا سابقہ رہا ہے یہ اپنے وقت کے بدترین بچے اور بدترین مرد رہے ہیں اگر یہ لوگ قرآن کی عظمت سے واقف ہوتے اور اس کے احکام پر عمل کرتے تو ان کو نیزوں

پر نہ چڑھاتے۔ وہ جو کچھ کر رہے ہیں سب نیرنگ و نفاق ہے۔<sup>(۱۲)</sup>

اس سے قبل یہ واقعہ رونما ہوا کہ حضرت علیؑ نے اس خط میں جو معاویہ کو لکھا تھا یہ پیشین گوئی کردی تھی گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ حوصلہ شکن ضربات، بے حد و اندازہ کشت و خون اور یقینی شکست و ریخت کے بعد تم اپنے ساتھیوں کے ہمراہ کتاب اللہ کی جانب آنے کی دعوت دو گے چنانچہ جو لوگ اس دعوت کی دہائی دیں گے وہ کافر ہوں گے یا منافق یا حق سے روگرداں<sup>(۱۳)</sup> دشمن کی اس سازش کو ناکام کرنے اور سپاہ فریقین کے افکار بیدار کرنے کی خاطر حضرت علیؑ نے حضرت سعید کو قرآن کے ساتھ شامیوں کی جانب روانہ کیا اور انھیں حکومت قرآن کی دعوت دی۔

### سپاہ عراق میں نظریاتی اختلاف

حضرت علیؑ کی تقاریر و تنبیہات کا اثر چند ہی لوگوں پر ہوا ان میں اکثریت ایسے لوگوں کی تھی جنہوں نے ضد اختیار کر لی تھی اور ان کا اس بات پر اصرار تھا کہ جنگ ترک کر دی جائے چنانچہ انہوں نے پکار پکار کر کہنا شروع کیا: اس جنگ نے ہمیں نکل لیا اس میں ہمارے تمام مرد مارے گئے ان کی دعوت کو قبول کر لو ورنہ سب مارے جاؤ گے۔

جو لوگ اس حق میں تھے کہ جنگ جاری رہے ان میں مالک اشتر پیش پیش تھے۔

ان کی دلیل یہ تھی کہ معاویہ کے پاس اب اپنی فوجی طاقت کا دم خم نہیں جب کہ ہماری فوجی طاقت بہت زیادہ ہے اور ہم میں حوصلہ مندی ہے اگر اس کے پاس تمہاری جیسی فوجی طاقت ہوتی تو وہ ہرگز جنگ سے روگرداں نہ ہوتا<sup>(۱۴)</sup>

جنگ کو جاری رکھنے کے حامیوں میں دوسرے شخص "عدی بن حاتم" تھے انہوں نے کہا کہ ہر چند ہماری سپاہ کا کشت و خون ہوا ہے اور ان میں سے بہت سے مجروح بھی ہوئے ہیں مگر حق کی پاسداری کر رہے ہیں اس لئے ہم اہل شام زیادہ ثابت قدم و پائیدار ہیں اب وہ لوگ زبوں و ناتواں ہو چکے ہیں ضروری ہے کہ اس موقع سے فائدہ اٹھایا جائے اور ہم ان سے جنگ

(۱۵)۔ کریں۔

انہی افراد میں سے "عمر بن حمق" اپنی جگہ سے اٹھے اور کہنے لگے: اے امیر المومنین ﷺ ہم نے آپ کا ساتھ باطل کی خاطر نہیں دیا ہے بلکہ ہم راہ خدا میں اور حق قائم کرنے کی غرض سے آپ کے دوش بدوش رہے ہیں اب کام اپنے انجام کو پہنچ چکا ہے اور ہم بھی آپ کے مطیع و فرمانبردار ہیں (۱۶)۔

اس جماعت کے مقابل اشعث کھڑا تھا اور کہنے لگا اے امیر المومنین ﷺ ہم آپ کے آج بھی وہی جاں نثار دوست ہیں جو کل تھے لیکن کام کا انجام آغاز سے مختلف ہے مجھ سے بڑھ کر کوئی اہل عراق کا دوست او مجھ سے بدتر کوئی شامیوں کا دشمن نہیں انہوں نے جب کلام اللہ کی دعوت دی ہے تو قبول کر لیجئے کیونکہ اس کیلئے آپ ان سے کہیں زیادہ اہل و لائق ہیں لوگ اپنی زندگی و بقاء کے متمنی ہیں ہلاکت و تباہی انہیں پسند نہیں۔

امیر المومنین حضرت علی ﷺ نے اس خیال کے پیش نظر کہ لشکر کے درمیان ہم آہنگی برقرار رہے اور ان کے درمیان کوئی اختلاف و اشتعال پیدا نہ ہو پہلے تو خود سے ہی کہا کہ اس مسئلہ کے بارے میں غور کیا جانا چاہیئے (۱۷) لیکن جیسے ہی ہر گوشہ و کنار سے صلح کے بارے میں دبی دبی آوازیں آنے لگیں تو آپ نے فرمایا کہ: اے بندگان خدا اس میں کوئی شک نہیں کہ کلام اللہ کی دعوت قبول کرنے کیلئے میں آپ سے زیادہ لائق و اہل ہوں مگر دین و قرآن کے معاملے میں معاویہ اور عمر و عاص کی بات الگ ہے... ان کا قول اگرچہ کلمہ حق ہے مگر اس کے پس پردہ جو ارادہ کار فرما نظر آتا ہے وہ باطل ہے قرآن کو نیزے پر چڑھانا معرفت اور ایفائے عہد کی بنیاد پر نہیں بلکہ یہ بھی جیلہ و نیزنگ اور ایک بہانہ ہے تم صرف ایک گھنٹے کے لئے اپنے دست و بازو اور سر میرے حوالے کر دو تو جلد ہی یہ دیکھو گے کہ حق اپنے آشکارہ نتیجے پر پہنچ چکا ہے اور ستمگروں کی بیخ کنی ہونے میں ذرا بھی دیر نہیں۔

لیکن اشعث نے جب یہ دیکھا کہ اس کی بات کو نظر انداز کیا جا رہا ہے اور یا اس پر عمل ہونا

مشکل و محال نظر آتا ہے تو یہ بات اس کیلئے ناقابل برداشت ہو گئی چنانچہ وہ سپاہ کی جانب روانہ ہوا تا کہ اپنے اس نظریے کا ان کے درمیان پرچار کر سکے چنانچہ اس نے اس بات پر سب سے زیادہ زور دیا کہ جنگ بند کر دی جائے اور یہ بات اس نے ان حساس لمحات میں کہی جب کہ جنگ کی چکی مالک اشتر کے ہاتھ میں گھوم رہی تھی اور دشمن گیہوں کے دانوں کی مانند ان کی سر شکن ضربات کے باعث پس رہے تھے وہ میدان کارزار میں حق کو روشن اور فتح و نصرت کو آشکار کرنا چاہتے تھے دشمن کے آخری محاذ کو زیر و زبر کرنے میں بھی اب چند قدم کا ہی فاصلہ رہ گیا تھا۔

شامیوں کی زندگی اب معاویہ اور عمرو عاص کے باریک تار امید سے وابستہ تھی وہ سراسیمہ و پریشان معاویہ کے سر پر کھڑے چلا رہے تھے اور کہہ رہے تھے معاویہ ایسا لگتا ہے کہ اہل عراق ہماری دعوت قبول کرنے کو تیار نہیں اپنی اس تجویز کو ان کے سامنے دوبارہ رکھیے تم نے یہ دعوت دے کر دشمن کو جرات مند و گستاخ کر دیا ہے اور لالچ و حرص نے تم کو گھیر لیا ہے (۱۸)۔

دوسری طرف اشعث کی کوشش کے باعث تقریباً دو ہزار آہن پوش افراد سلاح بدست اور شمشیر بدوش ان قاریان قرآن کی جماعت کے ہمراہ جن کو بعد میں جزو خوارج کہا گیا "مسطربن فدکی" اور "زید بن حصین" کی قیادت میں حضرت علیؑ پر حملہ آور ہوئے وہ آپ کو بار بار ضدی و خود سر کہے جا رہے تھے۔

انہوں نے پہلی مرتبہ حضرت علیؑ کو امیر المؤمنینؑ خطاب کرنے کے بجائے یہ کہہ اے علی انہوں نے کلام اللہ کی دعوت دی ہے تم اسے قبول کر لو ورنہ ہم تمہیں بھی عثمان کی طرح قتل کروائیں گے اور ہم خدا کو شاہد بنا کر کہتے ہیں کہ ہم یہ کام کر گزریں گے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا کہ: افسوس تمہاری حالت پر میں وہ پہلا شخص ہوں جس نے قرآن کی دعوت دی اور میں ہی پہلا فرد ہوں جس نے اس کی دعوت کو قبول کیا میرے لئے یہ کسی طرح بھی شائستہ و سزاوار نہیں کہ حکمیت قرآن کی دعوت دی جائے اور میں اسے قبول نہ کروں میں ان سے اس لئے جنگ کر رہا ہوں کہ وہ حکم قرآن کے آگے اپنی گردنیں خم کر دیں کیونکہ انہوں نے حکم

خداوندی سے روگردانی کی اور اس کے احکام سے عہد شکنی کر کے اس کی کتاب سے منحرف ہو گئے ہیں بار بار تمہارے سامنے یہ اعلان کر چکا ہوں کہ ان کا ہرگز یہ ارادہ نہیں کہ احکام الہی پر عمل پیرا ہوں بلکہ اپنے اس اقدام سے وہ تمہیں فریب دے رہے ہیں نے جو کچھ کہا اور وہ بات جو تم کہہ رہے ہو اس پر غور کرو اگر میری اطاعت مقصود ہے تو جنگ کرو اور اگر میرے حکم کی خلاف ورزی منظور ہے تو تمہیں اختیار ہے جو چاہو کرو۔<sup>(۱۹)</sup>

انہوں نے حضرت علی ؑ کے بیان کی جانب توجہ کئے بغیر کہا کہ اشتر کو حکم دیجئے کہ وہ جنگ سے دست بردار ہو کر واپس آجائیں۔<sup>(۲۰)</sup>

### مالک کا واپس آنا

امیر المومنین حضرت علی ؑ نے ناگزیر یزید بن ہانی کے ذریعے مالک کو پیغام بھجوایا کہ واپس آجائیں۔ مالک اس وقت دشمن کی استقامت و پایداری کو کاری ضرب لگا چکے تھے اور فتح و نصرت ان کے قدم چوم لینا چاہتی تھی انہوں نے جواب دیا کہ: یہ وقت مجھے اپنے موقف سے دور کرنے کیلئے مناسب نہیں مجھے خداوند تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ فتح و کامیابی حاصل ہوگی میرے بارے میں آپ جلدی نہ کیجئے انہوں نے مالک کا پیغام حضرت علی ؑ کو پہنچا دیا انہی لمحات کے دوران میدان کارزار میں گرد و غبار بلند ہوا اور نبرد آزما سپاہ کی پر جوش و خروش صدائیں سنائی دیں اب مالک اشتر کی فتح و نصرت اور شامیوں کی شکست فاش نمایاں ہو چکی تھی۔

لیکن فتح و نصرت کی ان علامتوں سے کوئی بھی علامت ان سرکشوں کو جنہوں نے حضرت علی ؑ کو اپنے حصار میں لے رکھا تھا ضد پر سے نہ روک سکی وہ غضبناک ہو کر چیخے اور کہنے لگے کہ یقیناً آپ نے مالک کو یہ حکم دیا ہے کہ آتش جنگ کو مزید برفروختہ کریں اس پر حضرت علی ؑ نے فرمایا کہ: افسوس تمہاری حالت پر کیا میں نے تمہارے سامنے قاصد مالک کی جانب روانہ نہیں کیا جو بات روشن و آشکارا میں نے کہی تھی کیا وہ تمہارے کانوں تک نہیں پہنچی؟ انہوں نے کہا: دوبارہ یہ

پیغام بھجوائے کہ وہ واپس آجائیں اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو ہم آپ سے قطع تعلق کر لیں گے حضرت علی ؓ نے دوبارہ یہ پیغام بھجوا کر یہاں فتنہ پھا ہے تم واپس آ جاؤ اشتر نے قاصد سے پوچھا کیا یہ شور و غوغا قرآن کو نیزوں پر بلند کرنے کے باعث پھا ہوا ہے؟ قاصد نے جواب دیا ہاں اس کی وجہ یہی ہے اس پر مالک نے کہا کہ خدا کی قسم جس وقت قرآن کو نیزوں پر لایا گیا تھا مجھے اسی وقت یہ گمان گذرا تھا کہ اختلاف و تفرق پیدا ہوگا یہ طرح ریزی و نقشہ کشی اس غیر معمولی ذہنی کمی پیداوار ہے جس کا نام عمرو عاص ہے۔

اس کے بعد انہوں نے یزید بن ہانی سے کہا کہ: کیا تم دیکھ نہیں رہے ہو کہ خداوند تعالیٰ نے ہمیں فتح و کامیابی عطا فرمائی ہے کیا اس وقت یہ مناسب ہے کہ اس موقع کو ہاتھ سے جانے دوں اور واپس چلا آ جاؤں؟ یزید بن ہانی نے کہا کہ: کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ اس محاذ جنگ پر تو آپ کامیاب ہو جائیں اور ادھر آپ امیر المؤمنین ؓ کو دشمن کے حوالے کر دیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ "سبحان اللہ آپ نے یہ کیا بات کہی خدا کی قسم میں ایسا ہرگز چاہوں گیا یہ کہہ کر وہ میدان کارزار سے واپس آ گئے۔" (۲۱)

### سرکشوں کی سرزنش

مالک جب میدان کارزار سے واپس آ گئے تو وہ ان لوگوں پر غضبناک ہوئے جنہوں نے حضرت علی ؓ کو گھیر رکھا تھا اور کہا: اے مذلت پذیر سست عنصر لوگو تمہیں غالب و فاتح دیکھ کر دشمن نے حکمیت قرآن کی دعوت دی ہے کیا دعوت دینے کیلئے یہی وقت رہ گیا تھا خدا کی قسم انہوں نے احکام الہی و قرآن اور سنت کو پامال کیا ہے اس لئے تم ان کی دعوت قبول نہ کرو مجھے اتنی مہلت دے دو کہ میں یہاں سے جاؤں اور واپس چلا آؤں میں فتح و کامیابی کو اپنے سامنے دیکھ رہا ہوں انہوں نے کہا کہ: ایسا نہیں ہو سکتا مالک نے کہا کہ "کم از کم مجھے اتنا ہی وقت دے دیا جائے جتنی دیر گھوڑے کو دوڑنے میں لگتی ہے انہوں نے جواب دیا کہ ایسے وقت میں ہم تمہارے ساتھ

شریک گناہ ہیں" اس پر مالک نے کہا کہ تم اپنی بات کر رہے ہو تم وہ لوگ ہو جنہوں نے اپنے برگزیدہ لوگوں کو قتل کر دیا اور جو پست فطرت تھے وہ زندہ ہیں ایسی حالت میں تم خود کو کس طرح حق پر سمجھ سکتے ہو؟ کیا اس وقت جب تم شامیوں کو قتل کر رہے تھے یا اس وقت جب کہ تم کشت و کشتار سے دستبردار ہو گئے ہو؟ دوسری صورت میں تمہیں یہ بات تسلیم کر لینی چاہیئے کہ تمہارے وہ عزیز جو قتل ہوئے تم سے بہتر و افضل تھے اگرچہ تم ان کی فضیلت سے انکار نہیں کر سکتے مگر اب وہ اپنی آگ میں خود جل رہے ہیں"

وہ لوگ جو مالک کی منطق و دلیل کا جواب نہ دے سکے انہوں نے کہا "کہ اب آپ ہم سے حجت و بحث نہ کیجئے کیونکہ ہم نے راہ خدا میں ہی جنگ کی تھی اور راہ خدا میں ہی اس جنگ سے دستکش ہو رہے ہیں آپ کی اطاعت ہرگز نہیں کریں گے بہتر ہے کہ آپ اپنی راہ لیں..."

مالک نے چاہا کہ امیر المومنین حضرت علی ؑ اس جنگ کو جو شامیوں سے ہو رہی تھی سرکشوں پر مسلط کر دیں۔ لیکن انہوں نے چلانا شروع کر دیا کہ امیر المومنین ؑ نے حکمیت کو تسلیم کر لیا ہے قرآن کے حکم پر وہ راضی ہیں اس کے علاوہ ان کے لئے کوئی چارہ نہیں اس پر اشر نے کہا کہ اگر امیر المومنین ؑ نے حکمیت کو قبول کر لیا ہے تو میں بھی اس پر راضی اور خوش ہوں"

حضرت علی ؑ نے جب یہ دیکھا کہ سرکش لوگ آپ ؑ ہی کی موجودگی میں دروغ گوئی سے کام لے رہے ہیں تو آپ ؑ نے کوئی بات کہے بغیر نظریں زمین پر جھکا لیں <sup>(۲۲)</sup> لیکن جب سب لوگ خاموش ہو گئے تو آپ ؑ اپنی جگہ سے اٹھے اور فرمایا کہ: تم جب تک مجھ سے متفق و ہم خیال تھے جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ جنگ نے تمہیں زبوں و ناتواں کر دیا خدا کی قسم جنگ کے زبونی و ناتوانی نے تمہیں پکڑ لیا ہے اور تمہیں تمہارے حال پر چھوڑ دیا ہے تمہیں یہ جان لینا چاہیئے کہ کل تک میں امیر المومنین ؑ تھا مگر آج میں حکم بجالانے کے لئے مامور ہوں کل تک مجھے اختیار تھا اور تمہیں حکم دے سکتا تھا مگر آج میں اس حکم سے محروم ہوں آج میرے حکم کو ٹھکرایا جا رہا ہے اس

لئے میں تمہیں تمہاری مرضی کے خلاف مجبور نہیں کر سکتا" (۲۳)  
امیرالمومنین حضرت علیؑ ان سے خطاب کرنے کے بعد تشریف فرما ہوئے قبائل کے سرداروں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا ان میں سے بعض جنگ کی حامی و طرفدار تھے اور بعض صلح کے متمنی و خواہشمند (۲۴)

### نفاق و حماقت کے خلاف جدوجہد

اگرچہ سپاہ شام کی طرف سے یہ آوازیں بلند ہو رہی تھیں کہ "ہم نے قرآن کے سامنے اپنے سر خم کر دیئے ہیں اور تم بھی قرآن کی حکومت کو تسلیم کر لو" مگر عمل میں وہ لوگ درحقیقت قرآن کے حکم سے روگرداں تھے کیا اب تک امیرالمومنین علیؑ نے قرآن کے احکام کو تسلیم نہیں کیا تھا اور کیا آپؑ کا عمل قرآن کے حکم کی بنیاد پر نہ تھا یا جیسے ہی سپاہ شام کے سرداروں نے قرآن کو نیزوں پر چڑھایا اور ظاہرداری سے کام لیا تو قرآن کا حکم بھی بدل گیا اور یہیں سے علیؑ کا راستہ قرآن سے علیحدہ ہو گیا؟ شامیوں نے درحقیقت اپنے اس عمل سے حق و عدالت کو نفاق کے پیروں تلے روند ڈالا۔

انہی لوگوں میں کچھ تعداد ایسے لوگوں کی بھی تھی جنہوں نے اپنے ہادی و پیشوا کو نہ پہچانا انہوں نے اپنی حماقت و نادانی سے اپنی خواہشات ہی نہیں بلکہ دشمن کی خواہشات کو امیرالمومنینؑ پر مسلط کر کے ظلم و نفاق کی بنیادوں کو مضبوط کر دیا جب کچھ کوتاہ فکر اور کج اندیش لوگ ان سے آکر مل گئے تو نفاق کی گرم بازاری پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گئی۔ ان حالات میں نفاق سے ٹکر لینا گویا اس وقت ایسا اقدام کرنا حماقت و نادانی سے بچنے کا نعرہ تھا۔

امیرالمومنینؑ ایسی حساس صورتحال کے روبرو تھے جس میں ایک طرف منافق و مفادپرست لوگ قرآن کو نیزوں پر بلند کئے ہوئے تھے اور دوسری طرف وہ لوگ تھے جو بظاہر محاذ حق پر جنگ و جدال کر رہے تھے مگر اس کے ساتھ ہی امیرالمومنین حضرت علیؑ پر تلوار کھینچنے کھڑے تھے

کہ حکم قرآن کو تسلیم کیجئے۔ اور وہ اس بات سے قطعی بے خبر تھے کہ اس بارے میں قرآن کا صریح ارشاد ہے کہ "ان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا فاصلحوا بینہما فان بغت احدہما علی الاخری فقاتلوا اللتی تیغی حتی تفرق الی امر اللہ" (۲۵) اور اگر اہل ایمان میں سے دو گروہ آپس میں لڑ جائیں تو ان کے درمیان صلح کر او پھر اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے گروہ پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے۔

باغی و سرکش جانتے تھے کہ مسلمانوں کے قانونی و شرعی زما دار امیر المؤمنین حضرت علیؑ ہیں اور معاویہ آپؑ سے باغی و برگشتہ۔ اسے چاہیے کہ سرکشی سے دستبردار ہو جائے۔ حق کے سامنے گردن خم کر دے۔ اور اگر ایسا نہیں تو حکم قرآن کے مطابق جنگ و جدال کریں۔

سرکشوں نے جیلہ و نیرنگ پر کار بندہ کر قرآن کو تو نیزوں پر چڑھا دیا مگر ان سے یہ نہیں کیا گیا کہ ہم امیر المؤمنین حضرت علیؑ کی حکومت کو تسلیم کرنے کے لئے آمادہ ہیں۔ بلکہ وہ تو یہ چاہتے تھے کہ انھیں کوئی ایسا موقع مل جائے جس کے ذریعے وہ اپنی یورش و سرکشی کو جاری رکھ سکیں مگر سپاہ عراق میں سے کچھ ظاہر بین اور کج اندیش افراد انجانے میں ان کے ہاتھوں کا کھلونا بن کر رہ گئے جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ رنج و افسوس کے علاوہ انہیں کچھ نہ ملا۔

### حکیت و ثالثی کی دعوت

معاویہ نے سپاہ عراق کے درمیان اختلاف پیدا کرنے اور مسئلہ حکیت کی پیش کش کے بعد حضرت علیؑ کی خدمت میں خط لکھا کہ ہمارا اختلاف کافی طویل ہو گیا ہے اور دونوں طرف سے بہت زیادہ خون بہایا جا چکا ہے اور ڈر ہے کہ کہیں حالت پہلے سے زیادہ بدتر نہ ہو جائے اور اس کی ذمہ داری ہم دونوں پر ہوگی کیا آپ اس بات سے متفق ہے کہ لوگوں کی کشت و کشتار کو روکا جائے اور دینی اخوت و محبت برقرار ہو جائے۔

اس کی راہ یہی ہے کہ آپ اور میرے ہوا خواہوں سے دو معتبر حکم (ثالث) انتخاب کئے جائیں اور وہ کلام اللہ کی اساس و بنیاد پر فیصلہ کریں۔ کیونکہ ہمارے لینے یہی بہتر ہے کہ خوف خدا کو دل میں رکھیں اور اگر اہل قرآن ہیں تو اس حکم کا پاس کریں۔<sup>(۲۶)</sup>

معاویہ ایسا نا فہم تو نہیں تھا کہ اسے یہ معلوم نہ ہوتا کہ حضرت علیؑ اس ظاہر سازی کا فریب نہ کھائیں گے اس نے اتنا یقینا سوچ ہی رکھا تھا کہ اس خط کا مضمون سپاہ عراق کے بعض کج اندیش اور منافق افراد کے کانوں تک ضرور پہنچے گا اور وہ اس سے متاثر بھی ہوں گے۔

امیر المومنین حضرت علیؑ نے اپنے مدلل بیان سے صریح الفاظ میں واضح و قطعی جواب دیتے ہوئے اسے لکھا کہ معاویہ تم مجھے حکمیت قرآن کی دعوت دے رہے ہو جبکہ تم اس سے کہیں دور ہو اور تم اس کتاب مقدس کو اپنا حکم بنانا نہیں چاہتے ہو ہم نے دعوت قرآن کو حکمیت کی بنیاد پر قبول کیا ہے نہ کہ تمہاری تجویز پر<sup>(۲۷)</sup>

### معاویہ کی جانب روانگی

اشعث جو دستہ مخالفین اور صلح پسندوں کا سردار بنا ہوا تھا معاویہ کے خط کی تشہیر کرنے کے بعد حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ لوگ شامیوں کی دعوت حکمیت سے خوش و خرم ہیں اگر آپ اجازت دیں تو میں معاویہ کے پاس جاؤں اور اس سے پوچھوں کہ کیا چاہتے ہو۔<sup>(۲۸)</sup>

کیا اشعث واقعی یہ نہیں جانتا تھا کہ معاویہ کیا چاہتا ہے آخر وہ کون سا مقصد تھا جس کی خاطر وہ معاویہ کے پاس جانے کی کوشش کر رہا تھا اسے ان تمام باتوں کا علم تھا اور وہ یہ بھی جانتا تھا کہ اب فیصلہ کرنے کا اختیار کس کے ہاتھ میں ہے وہ حضرت علیؑ کے ان الفاظ کو نہیں بھولا تھا جو آپؑ نے چند لمحہ قبل فرمائے تھے کہ "میں کبھی امیر تھا مگر اب تابع و مامور ہوں لیکن اس کے باوجود اس نے حضرت علیؑ سے اجازت مانگی تاکہ وفد کے اراکین کے درمیان اس کی حیثیت مامور کی

رہے۔

حضرت علیؑ نے اسے بہت بے اعتنائی سے جواب دیا کہ اگر چاہو تو معاویہ کے پاس جاسکتے ہو (۲۹) اشعث تو اس موقع کی تلاش میں تھا ہی اور خود کو اس نے وفد کا رہبر فرض کر لیا تھا وہ ظاہراً حضرت علیؑ کے نمائندے کی حیثیت سے معاویہ کے پاس گیا اور اس کے سامنے چند سوال پیش کئے معاویہ نے اس کے وہی جواب دیے جو وہ خط میں حضرت علیؑ کو لکھ چکا تھا۔

اس پر اشعث نے کہا یہ سب مبنی برحق ہے اس کے بعد وہ حضرت علیؑ کے پاس واپس آگیا۔ جب یہ خبر پھیل گئی کہ اشعث کو وفد کا سربراہ بنایا گیا ہے تو لوگوں نے باواز بلند کہنا شروع کیا کہ: ہم اس حکم پر راضی ہیں اور ہمیں یہ منظور ہے۔

اس کے بعد شام و عراق کے لشکروں کے قاری یکجا جمع ہوئے اور انہوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ حکم قرآن کو بحال کیا جائے۔ (۳۰)

### حکیمین (ٹالٹوں) کا انتخاب

یہ تو پہلے سے معلوم تھا کہ معاویہ کا حکم عمر و عاص ہوگا اور شام کے لوگوں کو بھی اس کے انتخاب کئے جانے پر اتفاق ہوگا چنانچہ معاویہ نے بغیر کسی مشورے کے حکم مقرر کر دیا اور اپنی سپاہ کو اپنے اس انتخاب کے ذریعہ مطمئن کر دیا۔ عراق کے لوگ اپنے ہادی اور پیشوا کی حکم عدولی کے باعث اگرچہ تباہی اور ہلاکت کے دہانے تک پہنچ چکے تھے مگر اس کے باوجود انہوں نے حکم کے انتخاب کے حق سے بھی امیر المؤمنینؑ کو محروم کر دیا اشعث نے ان قاریان قرآن کے ہمراہ (جو بعد میں خوارج شمار کئے گئے) بلند کہنا شروع کیا کہ "ہم ابو موسیٰ اشعری کو انتخاب کرتے ہیں اس پر حضرت علیؑ نے فرمایا کہ: مجھے اس پر اتفاق نہیں کیونکہ میں انہیں اس کام کا اہل نہیں سمجھتا اشعث، زید بن حصین اور مسعر بن فدکی

نے قاریان قرآن کے ساتھ یک زبان ہو کر کہا کہ ہمارا انہیں پر اتفاق ہے کیونکہ وہیں ہیں جنہوں نے ہمیں اس جنگ کی مصیبت سے محفوظ رکھا اس پر حضرت علی ؓ نے فرمایا کہ مجھے یہ انتخاب منظور نہیں کیونکہ انہوں نے میرا ساتھ چھوڑ دیا تھا اور وہ لوگوں کو میری مدد کرنے سے منع کر رہے تھے اس کے بعد وہ فرار کر گئے چنانچہ کئی ماہ گزر جانے کے بعد میں نے انہیں امان و پناہ دی" میں اس کام کے لئے عباس کو اہل و شایستہ سمجھتا ہوں۔

لیکن وہ لوگ حسب سابق اپنی ضد پر قائم رہے اور کہنے لگے کہ ہمارے لئے آپ کے ہونے یا عباس کے ہونے میں ذرا فرق نہیں لیکن ہم یہ چاہتے ہیں کہ حکم ایسے شخص کو بنایا جائے جو آپ کی اور معاویہ کی طرف سے بے لاگ ہو اور اس کی نظر میں دونوں افراد یکساں و برابر ہوں۔

حضرت علی ؓ نے فرمایا کہ میں پھر مالک اشتر کو مقرر کرتا ہوں اس پر اشعث نے بلند آواز سے کہا کیا اشتر کے علاوہ کوئی اور شخص تھا جس نے ساری زمین میں آگ لگائی؟ اگر ہم ان کا نام منظور کر لیتے ہیں تو ہمیں ان کا پابند رہنا ہوگا حضرت علی ؓ نے دریافت فرمایا کہ ان کا حکم کیا ہے سب نے ایک آواز ہو کر کہا یہ کہ شمشیر ہاتھ میں لیکر تمہارا اور اپنا مدعا حاصل کرنے کی خاطر جان تک کی بازی لگادیں۔

حضرت علی ؓ کو انکی ضد اور خود سری پر طیش آگیا اور فرمایا کہ ابو موسیٰ کے علاوہ کسی اور کو اپنا حکم تسلیم نہیں کرو گے؟ انہوں نے کہا نہیں اس پر حضرت علی ؓ نے فرمایا جو چاہو وہ کرو <sup>(۳۱)</sup>

## سوالات

- ۱۔ معاویہ نے جنگ سے فرار کرنے اور اپنی حالت و حیثیت کی حفاظت کے لئے کیا اقدامات کئے؟
- ۲۔ معاویہ اور عمرو عاص نے شکست سے نجات پانے کے خاطر کیا سازش کی؟
- ۳۔ جب قرآن مجید کو نیزوں پر بلند کیا گیا تو سپاہ عراق کا کیا رد عمل ظاہر ہوا؟
- ۴۔ سپاہ عراق میں کون لوگ جنگ جاری رکھنے کے حق میں تھے اور کون اس مقصد کے لئے پیش پیش تھے؟
- ۵۔ وہ لوگ کون تھے جنہوں نے فتح و نصرت کے آخری لمحات میں حضرت علیؑ کو جنگ بندی پر مجبور کیا؟
- ۶۔ حکمیت کا مسئلہ پہلی مرتبہ کس کی طرف سے پیش کیا گیا... حضرت علیؑ اور سرکش سپاہ کا حکم مقرر کرنے کے سلسلے میں کیا نظریہ تھا؟

## حوالہ جات

- ۱\_ وقعہ صفین ۳۰۸\_۳۰۹
- ۲\_ وقعہ صفین ۳۰۹\_۳۱۳
- ۳\_ وقعہ صفین ۳۴۴\_۳۴۶
- ۴\_ وقعہ صفین ۳۴۶ و لم یبق منهم الا آخر نفس ... انا غار علیہم بالغداة احاکمہم الی اللہ عزوجل
- ۵\_ وقعہ صفین ۳۸۱\_۳۸۰
- ۶\_ اعیذکم باللہ ان ترضعوا الغنم سائر الیوم یہ اس بات پر کنایہ ہے کہ اگر تمہیں فتح نصیب نہ ہو تو تمہاری حالت عورتوں جیسی ہو جائے گی جو چوپاؤں کا دودھ دوا کرتی ہیں۔
- ۷\_ وقعہ صفین ۳۴۶\_۳۴۵، کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۳۱\_۳۱۵
- ۸\_ وقعہ صفین ص ۳۴۹، مروج الذهب ج ۲ ص ۳۹۰
- ۹\_ مروج الذهب ج ۲ ص ۳۹۰ ہلم مجباتک یا بن عاص فقد ہلکنا
- ۱۰\_ مروج الذهب ج ۲ ص ۳۹۰ ایک قول کے مطابق لیلۃ الہریر میں ہی معاویہ کے جاسوسوں نے اشعث کی بات اس تک پہنچادی تھی چنانچہ اس کے بعد ہی معاویہ نے اس بات کا فیصلہ کیا تھا کہ قرآن کو نیزوں پر چڑھا دیا جائے وقعہ صفین ۳۸۱
- ۱۱\_ نجیب الی کتابہ اللہ عزوجل ننتیب الیہ، تاریخ طبری ج ۵ ص ۳۸، کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۳۱۶، مروج الذهب ج ۲ ص ۳۹۰
- ۱۲\_ تاریخ طبری ج ۵ ص ۳۸، مروج الذهب ج ۲ ص ۳۹۱ کامل ج ۳ ص ۳۱۶
- ۱۳\_ شرح ابن ابی الحدید ج ۱۶ ص ۱۳۳
- ۱۴\_ وقعہ صفین ۳۸۳\_۳۸۲
- ۱۵\_ وقعہ صفین ۳۸۳\_۳۸۲
- ۱۶ و ۱۷\_ وقعہ صفین ۳۸۳\_۳۸۲

١٨\_ وقع صفين ٢٨٢

١٩\_ فان تطعيوني فقاتلوا و ان تعصوني فاصنعوا ما بدالكم

٢٠\_ ملاحظه هو، كامل ابن اشيرج ٣ ص ٣١٤\_ ٣١٦، تاريخ طبري ج ٥ ص ٣٩، وقع صفين ٢٩٠\_ ٢٨٩

٢١\_ وقع صفين ٢٩١\_ ٢٩٠، كامل ج ٣ ص ٣١٤، تاريخ طبري ج ٥ ص ٣٩

٢٢\_ وقع صفين ٢٩١\_ ٩٠، كامل ج ٣ ص ٣١٤، تاريخ طبري ج ٥ ص ٥٠

٢٣\_ وقع صفين ٢٨٣

٢٣\_ وقع صفين ٢٨٢\_ ٢٨٥

٢٥\_ سورة حجرات آيت ٨

٢٦\_ وقع صفين ٢٩٣

٢٤\_ وقع صفين ٢٩٣، نهج البلاغه مکتوب ٢٨

٢٨\_ وقع صفين ٢٩٩\_ ٢٩٨

٢٩\_ وقع صفين ٢٩٩

٣٠\_ وقع صفين ص ٢٩٩

٣١\_ وقع صفين ٥٠٠\_ ٢٩٩، كامل ابن اشيرج ٣١٩\_ ٣١٨

تیرھواں سبق

قاسطین (جنگ صفین) ۵

خوارج کی نامزدگی

حکومت کا معاہدہ

جنگ صفین کے عبرت آموز درس

جنگ کے نتائج

سرکشوں کی تشکیل و گروہ بندی

حضرت علیؑ خوارج کے درمیان

منافقین کی تحریک

سوالات

حوالہ جات

## خارج کی نامزدگی

ان سرکشوں اور باغیوں کی حماقتیں اور کوتاہیوں جو بعد میں (خارج) کے نام سے مشہور ہوئے ایک دو نہ تھیں۔ ان سے جو لغزشیں اور خطائیں سرزد ہوئیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ انہوں نے حاکم کا انتخاب صحیح نہیں کیا۔ اگرچہ ان کا دعویٰ تو یہ تھا کہ انہوں نے غیر جانبدار شخص کو منتخب کرنے کی کوشش کی ہے۔ مگر جس شخص کو انہوں نے اس کام کے لئے نامزد کیا اس کی عداوت و دشمنی حضرت علیؑ کے ساتھ دوسروں کی نسبت کہیں زیادہ تھی۔ لیکن اس کے برعکس معاویہ کو حق انتخاب اس شخص کیلئے دیا گیا کہ جو اس سے کہیں زیادہ مال و جاہ کا حریص اور اس کا فرمانبردار تھا۔

ابو موسیٰ وہ شخص تھا جس نے اس وقت جبکہ کوفہ کی فرمانروائی اس کے ہاتھ میں تھی اپنے پیشوا کے حکم سے سرتابی کی تھی اور جنگ جمل کے موقع پر لوگوں کو حضرت علیؑ کی مدد سے منع کیا تھا۔

چنانچہ یہی وجہ تھی کہ حضرت علیؑ نے انہیں ایک خط میں لکھا تھا کہ تمہاری طرف سے جو بات مجھ تک پہنچی ہے اس میں تمہارا نفع بھی ہے اور نقصان بھی۔ جیسے ہی میرا پیغام رساں تمہارے پاس پہنچے تم اپنی کمر کس لینا۔ اور اس پر مضبوطی سے پٹکا باندھ لینا۔ اور اپنی کمین گاہ سے نکل کر باہر آجانا۔ جو افراد تمہارے ساتھ ہیں انہیں بھی باخبر کر دینا۔ اگر میرے اس حکم پر عمل کرنا مقصود ہو تو قدم آگے بڑھانا۔ اگر خوف غالب ہو اور سستی تمہارے وجود سے عیاں ہوتی ہو تو کہیں اور نکل جانا۔ خدا کی قسم تمہاری گیلی اور سوکھی ہر لکڑی کو جلا کر خاک کر دوں گا۔ اور اتنا موقع نہیں دوں گا کہ بیٹھ کر دم لے سکو تمہیں پیٹھ پیچھے جس چیز کا خوف اور ڈر ہے اسے بھی تم اپنے سامنے پاؤں گے۔<sup>(۱)</sup>

لیکن اس سرکش کارندے نے نہ صرف کمر ہی نہ کسی اور حضرت علیؑ کی دعوت کا مثبت جواب

نہ دیا بلکہ حضرت علی ؓ کا وہ وفد جو حضرت امام حسن ؓ کی سرکردگی میں گیا تھا اس کی بھی مخالفت کی۔ اور جو لوگ اپنا فرض ادا کرنے کی غرض سے ابو موسیٰ کے پاس آئے تھے تاکہ اپنا فریضہ معلوم کریں تو یہ ان سے کہتا تھا کہ اگر آخرت کی فکر ہے تو اپنے گھروں میں جا کر بیٹھو۔ عثمان کی بیعت ابھی ہماری گردنوں پر ہے۔ اگر جنگ کرنا ہی مقصود ہے تو پہلے عثمان کے قاتلوں سے جنگ کرو۔<sup>(۲)</sup>

اسی وجہ سے جنگ جمل میں حضرت علی ؓ کے اقدام کو ایک قسم کا فتنہ بتایا تھا اور رسول خدا ﷺ سے یہ حدیث نقل کی تھی کہ جس وقت فتنہ پیا ہو تو بیٹھے رہنے سے بہتر ہے کہ لیٹ جاؤ۔ اگر کھڑے ہو تو بہتر ہے کہ بیٹھ جاؤ اور اگر چل رہے ہو تو اس سے اچھا ہے کہ اپنی جگہ کھڑے رہو۔ یہ کہہ کر وہ لوگوں کو اس بات کی جانب ترغیب دلا رہا تھا کہ اپنی تلواروں کو میان میں رکھ دو اور نیزوں کو توڑ ڈالو تاکہ اس فتنے کے شران کا دامن کو نہ پکڑ لے۔<sup>(۳)</sup>

آیا ایسا شخص جو اس طرز فکر کا حامل ہو اور جس کا حضرت علی ؓ کے خلاف اس طرح کا یہ موقف رہا ہو، کیا وہ اس لائق ہو سکتا تھا کہ اسے حضرت علی ؓ کے نمائندے کی حیثیت سے منتخب کیا جائے؟

چنانچہ یہی وجہ تھی کہ حضرت علی ؓ ہمیشہ اس فکر میں رہتے تھے کہ وہ لوگ جو توہمات میں غرق ہیں ان پر صحیح افکار کو روشن اور حقیقت کو واضح کر دیا جائے۔ اسی لئے آپ ؓ نے یہ فیصلہ کیا کہ چونکہ ابو موسیٰ کا تعلق خوارج کے گروہ سے ہے حکمیت کے واسطے ان کے منتخب کئے جانے کے مسئلے کو مزید وسیع پیمانے پر پیش کریں۔ اور سب کے سامنے وہ دلائل پیش کر دیں جن کی بنا پر وہ حکمیت کیلئے ان کا نام منظور کرنا نہیں چاہتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے تمام ساتھیوں کو جمع کیا اور فرمایا کہ : یہ جان لو کہ شامیوں نے اس شخص کا انتخاب کیا ہے جو قضیے میں ان سب سے زیادہ نزدیک ہے۔ لیکن تم نے اس شخص کو منتخب کیا ہے جو اس قضیے میں تمہاری نفرت کا سب سے زیادہ حقدار ہے۔ کیا تم بھول گئے ہو کہ یہ ابو موسیٰ ہی تھا جو یہ کہا کرتا تھا کہ جنگ جمل محض ایک فتنہ ہے۔ اس مقصد کیلئے تم اپنی کمانون کے چلے نہ چڑھاؤ اور اپنی تلواروں کو میان میں رکھ لو۔ اگر اس کی اس بات میں حقیقت تھی تو وہ کیوں بحالت مجبوری جنگ صفین میں شریک ہوا۔ اگر یہ صورت حال نہیں

ہے تو اس پر دروغ گوئی کا الزام عائد کیا جانا چاہئے... عمرو عاص کے اندرونی ارادے کو عبداللہ بن عباس کے ذریعے خاک میں ملا دو۔ اس موقع کو ہاتھ سے جانے نہ دو۔ اسلام کے اطراف میں جو سرحدیں ہیں ان کی حفاظت کرو۔ کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ تمہارے شہروں پر حملہ کئے جا رہے ہیں ورتہیں تیروں کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔<sup>(۴)</sup>

امیر المومنین حضرت علیؑ چاہتے تھے کہ عباس کو حکم مقرر کر کے جنگ بندی کے ان تلخ و ناگوار اثرات کو کم کر دیں جنہوں نے ان لوگوں کے دل و دماغ پر غفلت کا پردہ ڈال دیا تھا۔ کیونکہ عمرو عاص کی نیرنگیوں اور دیگر کمزوریوں سے دوسروں کے مقابل وہ زیادہ واقف و باخبر تھے۔ اس کے علاوہ مذاکرہ میں بھی وہ ان سے زیادہ محکم و قوی تھے۔<sup>(۵)</sup>

لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضرت علیؑ کی بات کسی کی کان تک نہیں پہنچی اور کسی کے دل و دماغ پر اس کا اثر نہ ہوا۔ اشعث تو حضرت علیؑ کی بات سن کر ہی برافروختہ ہو گیا بالخصوص اس وقت جب کہ اس نے یہ دیکھا کہ جس شخص کو مذاکرے کیلئے منتخب کیا جا رہا ہے وہ قریش میں سے ہے۔ اور اشعث یہ سمجھتا تھا کہ ان کا حکم مقرر کیا جانا قبیلہ یمن کی مذمت کئے جانے کی واضح و روشن دلیل ہے۔ اور اسی بنا پر وہ کہہ رہا تھا کہ عبداللہ بن عباس میں حکم ہونے صلاحیت نہیں ہے۔ چنانچہ انہوں نے ناراض ہو کر با آواز بلند کہا کہ: خدا کی قسم قیامت تک قبیلہ مضر کے افراد بیک وقت حکم نہیں بنائے جاسکتے۔<sup>(۶)</sup> معاویہ نے چونکہ حکم کیلئے قبیلہ مضر کے شخص کا انتخاب کیا ہے اس لئے آپؑ ایسے شخص کا انتخاب کریں جو قبیلہ یمن کے لوگوں میں سے ہو۔ اس پر آپؑ نے فرمایا کہ: مجھے ڈر ہے کہ کہیں تمہارا یمنی دھوکہ نہ کھا جائے۔ اشعث نے کہا اگر وہ دھوکہ کھا گیا اور وہ بات جو ہمارے لئے پسندیدہ نہیں اس نے اسی کو فیصلے میں تسلیم کر لیا تو اس سے بہتر ہے کہ دونوں ہی افراد قبیلہ مضر سے ہوں تاکہ ہماری مرضی کے مطابق حکم کے فرائض انجام دے سکیں۔

اس طرح اشعث نے اپنے باطنی نفاق کو ظاہر و آشکار کر دیا۔ وہ اقتدار حاصل کرنے کی غرض سے چاہتا تھا کہ حکم کسی ایسے شخص کو بنایا جائے جو انہی کے قبیلے کا ہو۔ لیکن اس نظریے کے پس

پشت ان یمنیوں کا قبائلی تعصب کارفرما تھا جو سپاہ عراق و شام میں بکثرت شامل تھے۔ ایسی صورت میں اگر دو حکم میں سے ایک اسی قبیلے کا ہو تو وہ کیوں نہ خلافت پر نظر رکھیں۔ ابو موسیٰ کے موقف سے اشعث بخوبی واقف تھا اور یہ جانتا تھا کہ وہ معاویہ کی طرفداری نہیں کرے گا۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ ابو موسیٰ اسے بھی فتنہ سمجھتا تھا۔ اس کے برعکس دوسری طرف ان کے ماضی کو مد نظر میں رکھتے ہوئے کہا جاسکتا تھا کہ وہ حضرت علیؑ کا بھی جانبدار نہ ہوگا۔ چنانچہ اسی وجہ سے اسے بہترین طاقت سمجھا گیا تھا۔

اشعث کتنا اقتدار پسند اور جاہ طلب تھا اس کی شاہد ذیل کی داستان ہے۔

طایفہ "بنی ولیعہ" ان طائفوں میں سے تھا جو پیغمبر اکرم ﷺ کی رحلت کے بعد مرتد ہو گئے تھے۔ جس وقت زیاد ابن لبید انصاری نے ان سے جنگ کی اور انہیں اپنی تلوار کی دھار کا مزہ چکھایا تو وہ اشعث کی حمایت حاصل کرنے کی غرض سے طائفہ کندہ کے سردار کے پاس گئے اس نے اس موقع کو سلطنت حاصل کرنے کا بہانہ سمجھا اور ان سے کہا کہ اگر تم مجھے اپنا بادشاہ تسلیم کر لو تو میں تمہاری مدد کرنے کیلئے تیار ہوں۔ انہوں نے اس شرط کو مان لیا۔ چنانچہ وہ بھی دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا۔ اور "قطحان" خاندان کے بادشاہوں کی طرح رسم تاج پوشی ادا کی گئی۔<sup>(۷)</sup>

اس کے بعد ان کی قیادت کرتے ہوئے وہ مسلمین کے ساتھ برسرِ پیکار ہوا۔ لیکن زیاد کے لشکر نے جیسے ہی دباؤ ڈالا اور اس قلعے کا جس میں اس نے پناہ لی تھی محاصرہ کیا تو انہوں نے فیصلہ کیا کہ اپنی زندگی کو خیانت کے ذریعے خرید لیں اور اپنے ساتھیوں سے دور ہو کر اس نے اپنے نیز اپنے دس قرابت داروں کے لئے پناہ مانگی۔ اس کے بعد اس نے قلعے کا دروازہ کھول دیا اور باقی لشکر کو موت کے منہ میں دھکیل دیا۔<sup>(۸)</sup>

ان خیانت کاریوں کی وجہ سے اسے مسلمانوں اور کفار کے درمیان ہمیشہ لعن طعن اور نفرت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ بالخصوص کندہ طائفے کی عورتیں اس بزدلی اور خیانت کاری کی وجہ سے جو اس سے سرزد ہوئی تھی اور جس کے باعث اس طائفے کے ایک گروہ کو سخت نقصان پہنچا تھا، سخت

لعنت و ملامت کیا کرتی تھیں۔ اور عام طور پر "عرف النار" (آگ لگانے والا جاسوس) کہا کرتی تھیں۔ اور اس اصطلاح کا اطلاق اس شخص پر کیا جاتا تھا جس کی سرشت میں مکر، فریب اور دغا بازی شامل ہو۔<sup>(۹)</sup>

ابوموسیٰ بھی جس کا نام اشعث نے حکمت کیلئے پیش کیا تھا۔ کسی طرح بھی اشعث سے کم نہ تھا۔ جس وقت جنگ جاری تھی اس نے جانبین کی طرف سے کنارہ کشی اختیار کر کے اور شام میں اس مقام پر جو "عرض" کے نام سے مشہور تھا گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی۔ لیکن جیسے ہی اس کے غلام نے یہ اطلاع دی کہ لوگ جنگ سے دست کش ہو گئے ہیں اور تمہارا نام حکم کی حیثیت سے لیا جا رہا ہے تو صفین کی جانب روانہ ہوا اور امیر المومنین حضرت علیؑ کے لشکر تک پہنچ گیا۔

مالک اشتر اور احنف ابن قیس جیسے امیر المومنین حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور ابوموسیٰ کے اوصاف و افکار بیان کرنے کے بعد عرض کیا کہ انہیں حکم منتخب نہ کیا جائے۔ اس ضمن میں انہوں نے یہ بھی کہا کہ اس کا اعلان کرنے کیلئے وہ خود تیار ہیں۔

امیر المومنین حضرت علیؑ نے ان کا نظریہ لوگوں کے سامنے بیان کیا۔ لیکن اس پر خوارج نے کہا کہ ہم ابوموسیٰ کے علاوہ کسی دوسرے شخص کو منتخب نہ کریں گے۔<sup>(۱۰)</sup>

اس سلسلے میں انہوں نے مزید کہا کہ: ابوموسیٰ وہ شخص ہیں جن پر شام و عراق کے لوگوں کو اعتماد ہے۔ وہ رسول خدا ﷺ کے پاس یمن کے لوگوں کا نمائندہ بن کر آچکے ہیں اور مال غنیمت کے سلسلہ میں حضرت ابوبکر کے امین اور حضرت عمر کے کار گزار رہ چکے ہیں۔<sup>(۱۱)</sup>

آخر کار ابوموسیٰ اشعری سپاہ عراق کی جانب سے حکمت کیلئے مقرر کر دیا گیا۔

### حکمت کا معاہدہ

جب حکمین مقرر کر لئے گئے تو معاہدہ صلح اس طرح لکھا گیا (بذا ماتقاضی علیہ علی بن ابی طالب امیر المومنین علیہ السلام و معاویہ بن ابی سفیان...) لیکن اس پر

معاویہ نے اعتراض کیا اور کہا کہ: اگر میں نے انہیں امیر المؤمنین تسلیم کر لیا ہوتا تو ان سے جنگ نہ کرتا۔ عمرو عاص نے بھی یہی کہا کہ: ہر چند علیؑ تمہارے امیر ہیں لیکن وہ ہمارے نہیں۔ اس لئے صرف ان کا اور ان کے والد کا نام لکھا جائے۔<sup>(۱۳)</sup> لیکن احنف بن قیس نے کہا کہ: اس لقب کو حذف نہ کیا جائے اس کے لئے خواہ کتنا ہی خون ہو جائے کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ اگر یہ لقب ایک دفعہ حذف کر دیا گیا تو پھر واپس نہ دیا جائے گا۔<sup>(۱۴)</sup>

امیر المؤمنین حضرت علیؑ کافی دیر تک اس فکر میں محو رہے کہ یہاں تک کہ اشعث آیا۔ اس کی آنکھوں میں فاتحانہ چمک تھی اور لہجہ خیانت سے سرشار و شرابور۔ اس نے فخریہ انداز میں کہا کہ: اس نام کو حذف کر دیجئے۔

امیر المؤمنین حضرت علیؑ کو ماضی کا وہ واقعہ یاد آ گیا جب کہ "صلح حدیبیہ" کا معاہدہ لکھا جا رہا تھا "ہذا ما تصالح علیہ محمد رسول اللہ و سہیل" ابن عمرو سہیل کو یہ ضد تھی کہ لقب "رسول اللہ" حذف کیا جائے اور رسول اکرم ﷺ انتہائی صبر سے اس کی اس ضد کو برداشت کر رہے تھے۔

حضرت علیؑ کیلئے لقب رسول اللہ حذف کرنا گوارا نہ تھا لیکن رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ اسے حذف کر دیا جائے اور فرمایا کہ اس لقب کے حذف کئے جانے سے مجھے رسالت سے تو محروم نہیں کر دیا جائے گا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے حضرت علیؑ کی جانب رخ کر کے فرمایا کہ: ایک دن تمہارے سامنے بھی یہی مسئلہ آئے گا۔ اگرچہ تمہیں بہت زیادہ کوفت ہوگی مگر تمہیں بھی یہی کرنا ہوگا۔<sup>(۱۵)</sup>

اب وہ زمان موعود آن پہنچا تھا۔ چنانچہ حضرت علیؑ نے پوری رضا و رغبت اور مکمل اطمینان کے ساتھ اس کلام کو ملحوظ رکھتے ہوئے جو رسول گرامی ﷺ کے زبان مبارک سے ادا ہوا تھا فرمایا کہ: "لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر" تاریخ خود کو دھرا رہی ہے...<sup>(۱۶)</sup>

آج میں ان کی آل و اولاد کیلئے اس طرح لکھ رہا ہوں جیسا رسول خدا ﷺ ان کے آبا و اجداد کیلئے تحریر فرما چکے ہیں۔ (۱۷)

معادے کا متن لقب "امیر المؤمنین" حذف کر کے طرفین کی اتفاق رائے سے جس طرح تحریری شکل میں آیا اس کا اجمالا ذکر ہم ذیل میں اس کے اہم نکات کے ساتھ کریں گے۔

۱۔ طرفین قرآن و سنت پیغمبری ﷺ کے مطابق حکم خداوندی کو قبول کریں گے۔ حکم قرآن او سنت رسول ﷺ کے جو خلاف ہے اسے وہ دور کرنے کی کوشش کریں گے۔

۲۔ حکمین ابو موسیٰ اشعری اور عمرو عاص ہیں۔ جب تک حق سے تجاوز نہ کریں ان کے جان و مال اور ناموس کو حفظ و امان میں رکھا جائے گا۔

۳۔ حکمین اور تمام مسلمین پر فرض ہے کہ وہ حکم کو قرآن و سنت کے مطابق قبول کریں۔ اور اس پر عمل پیرا ہوں۔

۴۔ جب تک حکمین کا حکم جنگ بندی برقرار ہے اس وقت تک طرفین میں سے کسی کو بھی دوسرے پر تجاوز کرنے کا حق نہیں۔

۵۔ منصفین کو اختیار ہے کہ وہ شام و عراق کے درمیان کوئی متوسط نقطہ متعین کر سکتے ہیں۔ ان افراد کے علاوہ جن کے بارے میں اتفاق رائے ہو گا کسی بھی شخص کو مجلس منصفین میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ منصفی کی مدت ماہ رمضان کے آخر تک معین ہے۔

۶۔ اگر منصفین نے مقررہ مدت تک قرآن و سنت کے مطابق حکم صادر نہیں کیا تو طرفین کو حق حاصل ہو گا کہ اپنی پہلی حالت پر واپس آجائیں اور ایک دوسرے سے جنگ کریں۔

مذکورہ معادے پر حضرت علیؑ کے طرفداروں میں سے عبداللہ بن عباس، مالک اشتر، حضرت امام حسن (ع)، حضرت امام حسین (ع)، سعید بن قیس نیز اشعث نے اور معاویہ کی طرف سے حبیب بن مسلمہ، ابوالاعور بصری وغیرہ نے دستخط کئے۔ (۱۸)

اور اس طرح ایک سو دس روزہ جنگ ستر مرتبہ سے زیادہ مقابلوں کے بعد تاریخ ۱۷ صفر

سنہ ۳۷ ہجری کو اختتام پذیر ہوئی۔<sup>(۱۹)</sup>

مورخین نے اس جنگ کے جانی نقصانات کے مختلف اعداد درج کیے ہیں۔ بعض نے مقتولین کی تعداد ایک لاکھ دس ہزار بتائی ہے۔ جن میں سے نوے ہزار شام کے سپاہی اور بیس ہزار عراقی فوج کے لوگ شامل تھے اور پچیس ہزار عراق کے لوگ۔<sup>(۲۰)</sup>

### جنگ صفین کے عبرت آموز سبق

جنگ صفین کا نتیجہ اسلام کی فتح و نصرت کے ساتھ یہ ہونا چاہیے تھا کہ فتنہ و فساد و نیز درخت نفاق کی بیج کئی ہو اور اس کے ساتھ ہی فرمانروائے شام کی بیدادگری کا قلع قمع ہو جائے۔ لیکن عراقی فوج کے بعض کمانڈروں کی خود سری اور امیر المومنین حضرت علیؑ کے حکم سے روگردانی کے باعث جو نتائج برآمد ہوئے وہ انتہائی تلخ و ناگوار ہونے کے ساتھ، عبرت آموز بھی ثابت ہوئے اس سے قبل کہ جنگ صفین کے نتائج کا اجمالی جائزہ لیا جائے ہم یہاں اس کے بعض درس آموز نکات کی جانب اشارہ کریں گے:

۱۔ جنگ صفین نے ثابت کر دیا کہ معاویہ کے بارے میں امیر المومنینؑ نے جو بھی پیشین گوئی کی اور ابتدائے امر سے ہی جتنے بھی موقف اختیار کئے وہ تمام حق پر مبنی تھے اور اس بات کے آئینہ دار تھے کہ حضرت علیؑ کو ایسے عناصر کی کتنی گہری شناخت تھی۔

معاویہ کی سیاسی سرگرمی کے باعث ناسازگار ماحول پیدا ہو گیا تھا اور وہ افراد جنہوں نے اپنے کمروفر کی خاطر انھیں ان کے مرتبے پر برقرار رکھا تھا اگر اس ہنگامہ آرائی میں سرگرم عمل نہ ہوتے تو وہ تمام ہلاکتیں تباہیاں نہ ہوتیں جو اس جنگ کی وجہ سے رونما ہوئیں امیر المومنین حضرت علیؑ نے اس کی معزولی کا فرمان جاری کر کے اور جنگ و نبرد آزمائی کے ذریعے اس کی سرکشی و بالادستی کا جس طرح قلع و قمع کیا اس سے آپؑ نے یہ ثابت کر دیا کہ اس جیسے کسی بھی غیر پسندیدہ عنصر کو ہرگز برداشت نہیں کیا جاسکتا تھا۔

۲۔ جنگ کے دوران لشکر شام پر یہ بات ثابت ہو گئی کہ لشکر اسلام کو قوت ایمانی اور دلیرانہ حوصلہ مندی کے باعث اس پر نمایاں فضیلت و برتری حاصل ہے چنانچہ یہی وجہ تھی کہ معاویہ نے اپنی شکست و نابودی سے نجات پانے کے لئے فریب کاری و نیرنگی کا سہارا لیا۔

بلاشک و تردید کہا جاسکتا ہے کہ اس فضیلت و برتری کا بنیادی عامل خود حضرت علی ؓ نیز ان کے فرزندوں اور اصحاب کا جذبہ ایثار و قربانی تھا۔

۳۔ اسلامی افواج جب تک حضرت علی ؓ کے زیر فرمان رہیں انھیں نمایاں کامیابی حاصل ہوئی لیکن جیسے ہی افواج کے سرداروں نے خود سری اختیار کر کے آپ کے احکام سے روگردانی کی تو نہ صرف مسلمانوں بلکہ دین اسلام کو سخت ناگوار نتائج و حادثات سے دوچار ہونا پڑا۔

۳۔ جنگ صفین نے یہ سبق سکھایا کہ اگر پیر و ان حق اپنے موقف پر ثابت قدم رہیں تو حق ہی غالب رہتا ہے۔ اور اس کا ہی بول بالا ہوتا ہے۔ اس کے برعکس اگر وہ اپنے جزئی جانی مالی نقصان کی وجہ سے اپنے موقف سے پھر جائیں اور سازش و ریشہ دوانی کا رویہ اختیار کر لیں تو ظاہر ہے کہ باطل کو ہی ان پر برتری و بالا دستی حاصل ہو گئی۔

## جنگ کے نتائج

صفین کی تباہ کن جنگ کے باعث دونوں ہی لشکروں کا سخت مالی و جانی نقصان ہوا اس کے ساتھ ہی اس جنگ کے جو سود مند و ضرر رساں نتائج برآمد ہوئے ان کی کیفیت مندرجہ ذیل ہے۔

۱۔ جب لشکر عراق میدان جنگ سے واپس آیا تو اس کی فوج میں سخت باہمی اختلاف پیدا ہو گیا۔ چنانچہ ان میں سے بعض کو تو میدان کارزار ترک کرنے کا اتنا سخت افسوس و ملال ہوا تھا کہ ان کے دلوں میں ان لوگوں کے خلاف دشمنی و عداوت پیدا ہو گئی جو میدان جنگ ترک کرانے کے اصلی محرک تھے۔ چنانچہ یہ دشمنی و عداوت اس حد تک پہنچی کہ بھائی بھائی سے اور بیٹا باپ سے

نفرت کرنے لگا۔ اور کہیں کہیں تو نوبت یہاں تک آئی کہ انہوں نے ایک دوسرے کو خوب زدکوب کیا۔<sup>(۲۱)</sup>

۲۔ اگرچہ معاویہ کا نقصان بہت زیادہ ہوا لیکن اس کے باوجود وہ عمرو عاص کی نیرنگی کے باعث اپنی سیاسی حیثیت برقرار رکھنے میں کامیاب ہو گیا۔ جنگ سے قبل وہ امیر المؤمنین حضرت علیؓ کی حکومت کا معزول و باغی کار گزار تھا لیکن اس معاہدے کی رو سے جو اس جنگ کے بعد کیا گیا اس کا مرتبہ حضرت علیؓ کے ہم پایہ و ہم پلہ تھا۔ اور اسے سرکاری سطح پر رہبر شام تسلیم کر لیا گیا تھا۔

۳۔ اگرچہ لشکر عراق میں ایسے سپاہیوں کی تعداد کم ہی تھی جنہوں نے اس جنگ سے درس عبرت لیا اور راہ حق پر کار بند رہے لیکن اس میں ایسے ظاہرین فوجیوں کی تعداد بہت زیادہ تھی جو منافق اور اقتدار پرست افراد کے دام فریب میں آگئے اور انہوں نے اپنی نیز دین اسلام کی تقدیر کو جیلہ گر، نیرنگ ساز کج اندیش حکمیں کے حوالے کر دیا اور اپنے لئے مصائب و آلام کو دعوت دے دی۔

۴۔ اس جنگ کا دوسرا اہم نتیجہ فتنہ و آشوب کا بیج بویا جانا تھا اور یہ درحقیقت عراقی فوج کے بعض نادان افراد کی خود سری و ضد کا ثمرہ تھا۔

چنانچہ اشعث اس معاہدے کو لے کر دونوں لشکروں کے سپاہیوں کی جانب روانہ ہوا اور اس کی شرائط پڑھ کر انہیں سنائیں۔ شامیوں نے سن کر خوشی کا اظہار کیا اور انہیں قبول بھی کر لیا لیکن فوج عراق میں سے بعض نے تو اس پر رضایت ظاہر کی، بعض نے مجبور انہیں پسند کیا مگر چند ایسے بھی تھے جنہوں نے سخت مخالفت کی اور معترض ہوئے۔

مخالفت کی پہلی صدا طایفہ "عنزہ" کی جانب سے بلند ہوئی جو چار ہزار سے زیادہ افراد پر مشتمل تھا۔ اور ان میں دو افراد نے بلند کہا لا حکم الا للہ یعنی خدا کے علاوہ کسی کو حاکمیت کا حق نہیں۔ اس کے بعد وہ معاویہ کے لشکر پر حملہ آور ہو گئے مگر شہید ہوئے۔<sup>(۲۲)</sup>

دوسرے مرحلے پر "بنی تمیم" کا نعرہ سنا گیا بلکہ اس قبیلے کے ایک فرد نے تو اشعث پر حملہ بھی کر دیا۔ اور کہا کہ امر خداوندی میں افراد کو حاکم قرار دیا جاسکتا ہے ایسی صورت میں ہمارے جوانوں کے خون کا کیا انجام ہوگا؟ (۲۳)

تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ لا حکم الا للہ کا ہلہ و غلغلہ بیشتر سپاہیوں کے گلے سے جوش مارنے لگا۔ انہوں نے اپنے گزشتہ عمل کی اس طرح اصلاح کی کہ "حکیت" کے لئے راضی ہو جانا دراصل ہماری اپنی ہی لغزش تھی لیکن اپنے کئے پر ہم اب پشیمان اور توبہ کے طلب گار ہیں چنانچہ انہوں نے علی ؑ سے کہا کہ جس طرح ہم واپس آگئے ہیں آپ ؑ بھی آجائے نہ ہم آپ ؑ سے بیزار ہو جائیں گے۔ (۲۴)

وہ اس قدر جلد پشیمان ہوئے کہ انہوں نے پوری سنجیدگی سے یہ مطالبہ کر دیا کہ معاہدہ جنگ بندی پر کار بند نہ رہا جائے۔ لیکن حضرت علی ؑ نے آیات مبارکہ و افوا بجد اللہ اذا عاہدتم ولا تنتقضوا الایمان بعد توکیدہا (اللہ کے عہد کو پورا کرو جب تم نے ان سے کوئی عہد باندھا ہو اور اپنی قسمیں پختہ کرنے کے بعد توڑ نہ ڈالو) (۲۵) اور افوا بالعقود (لوگو بندشوں کی پوری پابندی کرو) (۲۶) سنا کر انہیں عہد و پیمان شکنی سے باز رکھا (۲۷)

مگر ان کی سست رائے اور متزلزل ارادے پر اس کا ذرا بھی اثر نہ ہوا جنگ کی کوفت کے آثار بھی ان کے چہرے سے زائل نہ ہونے تھے کہ دوسرے فتنے کا بیج بودیا گیا۔

### سرکشوں کی تشکیل و گروہ بندی

جب جنگ صفین ختم ہو گئی تو امیر المؤمنین حضرت علی ؑ کو فہ واپس تشریف لے آئے لیکن جو لوگ سرکش و باغی تھے وہ راہ میں آپ ؑ سے علیحدہ ہو گئے۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اس وقت جب کہ جنگ پوری اوج پر تھی تو حضرت علی ؑ کو یہ دھمکی دی تھی کہ جنگ بندی کا اعلان کیجئے ورنہ ہم آپ ؑ کو قتل کر ڈالیں گے اور حکیت کا تعین ہو جانے کے بعد انہی افراد نے لا حکم الا للہ کا نعرہ

بلند کیا تھا اور "صرو راوی" (۲۸) نامی مقام پر تقریباً بارہ ہزار افراد نے قیام کیا اور یہاں خود ایک مستقل گروہ کی شکل اختیار کر لی جہاں انہوں نے "شبث بن ربیع" کو اپنا فرماندار اور "عبد اللہ بن کواء" کو اپنا امام جماعت مقرر کیا۔ (۲۹)

حضرت علیؑ کے اصحاب نے جب اس واقعے کے بارے میں سنا تو اس خیال کے پیش نظر کہ وہ اپنی وفاداری کا حضرت علیؑ پر دوبارہ اظہار کریں انہوں نے آپؑ کے ساتھ نیا عہد کیا اور وہ یہ تھا کہ دوستان علیؑ کے ساتھ دوست اور آپؑ کے دشمنوں کے ساتھ دشمن کا سلوک روارکھیں۔ لیکن خوارج نے اس وعدہ کو کفر و گناہ سے تعبیر کیا اور شیعان علیؑ سے کہا کہ تمہاری اور شامیوں کی مثال ان دو گھوڑوں کی سی ہے جنہیں دوڑ کے مقابلے میں لگایا گیا ہو چنانچہ اس راہ میں تم کفر کی جانب بڑھ گئے ہو۔

### حضرت علیؑ خوارج کے درمیان

جب خوارج، حضرت علیؑ سے علیحدہ ہو گئے تو آپؑ نے یہ سوچ کر کہ ان کے ساتھ زیادہ نزدیک سے ملاقات کی جائے اور ان کے ذہنوں میں جو پیچیدگیاں پیدا ہو گئی ہیں ان کا حل تلاش کیا جائے۔ سب سے پہلے ابن عباس کو ان کے پاس بھیجا حضرت علیؑ چونکہ ان کے بارے میں جانتے تھے کہ وہ حالات و واقعات کا تجزیہ تو نہیں کر سکتے البتہ حریف کو قائل کرنے کی ان میں غیر معمولی مہارت و صلاحیت ہے اسی لئے آپؑ نے ابن عباس سے تاکید یہ بات کہی کہ ان کے ساتھ گفتگو کرنے میں عجلت نہ کریں بلکہ اس قدر توقف کریں کہ میں ان تک پہنچ جاؤں۔ (۳۰)

لیکن ابن عباس جیسے ہی وہاں پہنچے انہوں نے فوراً ہی بحث و گفتگو شروع کر دی۔ بالآخر انہوں نے بھی مجبوراً اپنی زبان کھولی اور اس آیت مبارکہ ﴿و ان خفتن شقاق بینہما فابعثوا حکما من اہلہ و حکما من اہلہا﴾ (۳۱)

(اور اگر تم کو کہیں شوہر اور بیوی کے تعلقات بگڑ جانے کا اندیشہ ہو تو ایک حکم مرد کے رشتہ

داروں میں سے اور ایک عورت کے رشتہ داروں میں سے مقرر کرو) نیز حکم عقل کے ذریعے ثابت کر دیا کہ "حکیت" کا تقرر شرعاً جائز ہے مگر انہوں نے جواب میں اس مرتبہ بھی وہی بات کہی جو اس سے پہلے کہتے چلے آ رہے تھے۔<sup>(۳۲)</sup>

ابن عباس کے چلے جانے کے بعد حضرت علیؑ بھی اس طرف روانہ ہوئے اور چونکہ یزید بن قیس سے واقفیت تھی اس لئے آپؑ اسی کے خیمے میں پہنچے یہاں دو رکعت نماز ادا کرنے کے بعد آپؑ نے مجمع کی جانب رخ کیا اور دریافت فرمایا کہ تمہارا رہبر کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ "ابن الکوا" اس کے بعد آپؑ نے فرمایا کہ وہ کون سی چیز تھی جس نے تمہیں ہم سے برگشتہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ آپؑ کی جانب سے حکیت کا تعین و تقرر اس پر حضرت علیؑ نے جواب دیا کہ حکیت کی پیشکش تمہاری جانب سے کی گئی تھی۔ میں تو اس کا سخت مخالف تھا انہوں نے حضرت علیؑ کے مدلل جوابات کی تائید کرتے ہوئے اپنی اس نئی راہ و روش کی یہ توجیہ پیش کی کہ ہمارے سابقہ اعمال کفر پر مبنی تھی چنانچہ ہم نے ان سے توبہ کر لی ہے۔ آپؑ بھی تائب ہو جائیے کہ ہم آپؑ کے ہاتھ پر دوبارہ بیعت کر لیں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا انی "استغفر اللہ من کل ذنب" اس پر خوارج نے سمجھا کہ آپؑ نے "حکیت" کو منظور کرنے پر توبہ کی ہے۔ چنانچہ وہ سب آپؑ کے ساتھ کوفہ چلے آئے اور بظاہر اس فتنہ و فساد کا خاتمہ ہو گیا۔<sup>(۳۳)</sup>

### منافقین کی تحریکات

وہ منافق و موقع پرست لوگ جو حکومت کے اقتدار اور مملکت میں امن و امان کی فضا برداشت نہیں کر سکتے تھے جب خوارج کا گروہ واپس گیا تو مختلف قسم کی افواہیں پھیلانے لگے۔ اور یہ کہنا شروع کر دیا کہ امیر المؤمنین حضرت علیؑ حکیت کے معاملے میں پشیمان ہیں وہ اسے گراہی تصور کرتے ہیں اور فکر میں ہیں کہ جنگ کے امکانات پیدا ہو جائیں تاکہ دوبارہ معاویہ کی جانب

روانہ ہو سکیں۔ (۳۴)

یہ افواہیں معاویہ کے کانوں تک بھی پہنچیں اس نے ایک شخص کو کوفہ کی جانب روانہ کیا تاکہ اس سلسلے میں بیشتر اطلاعات فراہم کر سکے۔ امیر المومنین حضرت علیؑ کو معاویہ اچھی طرح جانتا تھا یہ بھی معلوم تھا کہ حضرت علیؑ قرآن اور اسلام کے راستے سے منحرف نہ ہوں گے اور جو عہد و پیمان انہوں نے کیا ہے اس کی وہ بھی خلاف ورزی نہ کریں گے۔ لیکن شاید ظاہر کرنے کے لئے کہ وہ حضرت علیؑ کی حرکات و سکنات کی نگرانی کر رہا تھا اسی لئے اس نے یہ اقدام کیا۔

اس بارے میں یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ معاویہ کو متحرک کرنے کا اصل عامل اشعث تھا۔ اور وہ عہد جنگ بندی کی خلاف ورزی سے متعلق افواہوں کے بارے میں جانتا چاہتا تھا۔ کیونکہ اشعث وہ شخص تھا جو ابن ابی الحدید کے قول کے مطابق معتزلی تھا اور جن کا مقصد حضرت علیؑ کو حکومت میں ہر قسم کی تباہی و بربادی کو فروغ دینا تھا اور مسلمانوں کے لئے ہر طرح کی اضطرابی و پریشانی کا عامل بننا مقصود تھا۔ (۳۵) چنانچہ حضرت علیؑ نے بھی اسے منافق اور کافر بچہ کے ساتھ یاد کیا ہے۔ (۳۶)

اس احتمال کو جو چیز تقویت دیتی ہے وہ یہ ہے کہ جس وقت شام سے حضرت علیؑ کے پاس پیغام پہنچا اور آپؑ سے معاہدے کی خلاف ورزی سے اجتناب کرنے کو کہا گیا تو امیر المومنین حضرت علیؑ کی خدمت میں وہ حاضر ہوا اور ان بہت سے لوگوں کی موجودگی میں جو حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر تھے کہا کہ یہ سننے میں آیا ہے کہ آپؑ حکمیت کو گراہی قرار دیتے ہیں اور اس پر ثابت قدم رہنا آپ کے نزدیک کفر ہے۔ (۳۷)

افواہوں کو بے بنیاد ثابت کرنے اور ان کی حقیقت کو عوام پر واضح و روشن کرنے کے لئے حضرت علیؑ نے ضروری سمجھا کہ مسجد میں تشریف لے جائیں اور وہاں حاضرین سے خطاب کریں چنانچہ آپؑ نے ارشادات عالیہ کے دوران فرمایا کہ: جس شخص کو یہ گمان ہے کہ میں معاہدہ حکمیت پر قائم نہیں ہوں تو اس نے دروغ گوئی سے کام لیا ہے اور جو بھی مسلمان حکمیت کو گراہی کا سبب سمجھتا

ہے وہ دوسروں کے مقابل خود زیادہ گمراہ ہے۔ (۳۸)

حضرت علیؑ کا خطبہ ابھی ختم نہیں ہوا تھا کہ مسجد کے ایک کونے سے یہ آواز سنائی دی کہ "اے علی تم نے ان افراد کو خدا کے دین میں شامل کر لیا" لا حکم الا للہ اس آواز کے بلند ہونے کے ساتھ ہی مسجد کی پوری فضا لا حکم الا للہ کے نعروں سے گونجنے

لگی۔ (۳۹)

منافقین کی تحریکات کا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ خوارج نہ صرف اپنی اصلی حالت پر واپس نہیں آئے بلکہ کینہ و عداوت ان کے دلوں میں پہلے کے مقابل زیادہ گہر کرنے لگا۔ چنانچہ جلسہ ختم ہوا تو لوگ گذشتہ کی نسبت اب زیادہ غم و غصہ اور نفرت کے جذبات سے لبریز شہر کے باہر روانہ ہوئے اور اپنے خیمہ گاہوں میں واپس آگئے۔

## سوالات

- ۱۔ اشعث جنگ بندی کے لئے کیوں بہت زیادہ کوشش کر رہا تھا اس کے مرتد ہونے کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟
- ۲۔ امیر المومنین حضرت علی ؓ ابو موسیٰ کو کون اسباب کی بنا پر منتخب کرنا نہیں چاہتے تھے۔ اشعث اور اس کے حواریوں نے ان کے انتخاب پر کیوں اصرار کیا؟
- ۳۔ صلح حدیبیہ اور معاہدہ صفین کے درمیان کیا باہمی ربط ہے رسول خدا ﷺ کی اس بارے میں کیا پیشین گوئی تھی؟
- ۴۔ جنگ صفین سے مسلمانوں نے کیا سبق سیکھا؟
- ۵۔ جنگ صفین کے کیا نتائج پر آمد ہوئے؟ مختصر طور پر لکھیے
- ۶۔ جب امیر المومنین ؓ کوفہ تشریف لے گئے تو وہ کون تھے جو آپ کے ساتھ کوفہ میں داخل نہ ہوئے ان کی تعداد کتنی تھی؟ انہوں نے اپنے خیمے کہاں لگائے اور ان کا پیش امام کون شخص تھا؟
- ۷۔ خوارج جب کوفہ واپس آگئے تو انہوں نے کیا افواہیں پھیلانیں اور ان میں کون لوگ سرگرم عمل تھے اس سلسلے میں اشعث کیا کردار رہا؟ مختصر طور پر لکھیے؟

## حوالہ جات

- ۱۔ نہج البلاغہ مکتوب ۶۳
- ۲۔ الامامہ و السياسہ ج ۱ ص ۶۱
- ۳۔ نہج البلاغہ خطبہ ۲۳۶ سے ماخوذ
- ۴۔ حضرت علی ؓ نے اپنے خطبے میں بھی اس امر کی جانب اشارہ کیا ہے کہ عباس کو منتخب کرنے میں کیا مصلحت تھی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو وقعہ صفین ص ۵۰۰
- ۵۔ ربیعہ اور مضر کا شمار عرب کے دو بڑے قبیلوں میں ہوتا تھا یہ دونوں قبیلے نزر ابن معد بن عدنان کے فرزند ان، ربیعہ اور مضر کی نسلوں سے تھے قبیلہ ربیعہ کے بیشتر لوگ یمن میں اور مضر کے اکثر افراد حجاز میں آباد تھے یہ دونوں قبیلے اپنے قبائلی مسائل کی بنا پر ایک دوسرے کی جان کے دشمن تھے
- ۶۔ وقعہ صفین / ۵۰۰
- ۷۔ لا انصر کم حتی تملکونی فملکوه و توجہ کمایتوج الملک من قحطان۔
- ۸۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۲۹۵-۲۹۳
- ۹۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۲۹۶، تاریخ طبری ج ۳ ص ۳۳۸
- ۱۰۔ وقعہ صفین ص ۵۰۲-۵۰۰، تاریخ طبری ج ۵ ص ۵۲-۵۱۔ کامل ابن اثیر جلد ۳ / ۳۱۹
- ۱۱۔ الامامہ و السياسہ ج ۱ ص ۱۱۳، وقعہ صفین / ۵۰۲
- ۱۲۔ تاریخ طبری ج ۵ ص ۵۲، کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۳۱۹، وقعہ صفین ۵۰۸، الامامہ و السياسہ ج ۱ ص ۱۱۳
- ۱۳۔ لا تمسح اسم امرة المومنین عنک و ان قتل الناس بعضهم بعضا فانی اتخوف الا ترجع الیک ابدًا
- ۱۴۔ شرح ابن الحدید ج ۲ ص ۲۳۲، وقعہ صفین ۵۰۸، الامامہ و السياسہ ج ۱ ص ۱۱۳
- ۱۵۔ یہ جملہ حضرت علی ؓ کی فرمائش کے مطابق "سنتہ بسنتہ" نقل کیا گیا ہے۔
- ۱۶۔ فالیوم اکتبها الی ابنائهم کما کتبها رسول اللہ الی ابائهم سنة و مثلاً وقعہ صفین ۵۰۸، شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۲۳۲، تاریخ طبری ج ۵ ص ۵۲
- ۱۷۔ وقعہ صفین ص ۵۰۵-۵۰۳، الامامیہ و السياسہ ج ۱ ص ۱۱۵، کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۳۲۰

۱۸\_ مروج الذهب ج ۲ ص ۳۹۲\_ ۳۹۳

۱۹\_ ایضاً

۲۰\_ وقعہ صفین ۵۱۱

۲۱\_ مروج الذهب ج ۲ ص ۳۹۳

۲۲\_ وقعہ صفین ۵۱۲\_ ۵۱۳

۲۳\_ ایضاً

۲۳\_ وقعہ صفین ۵۱۶ / ۵۱۳

۲۵\_ سورہ نحل آیت ۹۰

۲۶\_ سورہ مائدہ آیت ۱

۲۷\_ حروراء ۲۰۰ جگہ کوفہ سے تقریباً نصف فرسخ کے فاصلے پر واقع تھی اور چونکہ انہوں نے یہاں قیام کیا تھا اسی لئے وہ "

حروریہ" کہلائے جانے لگے۔ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۲۹۱

۲۸\_ کامل ابن اثیر ج ۳۲۶۳، مروج الذهب ج ۳۹۵۲

۲۹\_ کامل ابن اثیر ج ۳، ۳۲۷

۳۰\_ سورہ نساء آیہ ۳۵، ابن عباس کی دلیل یہ تھی کہ جب خداوند تعالیٰ نے ایک خاندان کی اصلاح کیلئے ایک منصف ثالث کو

لازم قرار دیا ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ اس کا اطلاق اس عظیم امت پر نہ ہو۔

۳۱\_ کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۳۲۷

۳۲\_ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۹۱، کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۳۲۸، عقد الفرید ج ۲ ص ۳۸۸

۳۳\_ سیرۃ الائمہ الاثنی عشر ج ۱ / ۳۸۹

۳۴\_ کل فساد کان فی خلافة علی علیہ السلام و کل اضطراب حدث فاصله الاشعث، شرح نہج البلاغہ ج ۲ ص

۲۷۹

۳۵\_ علیک لعنتہ اللہ و لعنتہ اللعینین حانک بن حانک منافق بن کافر نہج البلاغہ ج ۱۹

۳۶\_ سیرۃ الائمہ الاثنی عشر ج ۱ / ۳۹۸، شرح نہج البلاغہ علامہ خوئی ج ۳ ص ۱۲۶

۳۷\_ سیرۃ الائمہ الاثنی عشر ج ۱ ص ۳۸۹

۳۸\_ شرح نہج البلاغہ، علامہ خوئی ج ۱ ص ۱۲۷

چودھواں سبق  
مارقین۔ حکمیت کا نتیجہ ورد عمل  
منصفین کا اجتماع  
حکمیت کا نتیجہ اور اس کا رد عمل

مارقین

خوارج کے مقابل حضرت علیؑ کا موقف

منشور

مجموعی نعرہ

بغاوت

معاویہ سے جنگ

خوارج کے ساتھ جنگ کی ضرورت

جنگ کا سدباب کرنے کی کوشش

سوالات

حوالہ جات

## منصفین کا اجتماع

معاویہ نے جب یہ دیکھا کہ حکمیت کے معاملے میں عراقی فوج کی کثیر تعداد امیر المومنین حضرت علی ؑ برگشتہ ہو گئی ہے تو اس نے یہ کوشش شروع کر دی کہ جس قدر جلد ہو سکے حکمیت کا نتیجہ اس کی مرضی کے مطابق برآورد ہو جائے۔ اس مقصد کے تحت اس نے حضرت علی ؑ کے خلاف سرکشی و شورش کا محاذ قائم کر دیا تاکہ وہ اپنے سیاسی موقف کو قائم کر سکے۔ چنانچہ اس ارادے کے تحت اس نے جو نمائندے حضرت علی ؑ کی خدمت میں بھیجے انھیں ہدایت کر دی کہ جس قدر جلد ممکن ہو سکے منصفین اپنا کام شروع کر دیں۔

بلاخرہ ۳۸ھ چار سو افراد کے ہمراہ دو نمائندہ وفد "دومۃ الجندل"<sup>(۱)</sup> نامی مقام پر جمع ہوئے۔ امیر المومنین حضرت علی ؑ کی جانب سے جو وفد بھیجا گیا تھا اس کی سرپرستی کے فرائض ابن عباس انجام دے رہے تھے۔<sup>(۲)</sup> جس وقت یہ وفد روانہ ہونے لگا تو امیر المومنین حضرت علی ؑ کے بعض اصحاب نے ابو موسیٰ کو کچھ ضروری ہدایات بھی کیں<sup>(۳)</sup> جن کا ان پر ذرا بھی اثر نہ ہوا۔ جس وقت اُسے مشورے دیتے رہے تھے تو وہ مسلسل اپنے داماد عبداللہ ابن عمر کی جانب دیکھ رہا تھا اور یہ کہہ رہا تھا کہ: خدا کی قسم اگر میرا بس چل سکا تو عمر کی راہ و رسم کو از سر نو زندہ کروں گا۔<sup>(۴)</sup> عمرو عاص کی جیسے ہی ابو موسیٰ سے ملاقات ہوئی تو وہ اس کے ساتھ نہایت عزت و احترام کی ساتھ پیش آیا اور اس بات کی کوشش کرنے لگا کہ اسے اپنا ہم خیال بنالے ابتدائی مراحل انجام دینے کے بعد وہ دونوں مشاورت کے لئے بیٹھ گئے اور باقی افراد دو جانب کھڑے اس گفتگو کا انتظار کرنے لگے۔

شام کا وفد خاص نظم و ضبط کے ساتھ آیا تھا ملاقاتوں اور گفتگو میں احتیاط کا عنصر غالب تھا اسی اثناء میں معاویہ نے عمرو عاص کو خط لکھا جس کے مضمون کی اطلاع اس کے علاوہ کسی کو نہ ہوئی اس کے برعکس عراقی وفد کے اراکین احتیاط سے دور شور و غوغا پکڑتے ہوئے تھے امیر المومنین حضرت علی ؓ نے بھی ابن عباس کو خط لکھا ابھی قاصد اونٹ سے اترا بھی نہیں تھا کہ لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے۔ اور پوچھنے لگے کہ خط میں کیا لکھا گیا ہے یہی کام انہوں نے ابن عباس کے پاس پہنچ کر کیا لیکن جب انہوں نے خط کے مضمون کو ان سے پوشیدہ رکھنا چاہا تو لوگ ان کے بارے میں بدگمانی کرنے لگے اور ان کے بارے میں چرچے ہونے لگے یہاں تک کہ ابن عباس کو ان کی حماقت و ضد پر غصہ آ گیا انہوں نے سرزنش کرتے ہوئے درشت لہجے میں کہا کہ : افسوس تمہاری حالت پر تمہیں کب عقل آئے گی دیکھتے نہیں ہو کہ معاویہ کا قاصد آتا ہے اور کسی کو یہ تک معلوم نہیں ہوتا کہ کیا پیغام لے کر آیا ہے وہ اپنی بات کو ہوا تک لگنے نہیں دیتے اور ایک تم ہو کہ میرے بارے میں ہر وقت بدگمانی کرتے رہتے ہو۔<sup>(۵)</sup>

### حکمت کا نتیجہ اور اس کا رد عمل

منصفین کے درمیان بحث و گفتگو تقریباً دو ماہ تک جاری رہی مذاکرات کے دوران ابو موسیٰ کی یہ کوشش رہی کہ عمرو عاص امور خلافت کو عبداللہ ابن عمر کی تحویل میں دے دے دوسری طرف عمرو عاص معاویہ کی تعریف کے پل باندھے چلا رہا تھا اور اسے عثمان کا ولی و جانشین کہتے اس کی زبان نہیں تھکتی تھی۔ وہ یہ کوشش کر رہا تھا کہ کس طرح ابو موسیٰ کو قائل کر لے اور یہ کہنے پر مجبور کرے کہ خلافت اسی کا حصہ ہے۔

بلاخرہ نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ فریقین نے اس بات پر اتفاق کیا کہ "حضرت علی ؓ اور معاویہ دونوں ہی خلافت سے دست بردار ہو جائیں اور امور خلافت کو مشاورت کی صوابدید پر چھوڑ دیں اس موافقت کے بعد اعلان کیا گیا کہ لوگ حکمت کا نتیجہ سننے کے لئے جمع ہو جائیں۔

جب لوگ جمع ہو گئے تو ابو موسیٰ نے عمرو عاص کی جانب رخ کیا اور کہا کہ نبر پر چڑھ کر اپنی رائے کا اعلان کر دو عمرو عاص تو اول دن سے ہی اس بات کا متمنی تھا اور اسی لئے وہ ابو موسیٰ کی تعریف و خوشامد کرتا رہتا تھا مگر اس نے استعجاب کرتے ہوئے کہا کہ : سبحان اللہ حاشا وکلا کہ یہ جسارت کروں اور آپ کی موجودگی میں نبر پر قدم رکھوں، خداوند تعالیٰ نے ایمان و ہجرت میں آپ کو مجھ پر فوقیت عطا کی ہے آپ اہل یمن کی طرف سے نمائندہ بن کر رسول خدا ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو چکے ہیں اور پھر رسول مقبول ﷺ کی جانب سے آپ ہی نمائندہ بنا کر یمن کے لوگوں کے پاس بھیجے گئے تھے... اس کے علاوہ سن و سال میں آپ مجھ سے بڑے ہیں اس بنا پر آپ ہی گفتگو شروع کریں (۶)

ابو موسیٰ گفتگو شروع ہی کرنا چاہتا تھا کہ ابن عباس نے کہا کہ عمرو عاص تمہیں دام فریب میں لانے کی فکر میں ہے گفتگو کا آغاز اسے ہی کرنے دو کیونکہ وہ بہت عیار اور نیرنگ ساز آدمی ہے مجھے یقین نہیں کہ جس چیز پر اس نے اپنی رضایت ظاہر کی ہے اس پر وہ عمل بھی کرے۔

لیکن ابو موسیٰ نے ابن عباس کی نصیحت پر عمل نہیں کیا اور اس نیک مشورے کے باوجود وہ نبر پر چڑھ گیا اور اعلان کیا کہ ہم نے اس امت کے امور پر غور کیا اور اس نتیجے پر پہنچے کہ وحدت نظر سے بڑھ کر ایسی کوئی شئی نہیں جو اس درہم برہم حالت کی اصلاح کر سکے۔ چنانچہ میں نے اور میرے حریف ساتھی "عمرو" نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ علیؑ اور معاویہ دونوں ہی خلافت سے دستبردار ہو جائیں اور اس معاملے کو مسلمانوں کی مجلس مشاورت کی تحویل میں دے دیا جائے تاکہ جس شخص کو یہ مجلس مشاورت پسند کرے اسے ہی منصب خلافت پر فائز کیا جائے۔

اس کے بعد اس نے پروقار لہجے میں کہا کہ میں نے علیؑ اور معاویہ کو خلافت سے برطرف کیا۔ اس کے بعد عمرو عاص نبر پر گیا اور اس نے باواز بلند کہا کہ لوگو تم نے اس شخص کی باتیں سن لیں میں بھی علیؑ کو ان کے مقام سے برطرف کرتا ہوں لیکن اپنے دوست معاویہ کو اس منصب پر مقرر کرتا ہوں کیونکہ انہوں نے عثمان کے خون کا بدلہ لیا ہے اور اس منصب کے لئے وہ مناسب

ترین شخص ہے یہ کہہ کر وہ نبر سے نیچے اتر آیا۔

مجلس میں ایک دم شور و ہیجان پیا ہو گیا لوگ طیش میں آکر ابو موسیٰ پر پل پڑے بعض نے عمرو عاص پر تازیانہ تک اٹھالیا ابو موسیٰ نے شکست کھائے ہوئے انسان کی طرح اپنے خیانت کار حریف کی اس حرکت پر اعتراض کیا تجھے یہ کیا سوچھی؟ خدا تجھے نیک توفیق نہ دے تو نے خیانت کی ہے اور گناہ کا مرتکب ہوا ہے تیری حالت کتے جیسی ہی ہے اسے چاہے مارا جائے یا چھوڑ دیا جائے وہ ہر حالت میں بھونکتا ہی رہتا ہے اس پر عمرو نے جواب میں کہا کہ تیری حالت اس گدھے کی سی ہے جس پر کتاہیں لدی ہوئی ہیں۔<sup>(۷)</sup>

حکیمیت کا معاملہ اس تلخ انجام کے ساتھ اختتام پذیر ہوا ابو موسیٰ جان کے خوف سے فرار کر کے مکہ چلا گیا عمرو عاص فاتح کی حیثیت سے شام کی جانب روانہ ہوا اور اس نے معاویہ کو خلیفہ کی حیثیت سے سلام کیا۔  
حکیمیت سے جو نتیجہ برآمد ہوا اس نے عراق کے لوگوں کی ذہنی کیفیت کو بری طرح متاثر و مجروح کیا کیونکہ ایک طرف تو خوارج کا غم و غصہ پہلے کی نسبت اب کہیں زیادہ بڑھ گیا تھا کہ جس کا سبب یہ تھا کہ انھیں امید تھی کہ امیر المومنین حضرت علیؑ معاہدے کے منسوخ کرنے پر راضی ہو جائیں گے اور معاویہ کے خلاف اعلان جنگ کر دیا جائے گا دوسری طرف جب یہ افسوسناک خبر کوفہ و بصرہ کے لوگوں تک پہنچی کہ حضرت علیؑ خلافت سے برطرف کر دیئے گئے وہیں تو مسلمانوں کے درمیان اختلافات بہت زیادہ تیر کے آوردان کی خلیج کافی وسیع ہوتی چلی گئی چنانچہ نوبت یہاں تک پہنچی کہ ایک دوسرے کو بر ملا سخت و ست کہنے لگے۔

امیر المومنین حضرت علیؑ نے لوگوں کے درمیان رفع اختلاف، حزن و ملال کے آثار میں کمی اور مسئلہ حکیمیت کے بارے میں رائے عامہ روشن کرنے کی خاطر اپنے فرزند حضرت حسن مجتبیٰؑ کو حکم دیا کہ وہ عوام کے سامنے جا کر تقریر کریں۔  
حضرت امام حسنؑ نبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا لوگو حکمین کے بارے میں تم بہت زیادہ

گفتگو کر چکے ہو ان کا انتخاب اس لئے عمل میں آیا تھا کہ وہ قرآن کی بنیاد پر حکم کریں گے مگر ہوائے نفسانی کی پیروی کرنے کی وجہ سے انہوں نے فیصلہ قرآن کے برخلاف کیا ہے اس بنا پر انھیں حکم نہیں کہا جا سکتا بلکہ وہ محکوم کہلائے جانے کے مستحق ہیں۔

ابو موسیٰ جو عبداللہ بن عمر کا نام تجویز کر چکا تھا تین اعتبار سے لغزش و خطا کا مرتکب ہوا۔ اس کی پہلی لغزش تو یہی تھی کہ اس نے اس کے خلاف عمل کیا جو عمر نے کہا تھا عمر چونکہ اسے خلافت کا اہل نہیں سمجھتے تھے اسی لئے انہوں نے اس کو مجلس مشاورت کا رکن بھی قرار نہیں دیا تھا۔ دوسری لغزش ان کی یہ تھی کہ انہوں نے یہ فیصلہ عبداللہ سے مشورہ کئے بغیر کیا اور انھیں یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ اس پر رضامند ہوں گے یا نہیں۔

تیسری لغزش یہ تھی کہ عبداللہ اس حیثیت سے ایسا انسان نہیں تھا جس کے بارے میں مہاجرین و انصار کا اتفاق رائے ہوتا۔ اب رہی مسئلہ حکمیت کی اصل (تو کوئی نئی بات نہیں کیونکہ پیغمبر اسلام ﷺ غزوات کے دوران اس پر عمل کر چکے ہیں) رسول خدا ﷺ نے طائفہ "بنی قریظہ" کے بارے میں سعد بن معاذ کو حکم قرار دیا تھا اور چونکہ حکمیت رضائے خداوندی کے خلاف تھی اس لئے پیغمبر اکرم ﷺ اس پر راضی نہ ہوئے۔ حضرت امام حسن علیہ السلام کے بعد امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے فرمانے پر عبداللہ بن جعفر اپنی جگہ سے اٹھے اور عامہ کو مطلع کرنے کی غرض سے انہوں نے تقریر کی<sup>(۸)</sup>

## ج) مارقین

### خارج کے مقابل حضرت علی علیہ السلام کا موقف<sup>(۹)</sup>

حکمیت کے معاملے میں شکست سے دوچار ہو کر امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام معاویہ سے جنگ کرنے کی غرض سے اپنے آپ کو آمادہ کرنا شروع کیا تاکہ مقرر مدت ختم ہو جانے کے بعد صفین کی جانب واپس چلے جائیں لیکن خوارج نے حضرت علی علیہ السلام کی اطاعت کرنے کی بجائے شورش و

سرکشی سے کام لیا اور پہلے کی طرح اس مرتبہ بھی نعرہ لا حکم الا اللہ کی بنیاد پر امیر المؤمنین حضرت علیؑ اور معاویہ کو وہ کافر کہنے لگے۔

انھیں جب بھی موقع ملتا وہ شہر کوفہ میں داخل ہو جاتے اور جس وقت حضرت علیؑ مسجد میں تشریف فرما ہوتے تو وہ اپنا وہی پرانا نعرہ لگانے لگتے اس کے ساتھ ہی انہوں نے اس شہر میں اپنے افکار و نظریات کا پرچار بھی شروع کر دیا۔ امیر المؤمنین حضرت علیؑ نے خاموش و پرسکون رہ کر اور کوئی رد عمل ظاہر کئے بغیر اپنی تحریک کو جاری رکھا وہ ان کے ساتھ انتہائی نرمی اور تواضع کے ساتھ پیش آئے مگر چہ حضرت علیؑ چاہتے تو ان لوگوں سے کسی بھی قسم کا سلوک روا رکھ سکتے تھے مگر آپؑ نے ان کی تمام افترا پردازیوں اور سیاسی سرگرمیوں کے باوجود اپنے محبت آمیز رویے میں ذرہ برابر بھی تبدیلی نہ آنے دی آپؑ ان سے اکثر فرماتے کہ "تمہارے تین مسلم حقوق ہمارے پاس محفوظ ہیں:

۱۔ شہر کی جامع مسجد میں نماز پڑھنے اور اجتماعات میں شرکت کرنے سے تمہیں ہرگز منع نہیں کیا جائے گا۔

۲۔ جب تک تم لوگ ہمارے ساتھ ہو بیت المال سے تمہیں تنخواہیں ملتی رہیں گی۔

۳۔ جب تک تم ہم پر تلوار اٹھاؤ گے ہم تمہارے ساتھ ہرگز جنگ کے لئے اقدام نہ کریں گے<sup>(۱)</sup>

خارج اگرچہ نماز میں حضرت علیؑ کی پیروی نہیں کرتے تھے مگر اجتماع نماز کے وقت ضرور پہنچ جاتے وہ لوگ اس جگہ نعرے لگا کر اور دوسرے طریقوں سے آپؑ کو پریشان کر کے آزار پہنچانے کی کوشش کرتے رہتے ایک دن جس وقت حضرت علیؑ نماز میں قیام کی حالت میں تھے خارج میں سے ایک شخص نے جس کا نام "کوا" تھا آواز بلند یہ آیت پڑھی:

﴿ و لقد اوحى اليك والى الذين من قبلك لئن اشركت ليحبطن عملك و لتكونن من الخاسرين ﴾<sup>(۱)</sup>

(اس آیت میں خطاب پیغمبر ﷺ سے کیا گیا ہے کہ: اے نبی ان سے کہو پھر کیا اے جاہلو تم اللہ کے سوا کسی اور کی بندگی کرنے کے لئے مجھ سے کہتے ہو (یہ بات ہمیں ان سے صاف کہہ دینی چاہیے کیونکہ تمہاری طرف اور تم سے پہلے گزرے ہوئے تمام انبیاء کی طرف یہ وحی بھیجی جا چکی ہے۔ اگر تم نے شرک کیا تو تمہارا عمل ضائع ہو جائے گا اور تم خسارے میں رہو گے)

"ابن کو" یہ آیت پڑھ کر چاہتا تھا کہ امیر المومنین حضرت علیؑ کو اشارہ و کنایہ میں یہ بتا دے کہ آپ نے عہد گذشتہ میں جو اسلام کے لئے خدمات انجام دی ہیں ان سے ہر چند انکار نہیں کیا جاسکتا لیکن آپ ﷺ نے کفر کے باعث اپنے تمام گذشتہ اعمال کو تلف و ضائع کر دیا ہے۔

حضرت علیؑ خاموش رہے اور جب یہ آیت پوری پڑھی جا چکی تو آپ نے نماز شروع کی... "ابن کو" نے دوسری مرتبہ یہ آیت پڑھی حضرت علیؑ اس مرتبہ بھی خاموش رہے چنانچہ جب وہ یہ آیت کئی بار پڑھ چکا اور چاہتا تھا کہ نماز میں خلل انداز ہو تو امیر المومنین حضرت علیؑ نے یہ آیت تلاوت فرمائی

فاصبر ان وعد الله حق و لا يستخفنك الذين لا يوقنون<sup>(۱۲)</sup> (پس اے نبی صبر کرو یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے اور ہرگز ہلکانہ پائیں تم کہ وہ لوگ جو یقین نہیں کرتے) اور آپ نے اس کی جانب توجہ و اعتنا کئے بغیر نماز جاری رکھی۔<sup>(۱۳)</sup>

امیر المومنین حضرت علیؑ کا طرز عمل یہ تھا کہ آپ لوگوں کی نعرہ بازی اور نکتہ چینی کا جواب منطقی نیز واضح و روشن دلائل سے دیتے تاکہ وہ اپنی ذہنی لغزش کی جانب متوجہ ہو سکیں اور آپ ﷺ کو پریشان کرنے سے باز رہیں اسی لئے آپ ﷺ فرماتے کہ اگر خوارج خاموش رہتے ہیں تو ہم انہیں اپنی جماعت کا جزو رکن سمجھتے ہیں اگر وہ اعتراض کیلئے لب کشائی کرتے ہیں تو ہم ان کا مقابلہ منطق و دلیل سے کرتے ہیں اور وہ ہمارے ساتھ ضد پر اتر آئیں تو ہم ان سے نبرد آزمائی کرتے ہیں۔<sup>(۱۴)</sup>

## منشور

خوارج نے ایک خاص انداز فکر کی بنیاد پر امیر المومنین حضرت علی ؑ کی حکومت کے خلاف شورش و سرکشی کی ان کے اس دائرہ عمل میں مندرجہ ذیل نکات شامل تھے۔

۱۔ امیر المومنین حضرت علی ؑ معاویہ، اور عثمان، اصحاب جمل اور حکمیت سے متفق و ہم خیال اشخاص نیز ان افراد کو کافر تصور نہ کرنے والے لوگ اور مذکورہ بالا افراد سے وابستہ گروہ سب کے سب کافر ہیں۔

۲۔ امیر بالمعروف و نہی از منکر کی بنیاد پر ظالم و ستمگر خلیفہ وقت (امیر المومنین حضرت علی ؑ کے خلاف بلاقید و شرط شورش کرنا ضروری ہے کیونکہ ان کی رائے میں اس کا اطلاق کسی شرط و پابندی کے بغیر جگہ ضروری و لازمی امر تھا۔

۳۔ مسئلہ خلافت کا حل مجلس مشاورت کے ذریعے کیا جانا چاہئے اور اس مقام کو حاصل کرنے کیلئے ان کی دانست میں واحد شرط یہ تھی کہ آدمی صاحب تقویٰ و ایمان ہو اور اگر خلیفہ انتخاب کے بعد اسلامی معاشرے کی مصلحتوں کے برخلاف کوئی اقدام کرے تو اسے اس عہدے سے معزول کر دیا جائے اور اگر وہ اپنے منصب سے دست بردار نہ ہو تو اس سے جنگ و نبرد کی جانی چاہئے۔ (۱۵)

اس منشور کی بنیاد پر وہ ابو بکر اور عمر کی خلافت کو صحیح سمجھتے تھے کیونکہ ان کی رائے میں یہ حضرات صحیح انتخاب کے ذریعے عہدہ خلافت پر فائز ہوئے تھے اور وہ مسلمانوں کی خیر و صلاح کی راہ سے منحرف نہ ہوئے تھے عثمان اور امیر المومنین حضرت علی ؑ کے انتخاب کو اگرچہ وہ ہر چند درست ہی سمجھتے تھے مگر اس کے ساتھ وہ یہ بھی کہتے تھے کہ عثمان نے اپنی خلافت کے چھٹے سال سے اپنے رویے کو بدلنا شروع کر دیا تھا اسی لئے وہ خلافت سے اگرچہ معزول کر دیئے گئے تھے مگر وہ چونکہ اپنے اس منصب پر فائز رہے اسی لئے وہ کافر اور واجب القتل تھے علی ؑ نے بھی چونکہ حکمیت کو تسلیم کر لیا تھا اور اس اقدام پر پشیمان ہو کر انہوں نے توبہ نہیں کی تھی اسی لئے وہ کافر اور واجب القتل ہیں (معاذ اللہ) (۱۶)

## مجموعی نعرہ

خوارج کا انتہائی اہم اور پر جوش ترین نعرہ لا حکم الا اللہ تھا اگرچہ یہ نعرہ انہوں نے قرآن مجید سے ہی اخذ کیا تھا (۱۷) مگر عدم واقفیت اور فکری جمود کے باعث اس کی وہ صحیح تفسیر نہ کر سکے۔

مذکورہ آیہ مبارکہ میں "حکم" سے مراد قانون ہے مگر خوارج نے اپنی کج فہمی کی بنا پر اس کے معنی "رہبری" سمجھ لئے جس میں حکمیت بھی شامل ہے وہ اس بات سے بے خبر رہے کہ خود قرآن نے ان کی کج فہمی کو رد کیا ہے جب قرآن نے نبی و شوہر کے اختلاف اور حالت احرام میں (۱۸) شکار کرنے تک مسائل کے بارے میں انسانوں کو حکمیت کا حق دیا ہے تو یہ کیسے ممکن تھا کہ مسلمانوں کے دو گروہ کے درمیان ایسے حساس معاملات اور عظیم اختلافات کے بارے میں انسانوں کو حق حکمیت نہ دیا جاتا جس سے بعض انسانی زندگیوں کی نجات بھی وابستہ ہو۔

امیر المؤمنین حضرت علیؑ نے ان لوگوں کی اطلاع کے لئے جو خوارج کا پروپیگنڈا بالخصوص اس دلکش نعرے سے متاثر ہو گئے تھے موثر تقریر کی اس میں آپؑ نے فرمایا کہ اگرچہ یہ بات بنی بر حقیقت ہے مگر اس سے جو مقصد و ارادہ اخذ کیا گیا ہے وہ محض باطل ہے اس میں شک نہیں کہ حکم خدا کیلئے ہی مخصوص ہے لیکن ان لوگوں نے حکم کی جو تفسیر کی ہے اس سے مراد فرمانروا ہے اور ان کا کہنا ہے کہ خدا کے علاوہ کسی فرمانروا کا وجود نہیں در حالیکہ انسانوں کیلئے خواہ اچھے کام انجام دیتے ہوں یا برے فرمانروا کا وجود امر ناگزیر ہے (۱۹)

## بغاوت

خوارج ابتدا میں بہت امن پسند تھے اور صرف لوگوں پر تنقید و اعتراض ہی کیا کرتے تھے امیر المؤمنین حضرت علیؑ کے ساتھ ان کا رویہ وہ تھا جو اوپر بیان کیا جا چکا ہے مگر آہستہ آہستہ انہوں نے اپنی راہ و روش بدلی چنانچہ نوبت یہاں تک پہنچی کہ شورش و سرکشی پر اتر آئے ایک روز عبداللہ

بن وہب راہبسی نے انھیں اپنے گھر پر جمع ہونے کی دعوت دی اور ان کے سامنے نہایت ہی پر جوش و لولہ انگیز تقریر کے ذریعے انہوں نے اپنے ہم مسلک لوگوں کو شورش و سرکشی پر آمادہ کیا اس ضمن میں اس نے کہا کہ بھائیو اس جو روستم کی نگری سے نکل کر اچھا تو یہی ہے کہ پہاڑوں میں جا کر آباد ہو رہیں تاکہ وہاں سے ہم ان گمراہ کن بدعتوں کا مقابلہ کر کے ان کا قطع قمع کر سکیں۔ (۲۰)

اس کے بعد "عمر قرص بن زہیر" نے تقریر کی ان دونوں کی تقاریر نے خوارج کے دل و دماغ پر بہت گہرا اثر کیا اور ان میں پہلے کی نسبت اب زیادہ جوش و خروش پیدا ہونے لگا اگلا جلسہ "ذفر بن حصین طائی" کے گھر پر ہوا اس نے مفصل تقریر کے بعد کہا کہ میں اپنے نظریے کی نسبت زیادہ محکم و پایدار ہوں اگر ایک شخص اس سلسلے میں میرا ساتھ نہ دے تو میں اکیلا ہی شورش و سرکشی کروں گا۔ اے بھائیو تم اپنے چہروں اور پیشانیوں پر شمشیر کی ضربیں لگاؤ تاکہ خدا نے رحمن کی اطاعت ہو سکے (۲۱) اس کے بعد اس نے یہ تجویز پیش کی کہ بصرہ کے خوارج کو خط لکھا جائے تاکہ جس قدر جلد ممکن ہو سکے وہ "تہران" میں ان سے آن ملیں اہل بصرہ نے مثبت جواب دیا اور کوفہ کے گروہ کے ساتھ آکر مل گئے (۲۲)

خوارج نے اپنی تحریک کوفہ کے باہر راہزنی اور ناکہ بندی کے ذریعے شروع کی۔ قتل و غارتگری کو انہوں نے اپنا شعار بنایا اور جو لوگ امیر المومنین حضرت علیؑ کے حامی و طرفدار تھے ان کے ساتھ وہ دہشت پسندانہ سلوک کرنے لگے۔

اس اثناء میں انھیں دو شخص نظر آئے ان میں سے ایک مسلمان تھا اور دوسرا عیسائی، عیسائی کو تو انہوں نے چھوڑ دیا مگر مسلمان کو اس جرم میں قتل کر دیا کہ وہ حضرت علیؑ کا طرفدار ہے۔ (۲۳)

عبداللہ بن خباب سربر آوردہ شخص اور امیر المومنین حضرت علیؑ کے کارپرداز تھے وہ اپنی زوجہ کے ساتھ جا رہے تھے کہ خوارج سامنے سے آگئے ان کو دیکھتے ہی انہوں نے کہنا شروع کیا کہ: "اسی قرآن نے جو تیری گردن میں حمایل ہے تیرے قتل کا حکم صادر کیا ہے" قتل کرنے سے پہلے

ان سے کہا گیا اپنے والد کے واسطے سے پیغمبر اکرم ﷺ کی حدیث نقل کرو انہوں نے کہا "میرے باپ کہتے تھے کہ میں نے پیغمبر اکرم ﷺ سے سنا ہے کہ میرے بعد کچھ عرصہ نہ گزرے گا کہ فتنہ و فساد کی لہریں ہر طرف پھیل جائیں گی اس وقت بعض لوگوں کے دل حقیقت کو سمجھنے سے قاصر رہیں گے اور وہ اسی طرح مردہ ہو جائیں گے جیسے انسانی جسم ایسے وقت میں بعض افراد رات کے وقت مومن ہوں گے لیکن دن کے وقت کافر اس وقت تم خدا کے نزدیک مقتول بن کر رہ لینا (حق کی پاسبانی کرنا اس کام میں چاہے تمہاری جان پر بن جائے) مگر قتل و خونریزی سے گریز کرنا (۲۴)

عبداللہ نے حدیث بیان کر کے اس وقت مسلمانوں میں جو معاشرہ کار فرما تھا اس کی تصویر کشی کر دی تاکہ خوارج اس سے پند و نصیحت لے سکیں لیکن انہوں نے ان کے ہاتھ پیر اس جبری طرح جکڑے کہ دیکھنے والے کے دل پر رقت طاری ہوتی تھی اور بہت زیادہ شکنجہ کشی اور آزار رسانی کے بعد انہیں نہر کے کنارے لے گئے جہاں انہوں نے انہیں بھیر کی مانند ذبح کیا ان کی حاملہ زوجہ کو قتل کرنے کے بعد ان کا شکم چاک کیا اور نارسیدہ بچے کو بھی انہوں نے ذبح کر ڈالا (۲۵)

عبداللہ کا قتل جس بے رحمی سے کیا گیا تھا اس پر ایک عیسائی شخص معترض ہوا وہ باغبان تھا اس وضع و کیفیت کو دیکھ کر وہ کچھ کھجوریں لے گیا اور قاتلوں کو پیش کیں جنہیں بغیر قیمت ادا کئے انہوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا اس پر عیسائی نے کہا کہ عجیب بات ہے کہ تم عبداللہ جیسے بے گناہ شخص کو قتل کر سکتے ہو اور بغیر قیمت ادا کیے کھجوریں کھانے میں تمہیں عذر ہے۔ (۲۶)

### معاویہ سے جنگ

حکومت کی مدت اسی وقت ختم ہوئی جب کوفہ و بصرہ میں خوارج جمع ہو رہے تھے مذکورہ مدت کے ختم ہو جانے کے بعد امیر المومنین حضرت علیؑ نے حُروراء میں معاویہ سے جنگ کرنے کا فیصلہ کیا چنانچہ شہر میں آمادہ رہنے کا اعلان کر دیا گیا اس کے بعد آپ نے لوگوں کو جہاد کی جانب

رغبت دلانے کی خاطر تقریر کی اور فرمایا کہ:

اب تم جہاد کرنے دشمن کی جانب روانہ ہونے کیلئے تیار ہو جاؤ پیر کے دن "نخیلہ" نامی مقام پر عسکر گاہ میں تمہیں جمع ہونا ہے ہم نے منصفین کا انتخاب اسی لئے کیا تھا کہ وہ قرآن کی بنیاد پر حکم کریں گے مگر تم نے دیکھ لیا کہ انہوں نے کلام اللہ اور سنت رسول ﷺ کے خلاف اقدام کیا خدا کی قسم میں ان سے جنگ کروں گا اگر کسی نے بھی ساتھ نہ دیا تو میں تنہا ہی ان سے نبرد آزمائی کروں گا۔<sup>(۲۷)</sup>

اس کے بعد آپ ﷺ "نخیلہ" کی جانب روانہ ہوئے اور بصرہ کے صوبہ دار کو خط لکھ کر اس سے مدد چاہی جب خوارج کو یہ علم ہوا کہ سپاہ اسلام نخیلہ میں جمع ہو رہی ہے تو انہوں نے ضروراء میں قیام کرنا تحفظ کے اعتبار سے خلاف مصلحت سمجھا اور اس جگہ کو ترک کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

اس سے قبل کہ وہ اپنی قیام گاہ کو خالی کر کے جائیں امیر المؤمنین حضرت علیؑ نے اتمام حجت کے طور پر انہیں خط لکھا اور انہیں یہ دعوت دی کہ وہ دیگر سپاہ کے ساتھ آن ملیں تاکہ معاویہ کی جانب روانہ ہو کر اس کے ساتھ جنگ کی جاسکے مگر انہوں نے اس خط کا جواب نفی میں دیا۔<sup>(۲۸)</sup>

امیر المؤمنین حضرت علیؑ جب خوارج کو راہ حق پر لانے میں مایوس ہو گئے تو آپ نے یہی فیصلہ کیا کہ انہیں انہی کے حال پر چھوڑ کر اصل مقاصد کی جانب روانہ ہو جائے چنانچہ آپ ﷺ نے نخیلہ میں بھی تقریر کا اہتمام کیا اور افواج کی معاویہ سے جنگ کرنے کے لئے حوصلہ افزائی کی اس ضمن میں آپ ﷺ نے فرمایا: کہ میں نے بصرہ کے بھائیوں کو بھی خط لکھا ہے اور جیسے ہی وہ یہاں پہنچ جائیں گے ہم دشمن کی جانب روانہ ہوں گے۔<sup>(۲۹)</sup>

بصرہ کی فوج جو تین ہزار دو سو سے زیادہ سپاہیوں پر مشتمل تھی آن پہنچی سپاہ کی مجموعی تعداد تقریباً اڑسٹھ<sup>(۳۰)</sup> ہزار ہو گئی۔ اس سے پہلے کہ لشکر روانہ ہو بعض سپاہ نے دہلی آواز میں کہنا شروع کیا کہ کیا ہی اچھا ہوتا کہ پہلے خوارج سے جنگ کر لی جاتی اور جب ان کا کام تمام ہو جاتا تو

ہم صفین کی جانب رخ کرتے۔

لیکن امیر المومنین حضرت علی ؑ نے انہیں اس امر کی جانب متوجہ کیا کی معاویہ کے ساتھ جنگ کی کیا اہمیت ہے اور اسے کیوں مقدم سمجھنا چاہیے اور انہیں سمجھایا کی فی الحال خوارج کے مسئلے کی طرف سے خاموشی اختیار کی جائے اور سردست ان کا نام تک نہ لیا جائے۔

سپاہ نے جب امیر المومنین حضرت علی ؑ کے یہ اقوال سنے تو اس نے کہا کہ فیصلہ کن اقدام کے لئے ہماری جانب سے آپ کو کل اختیار ہے اور کہا کہ ہم ایک متحد جماعت اور آپ ؑ کے خیر خواہ ہیں جس گروہ کی جانب لے جانے میں آپ خیرہ و صلاح سمجھیں ادھر ہی ہمیں لے چلیں <sup>(۳۱)</sup>

### خوارج کے ساتھ جنگ کی ضرورت

خوارج کی سرگرمیوں کے بارے میں انتہائی اختصار کے ساتھ اوپر اشارہ کیا جا چکا ہے امیر المومنین حضرت علی ؑ کو جب ان کے ان مجرمانہ افعال کے خبریں ملیں تو اس کے بعد آپ ؑ نے ان کی طرف سے چشم پوشی کرنا اور انہیں ان کے حال پر چھوڑ دینا مناسب نہ سمجھا کیونکہ یہاں مسئلہ اظہار خیال و رائے کا نہ تھا بلکہ معاشرے کے امن میں خلل انداز ہونا اور شرعی حکومت کے خلاف مسلح گروہ کی بغاوت تھی چنانچہ اس بنا پر آپ ؑ نے معاویہ سے جنگ کئے جانے کے فیصلے کو بدل دیا۔ "عبداللہ بن جناب" کا قتل امیر المومنین حضرت علی ؑ کیلئے اس قدر گرانبار ہوا کہ آپ نے ان خوارج کے سامنے جنہوں نے یہ اعتراف کیا کہ ہم ان کے قاتل ہیں فرمایا: اگر خطہ ارض کے تمام لوگ یہ کہیں کہ ہم ان کے قتل میں شریک ہیں اور میں ان کے خون کا بدلہ لے سکوں تو سب کو قتل کر ڈالوں گا۔ <sup>(۳۲)</sup>

امیر المومنین حضرت علی ؑ نے مزید اطلاعات حاصل کرنے کیلئے "حارث بن مرہ" کو خوارج

کے پاس روانہ کیا خوارج نے انھیں قتل کر دیا ان کے اس اقدام نے سپاہ کو پہلے سے کہیں زیادہ متاثر اور غضبناک کر دیا چنانچہ اس نے باواز بلند کہا کہ یا امیر المومنین کیا آپ انھیں اسی لینے بے مہار چھوڑ رہے ہیں کہ وہ ہمارے پیچھے ہماری عزت و ناموس اور مال و اموال کے ساتھ جو چاہیں کریں؟ پہلے آپ ﷺ ہمیں ان کی طرف لے چلتے ان سے فراغت پالینے کے بعد ہم "شامی" دشمن کی جانب روانہ ہوں گے۔ (۳۳)

امیر المومنین حضرت علی ﷺ نے بھی ان کی بات مان لی چنانچہ سپاہ کو ان کا تعقب کرنے کیلئے "پل (۳۴)" کے اس پار جانے کا حکم دیا یہاں سے یہ لشکر "دیر ابو موسیٰ" کی جانب روانہ ہوا اور دریائے فرات کے کنارے "نہروان" (۳۵) نامی جگہ پر پڑا و ڈالا۔  
راہ میں حضرت علی ﷺ کو یہ اطلاع دی گئی کہ خوارج پل پار کر کے آگے آچکے ہیں اس موقع پر امیر المومنین حضرت علی ﷺ نے اپنے ساتھیوں کے عقیدہ کو مستحکم کرنے نیز اپنی معنوی عظمت کے بارے میں بتانے کی خاطر فرمایا: کہ ان کی قتل گاہ نہر کے اس طرف ہی ہے خدا کی قسم اس جنگ و پیکار میں اگر ان کے دس آدمیوں نے نجات حاصل نہ کی تو تم میں بھی دس افراد قتل نہیں ہوں گے۔ (۳۶)

جس وقت سپاہ دریائے فرات کے کنارے پہنچی معلوم ہوا کہ خوارج نے دریا پار نہیں کیا ہے حضرت علی ﷺ نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور فرمایا: "اللہ اکبر صدق رسول اللہ" (۳۷)

## جنگ کا سدباب کرنے کی کوشش

دونوں لشکر دریائے نہروان کے کنارے ایک دوسرے کے مقابل آچکے تھے امیر المومنین حضرت علی ﷺ نے نبرد آزمائی سے قبل ہر ممکن کوشش کی کہ جنگ نہ ہو چنانچہ آپ ﷺ نے مندرجہ ذیل شرائط رکھیں  
۱۔ خوارج سے کہا کہ وہ عبدالسہ بن خباب کے قاتلوں نیز شہداء کو ہمارے حوالے کر دیں تاکہ

ہم تم سے دستبردار ہو کر شام کی جانب روانہ ہو جائیں انہوں نے جواب دیا کہ ہم سب ہی قاتل ہیں اور مزید یہ کہا کہ تمہارا اور ان کا خون بہانا ہمارے لئے جائز و مباح ہے (۳۸)

۲۔ آپ ﷺ نے یہ تجویز رکھی کہ تم میں سے کون شخص اس کام کیلئے آمادہ ہے کہ قرآن مجید اٹھائے اور اس جماعت کو کلام اللہ کی جانب آنے کی دعوت دے طائفہ بنی عامر کے ایک نوجوان نے اپنے آمادگی کا اعلان کیا انہوں نے قرآن پاک اپنے ہاتھ میں لیا اور خوارج کو اس کی جانب آنے کی دعوت دی خوارج نے ان پر بھی تیروں کی بارش کر دی اگرچہ ان کے چہرے پر سب سے زیادہ تیر لگے تھے مگر اس کے باوجود وہ امیر المؤمنین حضرت علی ﷺ کے نزدیک آگئے اور چند لمحہ بعد ہی شہید ہو گئے۔ (۳۹)

۳۔ قیس بن سعد اور ایوب انصاری جیسے اصحاب نے بھی اتمام حجت کے طور پر خوارج کے سامنے تقاریر کیں ان حضرات کے علاوہ امیر المؤمنین حضرت علی ﷺ بذات خود تشریف لے گئے اور آخری مرتبہ انھیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا "میں تمہیں کل کے لئے آگاہ کیتے دیتا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ امت اسلامیہ تمہیں لعنت و ملامت سے یاد کرے کیونکہ تمہارے جسم تو اسی نہر کے کنارے زمین پر گریں گے اور تم کوئی محکم دلیل یا سنت بطور سند اپنے بارے میں چھوڑ کر نہیں جاؤ گے"

اس کے بعد آپ ﷺ نے حکمیت کے افسونناک واقع اس معاملے میں اپنے نیز خوارج کے کردار اور اپنے ہی قول سے ان کی روگردانی و خلاف ورزی کے بارے میں تقریر کی اس ضمن میں آپ ﷺ نے مزید فرمایا: کہ اگرچہ حکمین نے کلام اللہ اور سنت رسول ﷺ سے منحرف و روگردان ہو کر اپنے نفسانی میلان کی بنیاد پر حکم جاری کیا مگر ہم اب بھی اپنی اس سابقہ روش پر قائم ہیں اس کے بعد تم کہو کہ کیا کہنا چاہتے ہو اور کہاں سے آگئے ہو؟ (۴۰)

۳۔ تقریر ختم کرنے کے بعد امیر المؤمنین حضرت علی ﷺ نے پرچم امان ابو ایوب انصاری کے حوالے کیا اور انھیں حکم دیا کہ اعلان کریں کہ جو شخص بھی اس پرچم کے نیچے آجائے گا امن و امان

میں رہے گا اس کے علاوہ جو کوئی شہر میں داخل ہوگا یا عراق کی جانب واپس چلا جائے گا وہ بھی امان میں رہے گا ہمیں تمہارا خون بہانے کے ضرورت نہیں (۴۱)

امیر المؤمنین حضرت علیؑ نے جیسے ہی پرچم امان لہرایا تو بہت سے لوگوں نے باواز بلند کہنا شروع کیا التوبہ، التوبہ یا امیر المؤمنین چنانچہ اس کے بعد تقریباً آٹھ ہزار افراد مخالفت سے دستبردار ہو کر پرچم امان کے نیچے جمع ہو گئے۔ (۴۲)

## سوالات

- ۱۔ منصفین کس تاریخ کو اور کہاں جمع ہوئے ان میں سے ہر ایک کی ابتدائی رائے کس کے حق تھی اور انہوں نے کس مسئلے پر اتفاق رائے کیا؟
- ۲۔ حکمیت کے نتیجے کا عراق کے لوگوں پر کیا رد عمل ہوا حضرت علی ؑ نے حکمیت کے ناپسندیدہ اثرات دور کرنے اور عامہ پر حقائق کی وضاحت کیلئے کیا اقدامات کیئے؟
- ۳۔ اس سے قبل خوارج کہ دہشت پسندانہ راہ و روش اختیار کریں حضرت علی ؑ کا ان کے ساتھ کیسا سلوک و رویہ تھا؟ اس سلسلے میں حضرت علی ؑ کے اقوال میں سے ایک قول بطور نمونہ پیش کیجئے۔
- ۴۔ خوارج کے فکری دائرہ عمل کی تشکیل کن چیزوں پر منحصر تھی؟
- ۵۔ حضرت علی ؑ نے معاویہ سے جنگ کرنے کے بجائے اپنی توجہ کس بنا پر خوارج کی جانب کر دی؟
- ۶۔ حضرت علی ؑ نے خونریزی روکنے کیلئے کیا اقدامات کئے؟ اس کے دو نمونے پیش کیجئے

## حوالہ جات

- ۱۔ اس کا شمار مدینہ کے قریات میں ہوتا ہے
- ۲۔ ملاحظہ ہو وقعہ صفین ۵۳۳، مروج الذهب ج ۲ ص ۳۹۰
- ۳۔ ملاحظہ ہو وقعہ صفین ۵۳۶
- ۴۔ وقعہ صفین ۵۳۳، واللہ ان لو استطعت لاجین سنتہ عمر
- ۵۔ وقعہ صفین ۵۳۳
- ۶۔ ملاحظہ ہو الامامہ و السیاسہ ج ۱ ص ۱۱۸، وقعہ صفین ۵۳۳
- ۷۔ وقعہ صفین ۵۳۶-۵۳۵، الامامہ و السیاسہ ج ۱ ص ۱۱۸
- ۸۔ الامامہ و السیاسہ ج ۱ ص ۱۱۹
- ۹۔ خوارج جمع ہے خارجہ کی اصطلاح اس کا اطلاق اس فرقت پر ہوتا ہے جنہوں نے حضرت علی ؑ کے خلاف شورش و سرکشی کی اور نہروان نامی مقام پر آپ سے برسریکار ہوئے ابن ملجم کا شمار بھی خوارج ہی میں ہوتا ہے حضرت علی ؑ اسی شخص کے ہاتھوں شہید ہوئے (کتاب ملل و نحل تالیف شہرستانی ج ۱ ص ۱۳۳)
- ۱۰۔ ان لکم عندنا ثلاثا لا نمنعکم صلوات فی هذا المسجد و لا نمنعکم نصیبکم من هذا الفی ی ما کانت ایدیکم مع ایدینا و لا نقتلکم حتی تقاتلوننا (تاریخ طبری ج ۵ ص ۴۳ کامل ج ۳ ص ۳۳۵، المجموعہ الکاملہ ج ۵ ص ۱۷۱)
- ۱۱۔ سورہ زمر آیت ۶۵
- ۱۲۔ سورہ روم آیت ۶۰
- ۱۳۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۳۱۱، تاریخ طبری ج ۵ ص ۴۳
- ۱۴۔ ان سکتوا عمعنہم ان تکلموا حججنا ہم و ان خرجوا علینا قاتلنا ہم (تاریخ طبری ج ۲۵، کامل بن اثیر ج ۳ ص ۳۳۳)
- ۱۵۔ خوارج کے نعرہ "لا حکم الا للہ" سے جو مطلب اخذ کیا گیا تھا اسی مفہوم میں اس کا ذکر حضرت علی ؑ کے خطبہ نہج البلاغہ میں بھی ملتا ہے ابتداء میں ان کی رائے یہ تھی اجتماع کو امام وقت اور حکومت کی ضرورت نہیں اور

لوگوں کو چاہیئے کہ خود براہ راست کلام اللہ پر عمل کریں مگر اس رائے کو ظاہر کرنے کے بعد انہوں نے حضرت عبداللہ بن وہب راہبی سے رجوع کیا اور انہی کے ہاتھ پر بیعت کی (کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۳۳۵)

۱۶۔ جاذبہ ودافعہ علی ﷺ منقول از ضحی الاسلام و ملل و نحل شہرستانی

۱۷۔ ان الحکم الا للہ یقصر الحق و ہو خیر الفاصلین (فیصلہ کا سارا اختیار اللہ کو ہے وہی امر حق بیان کرتا ہے اور وہی بہترین فیصلہ کرنے والا ہے (سورہ الانعام آیت ۵۷)

۱۸۔ شوہر اور بیوی کے اختلاف کا ذکر سورہ نساء کی آیت ۳۵ میں آچکا ہے اور ہم اس کا پہلے ذکر کر چکے ہیں لیکن احرام کی حالت میں اگر کوئی محرم دیدہ و دانستہ شکار کرے تو اسے چاہیئے کہ کفارہ ادا کرے اور بطور کفارہ وہ جو جانور ذبح کرے اس کی حکمیت دو عادل انسان کریں چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے و من قتلہ منکم متعمدا فجزاء مثل ما قتل من النعم یحکم بہ ذوا عدل منکم (احرام کی حالت میں شکار نہ مارو اور اگر تم میں سے کوئی جان بوجھ کر ایسا گزرے تو جو جانور اس نے مارا ہے اسی کے ہم پلہ ایک اور جانور اسے مویشیوں میں سے نذر دینا ہوگا جس کا فیصلہ تم میں سے دو عادل آدمی کریں گے (سورہ ماندہ آیت ۹۳)

۱۹۔ کلمۃ حق یراد بها باطل نعم انه لا حکم الا للہ و لکن هولاء یقولون لا امرۃ الا للہ انه لا بد للناس من امیر من بر او فاجر... (نہج البلاغہ خ ۳۰)

۲۰۔ کامل ابن اثیر ج ۳ / ۳۳۵

۲۱۔ یا اخواننا ضربوا جباہم و وجوہہم بالسیف حتی یطاع الرحمن عزوجل

۲۲۔ الامامہ و السیاسہ ج ۱ ص ۱۳۳، تاریخ طبری ج ۵ ص ۷۵، کامل ج ۳ ص ۳۳۶

۲۳۔ شرح نہج البلاغہ خونی ج ۳ / ۱۲۷

۲۴۔ ستکون بعدی فتنہ یموت فیہا قلب الرجل کما یموت بدئہ یمسی مومنا و یصبح کافر اکلن عند اللہ المقتول ولا تکن القاتل (شرح

نہج البلاغہ خونی ج ۳ ص ۱۲۸، تاریخ طبری ج ۵ / ۸۱

۲۵۔ شرح نہج البلاغہ خونی ج ۳ ص ۱۲۸، تاریخ طبری ج ۵ ص ۸۱، اعیان الشیعہ ج ۱ ص ۵۲۲ (دس جلدیں مطبوعہ بیروت) و

کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۳۳۱

۲۶۔ شرح نہج البلاغہ علامہ خوئی ج ۳ ص ۱۲۸، اعیان الشیعہ ج ۱ / ۵۲۳

۲۷۔ الامامہ و السیاسہ ج ۱ ص ۱۲۳

۲۸۔ الامامہ و السیاسہ ج ۱ ص ۱۲۳

۲۹۔ تاریخ طبری ج ۵ ص ۷۸، کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۲۳۹

۳۰۔ کامل ج ۳ ص ۳۲۰

۳۱۔ سر بنا یا امیرالمومنین حیث احببت فنحن حزینک و انصارک، الامامہ و السیاسہ ج ۱ ص ۱۲۵، تاریخ طبری ج ۵ ص

۸۰، کامل ج ۳ ص ۳۳۱

۳۲۔ واللہ لو اقر اهل الدنيا کلهم بقتله بکذا و انا قدر علی قتلهم به لقتلتهم شرح نہج البلاغہ خوئی ج ۳ ص ۱۲۸ و ابن

ابی الحدید ج ۲ ص ۲۸۲

۳۳۔ الامامہ و السیاسہ ج ۱ ص ۱۲۷، تدع هولاء القوم و ارشنا یتخلفوننا فی عیالنا و اموالنا؟ سر بنا الیہم فاذا فرغنا نہضنا الی عدونا

من اہل الشام

۳۴۔ یہ پل دریائے طبرستان پر حلوان اور بغداد کے درمیان واقع تھا اور شاہراہ خراسان اسی پل سے گذرتی تھی (مروج الذهب

ج ۲ ص ۳۰۵)

۳۵۔ اس نام کے تین گاؤں ہیں جو طول میں ایک دوسرے کے بعد آباد تھے ان کی شناخت نہروان اعلیٰ نہروان اوسط اور

نہروان اسفل سے کی جاتی تھی یہ گاؤں واسطہ اور بغداد کے درمیان آباد تھے

۳۶۔ مصارعہم دون النطفة واللہ لا یغلت منهم عشرة و لایہلک منکم عشرہ نہج البلاغہ خ ۵۹

۳۷۔ مروج الذهب ج ۲ ص ۳۰۵

۳۸۔ انا کلنا قتلنا ہم کلنا مستحل لدمائکم و دمائہم الامامہ و السیاسہ ج ۱ ص ۱۲۷

۳۹۔ شرح نہج البلاغہ خوئی ج ۳ ص ۱۲۹

۴۰۔ فما نبوکم و من این ایتم؟ الامامہ و السیاسہ ج ۱ ص ۱۲۷، تاریخ طبری ج ۵ ص ۸۳، کامل ج ۳ ص ۳۳۳

۴۱۔ الامامہ و السیاسہ ج ۱ ص ۱۲۸، کامل ج ۳ ص ۳۳۵، تاریخ طبری ج ۵ ص ۸۵

۴۲۔ شرح نہج البلاغہ خوئی ج ۳ ص ۱۳۵

پندرہواں سبق  
مارقین۔ جنگ نہروان  
دو سپاہ کے درمیان جنگ و نبرد  
جنگ کے بعد  
اصل دشمن کی جانب توجہ  
غالیوں کا وجود  
جنگ نہروان کا نتیجہ  
جہاد کی دعوت  
حضرت مالک کا صوبہ دار مصر کی حیثیت سے تقرر  
حضرت مالک کی شہادت  
مصر پر لشکر کشی  
حضرت محمد بن ابی بکر کی شہادت  
لوگوں کی تنبیہ و سرزنش  
سوالات  
حوالہ جات

## دو سپاہ کے درمیان جنگ و نبرد

حضرت علی ؓ نے اگرچہ صلح کی ہر ممکن کوشش کی مگر اس کے باوجود ان میں سے چار ہزار سے زیادہ خوارج باقی رہ ہی گئے۔ وہ عبداللہ بن وہب کے زیر فرمان اب بھی اپنے پرانے عقیدے پر پوری طرح قائم تھے اور المرواح المرواح الی الجنۃ (بڑھو جنت کی طرف) کے نعرے لگاتے ہوئے حضرت علی ؓ کے لشکر پر حملہ آور ہو گئے<sup>(۱)</sup>

حضرت علی ؓ نے بھی اپنی سپاہ کی صفین آراستہ کیں چنانچہ مینہ پر حجر بن عدی اور یسرہ پر شبث بن ربیع کو متعین کیا۔ سوار فوج کی فرمانداری ابو ایوب انصاری اور پیادہ لشکر کی ابو قتادہ کے سپرد کی قیس بن سعد کو مدینہ کے لوگوں کا سردار مقرر کیا ان کی تعداد بھی تقریباً آٹھ سو افراد پر مشتمل تھی قلب لشکر میں آپ بذات خود موجود رہے<sup>(۲)</sup>

تیراندازی خوارج کی جانب سے شروع ہوئی چنانچہ جب ایک شخص کو خون آلود حالت میں آپ ؓ کے سامنے لایا گیا تو آپ نے فرمایا کہ حملہ کرو کیونکہ اب اس گروہ کا قتل کرنا ہمارے لئے جائز ہے۔<sup>(۳)</sup>

دونوں لشکر ایک دوسرے پر حملے آور ہوئے شروع میں اگرچہ لشکر اسلام کے سوار فوج، دشمن کے سنگین حملے کے باعث اپنے مقام سے پیچھے ہٹ گئے اور پوری صف لشکر سے الگ ہو گئے خوارج اس پر تیر کی تیزی سے حملے آور ہوئے وہ قلب لشکر پر حملہ کرنے کے ارادے سے آگے بڑھے ہی تھے کہ یکایک جنگ کا نقشہ ہی بدل گیا تیراندازوں کے اس دستے کو جو پہلے سے ہی اس مقام کی پشت پر متعین تھا جہاں سوار فوج کی جگہ مقرر کی گئی تھی انہیں اپنے تیروں کا نشانہ بنایا اور اپنی طرف سے غافل و بے خبریا کر ان پر حملہ کر دیا یہ حملہ ایسا اچانک اور سخت تھا کہ ان کے لئے

نہ آگے بڑھنا ممکن تھا اور نہ پیچھے ہٹنے کے لئے کوئی چارہ تھا خوارج کا خیال تھا کہ سوراوں کے لشکر نے ان کی طرح سے پشت کر لی ہے لیکن اس نے دائیں اور بائیں بازو کے پرے ساتھ لے کر انھیں اپنے درمیان زبور کی طرف مرغے میں لے لیا اور دم شمشیر و سر نیزے سے ان کی خوب خاطر و تواضع کی۔ قلب لشکر اسلام کے درمیان محاذ پر متعین دستے کو چونکہ ابھی تک کوئی نقصان نہیں پہنچا تھا وہ بھی ان کی سرکوبی کرنے کی غرض سے حملہ آور ہوا سپاہ دشمن کے فرماندار عبداللہ بن وہب کے علاوہ ذوالثدیہ، اخنس طائی، مالک بن وضاح وغیرہ جیسے دیگر فرماندار لشکر، حضرت علی ؑ کی شمشیر کے باعث ہلاک ہوئے (۴)

خوارج چونکہ سخت زرغے میں آگئے تھے اسی لئے وہ اس میں بری طرح پھنس گئے اور دو گھنٹے بھی نہیں گزرنے پائے تھے کہ وہ زمین پر اس طرح گرنے لگے جیسے خزاں کے دونوں میں درختوں سے پتے گرتے ہیں گویا یہ بھی کوئی کن فیکون کی طرح تکوینی حکم تھا جس کے تحت ان سے کہا گیا کہ مرجاؤ اور وہ مر گئے چار ہزار افراد میں سے صرف نو شخص یعنی شہدائے اسلام کی تعداد کے برابر اپنی جان بچا کر بھاگ گئے اور اس طرح امیر المومنین حضرت علی ؑ کی پیشین گوئی صحیح ثابت ہوئی۔

### جنگ کے بعد

جنگ ختم ہو جانے کے بعد امیر المومنین حضرت علی ؑ نے حکم دیا کہ "ذوالثدیہ" کی تلاش و جستجو کریں (رسول خدا ﷺ نے جنگ نہروان میں مقتولین کی جو خصوصیات بتائیں تھیں وہ اس شخص میں موجود تھیں حضرت علی ؑ نے اس کی جستجو اس لئے کرائی تھی کہ حق کی روشن دلیل اور تائید امیر المومنین حضرت علی ؑ واضح ہو جائے) سپاہی اس کی لاش تلاش کرنے کے لئے نکلے مگر ناکام واپس آگئے اس کے بعد امیر المومنین حضرت علی ؑ خود اس کی لاش نکالنے کے لئے تشریف لے گئے کچھ دیر بعد اس کی لاش دیگر مقتولین

کی لاشوں کے نیچے سے نکل آئی اسے دیکھ کر آپ مسرور ہوئے اور فرمایا اللہ اکبر میں نے پیغمبر ﷺ کی کوئی بات کبھی غلط نہ پائی رسول خدا ﷺ نے فرمایا تھا کہ اس کا ایک ہاتھ چھوٹا ہوگا جس میں ہڈی نہ ہوگی اس کے ایک طرف پستان جیسا گوشت کا گولہ ابھرا ہوا ہوگا جس پر پانچ یا سات بال اگے ہوئے ہوں گے جس وقت امیر المومنین حضرت علیؑ نے یہ تمام خصوصیات دیکھیں تو آپ فوراً سجدے میں تشریف لے گئے اور خدا کا شکر بجالائے۔<sup>(۵)</sup>

اس کے بعد آپ ﷺ گھوڑے پر سوار ہوئے اور مقولین کی لاشوں کے پاس سے گزرے اور فرمایا افسوس تمہارے اور اس کے حال پر جس نے تمہیں مغرور کیا اور اس حال کو پہنچا دیا۔ دریافت کیا گیا کہ کس شخص نے انہیں مغرور کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا شیطان اور نفس امارہ انہیں غرور کی جانب لے گیا آرزوں نے انہیں فریب دیئے نافرمانیاں انہیں حسین و جمیل نظر آئیں اور فتح و نصرت کے وعدے نے انہیں اپنا فریفتہ کر لیا۔<sup>(۶)</sup>

حضرت علیؑ نے وہ ہتھیار اور چوپائے جو میدان جنگ میں بطور مال غنیمت ہاتھ آئے تھے سپاہ کے درمیان تقسیم کر دیئے خوارج کے باقی سامان، ان کے کنیز و غلام و غیرہ کو کوفہ واپس آنے کے بعد ان کے وارثوں کے حوالے کر دیا۔<sup>(۷)</sup>

### اصل دشمن کی جانب توجہ

امیر المومنین حضرت علیؑ نے خوارج کی سرکوبی کے بعد جدوجہد کے اصل محاذ اور اسلام کے دفاع کی جانب رخ کیا اس جدوجہد کی خصوصیت و اہمیت بتانے، معاویہ کے خلاف جہاد مقدس کی لشکر اسلام کو ترغیب دلانے اور عوام کو معاویہ کی حکومت کے عواقب و انجام سے باخبر کرنے کی غرض سے آپ ﷺ نے تقریر کی اور فرمایا کہ اے لوگو! جب فتنہ و فساد کی لہریں ہر طرف پھیل چکی تھیں اور اس کا بحران اپنے انتہائی درجہ کو پہنچ چکا تھا اس وقت کسی میں اتنی جرات و ہمت نہ تھی کہ میدان کارزار میں داخل ہو اس وقت میں ہی ایسا شخص تھا جس نے اس فتنے کو خاموش کر دیا...

یاد رکھو فتنوں میں سب سے زیادہ بھیانک خطرہ بنی امیہ کے فتنے کا ہے یہ فتنہ سیاہی اور اندھیرے کا فتنہ ہے اور جب اس کا سایہ پھیل جائے گا تو اس کی بلا خاص طور پر نیک لوگوں پر نازل ہوگی... ان کے اذیت ناک مظالم تم پر ساہا سال تک جاری رہیں گے ان پر تمہارا فاتح ہونا اتنا ہی اہم ہے جتنا غلاموں کا اپنے مالک پر غالب آنا یا پیر و کاروں کا اپنے پیشوا پر غلبہ حاصل کر لینا... اس وقت قریش یہ چاہیں گے ان کے پاس جو کچھ اس دنیا میں ہے اسے خرچ کر کے بس ایک بار اسے دیکھ لیں اگرچہ وقت چند ہے لمحات پر منحصر ہے بس اتنا ہے جتنا ایک اونٹ کو نخر کرنے میں صرف ہوتا ہے آج وہ چیز جس کا صرف ایک حصہ میں ان سے مانگ رہا ہوں اور وہ نہ دینے پر بضد ہیں کل اسے مجھے دینے کے لئے اصرار کریں گے اور یہ چاہیں گے کہ میں اسے قبول کر لوں۔

### غالیوں کا وجود<sup>(۸)</sup>

امیر المومنین حضرت علیؑ نے اپنی حقانیت ثابت کرنے، خواب غفلت میں سوتے ہوئے لوگوں بالخصوص خوارج کو جگانے اور چند دیگر مصلحتوں کی بنا پر بہت سے غیبی مسائل کی پشین گوئی کرنا شروع کر دی لیکن کچھ کم ظرف لوگوں نے آپ کے بارے میں مبالغے سے کام لیا وہ خوارج کے عین مقابل آگئے اور چونکہ امیر المومنین حضرت علیؑ کی غیر معمولی عقل و نظر اور دانش و بینش سے وہ حیرت زدہ و مرغوب تھے اسی لئے وہ آپؑ کو حد انسانیت اور مخلوقیت سے بالاتر سمجھنے لگے اور آپؑ کی الوہیت کے قائل ہو گئے۔

امیر المومنین حضرت علیؑ کے نظریے کے مطابق دونوں ہی گمراہ ہلاک و بدبختی سے دوچار ہوئے چنانچہ اس سلسلے میں آپؑ خود فرماتے ہیں کہ میرے معاملے میں دو شخص ہلاک ہوئے ایک وہ جس نے مبالغہ کیا اور دوسرا میرا بدخواہ دشمن<sup>(۹)</sup> ایک روز امیر المومنین حضرت علیؑ تقریر فرما رہے تھے سامعین میں سے ایک شخص جو آپؑ کا والد و شیدائی تھا اپنی جگہ سے اٹھا اور کہنے لگا انت، انت آپ (ع) نے فرمایا

افسوس تیرے حال پر میں کیا ہوں؟ اس نے کہا انت اللہ یہ سن کر امیر المومنین حضرت علی ؑ نے حکم دیا کہ اس کے ہم عقیدہ ساتھیوں کو گرفتار کر لیا جائے <sup>(۱۰)</sup>

غلات جو غیب کی باتیں امیر المومنین حضرت علی ؑ سے سنتے تھے انھیں لوگوں میں مشہور کر دیتے اور کہتے کہ ایسے کاموں کا کرنا خدا کے علاوہ کسی کے بس کی بات نہیں اسی بنا پر علی ؑ یا تو خدا ہیں یا کوئی ایسی شخصیت ہے جس کے وجود میں ذات خداوندی حلول کر گئی ہے <sup>(۱۱)</sup>

## جنگ نہروان کے نتائج و عواقب

جنگ نہروان کا خاتمہ اگرچہ خوارج کی سرکوبی پر ہوا لیکن اس کے جو نتائج پر آمد ہوئے وہ نہایت مضر اور اندوہناک ثابت ہوئے جن میں سے بعض کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

۱۔ اس جنگ میں مقتولین کی تعداد چونکہ بہت زیادہ تھی اس لئے سپاہ عراق کے دلوں پر بہت زیادہ خوف و ہراس غالب آگیا اور باہمی اختلاف کی بنا پر وہ دو گروہ میں تقسیم ہو گئے اس کے علاوہ وہ لوگ جن کے عزیز و اقربا اس جنگ میں مارے گئے تھے وہ امیر المومنین حضرت علی ؑ سے سخت بدگمان ہو گئے۔

۲۔ لشکر اسلام میں سرکشی اور نافرمانی کا جذبہ بہت زیادہ بڑھ گیا چنانچہ نوبت یہاں تک پہنچی کہ سپاہ یہاں بنا کر کہ جنگ کی کوفت دور کر رہے ہیں حضرت علی ؑ کے فرمان بجالانے میں سستی اور کاہلی سے کام لینے لگے بالخصوص اس وقت جب کہ وہ جنگ سے واپس آکر اپنے خاندان کی گرم آغوش میں پہنچے اور اہل خاندان کے چہروں پر غم و اندوہ کے آثار دیکھے یہ عامل نیز اس کے ساتھ ہی دیگر عوامل اس امر کا باعث ہوئے کہ انہوں نے ہمیشہ کیلئے جنگ کا ارادہ ترک کر دیا اور معاویہ کے ساتھ آشتی کرنے کو ان کے ساتھ جنگ کرنے پر ترجیح دینے لگے۔

مورخین نے لکھا ہے کہ جب جنگ نہروان ختم ہو گئی تو امیر المومنین حضرت علی ؑ اپنی سپاہ کے سامنے کھڑے ہوئے اور فرمایا: کہ خداوند تعالیٰ نے تمہیں آزمایا اور تم اس کے امتحان میں پورے

اترے اسی لئے اس نے تمہاری مدد کی اب تم جلدی سے معاویہ اور اس کے ظالم و ستمگر ساتھیوں سے جنگ کرنے کے لئے روانہ ہو جاؤ انہوں نے کلام اللہ کو پس پشت ڈال دیا ہے اور نہایت معمولی قیمت پر دشمن سے ساز باز کر لی ہے یہ سن کر ساتھیوں نے کہا کہ امیر المومنین ؑ ہماری طاقت اب جواب دے چکی ہے ہمارے زہرہ بکتر پارہ پارہ ہو چکے ہیں تلواریں ٹوٹ چکی ہیں اور نیزوں کی نوکوں میں خم آگئے ہیں ہمیں وطن جانے کی اجازت دیجئے تاکہ وہاں ہم اپنا اسلحہ تیار کر سکیں وہاں رہ کر کچھ وقت خوشی و خرمی میں بسر کریں اور اپنے ساتھیوں کی تعداد میں اضافہ کریں ایسی صورت میں ہم دشمن کا بہتر طور پر مقابلہ کر سکیں گے <sup>(۱۲)</sup>

امیر المومنین حضرت علی ؑ جانتے تھے کہ واپس جانے کا کیا انجام ہوگا لیکن جب آپ ؑ نے اکثریت کو اس نفاق انگیز نظریے کی جانب مائل دیکھا تو مجبوراً ان کے ساتھ اتفاق کیا اور نخیلہ کی جانب واپس آگئے یہاں آپ ؑ نے (سپاہ کو تاکید کر دی کہ وہ اپنی لشکر گاہ (چھاؤنی) کو چھوڑ کر نہ جائیں اہل و عیال کی جانب کم توجہ دیں اللہ کے جہاد کیلئے تیاری کرتے رہیں سپاہ میں سے چند ہی لوگ ایسے تھے جنہوں نے حضرت علی ؑ کی ہدایات پر عمل کیا چنانچہ چند روز تک یہاں قیام کرنے کے بعد آہستہ آہستہ اپنے اپنے گھروں کی جانب واپس جانے لگے جہاں انہوں نے آرام کی زندگی بسر کرنا شروع کر دی۔ <sup>(۱۳)</sup>

### جہاد کی دعوت

جب حضرت علی ؑ کوفہ واپس تشریف لے آئے تو آپ ؑ کوشش کرنے لگے کہ ہر ممکن طریقے سے لوگوں کو معاویہ سے جہاد کرنے کی ترغیب دلائیں ایک موقع پر تقریر کرتے ہوئے آپ ؑ نے فرمایا کہ اے لوگو اس دشمن کی جانب روانہ ہونے کیلئے تیار ہو جاؤ جس کے ساتھ جنگ کرنا خداوند تعالیٰ کی قربت کا سبب ہے وہ لوگ جو امر حق سے روگرداں ہو چکے ہیں کلام اللہ سے دور ہیں اور دین کے کاموں میں پیچھے رہ گئے ہیں درحقیقت اندھیرے اور گمراہی میں ڈوبے

ہوئے ہیں ان کے خلاف تم جتنے سپاہی اور گھوڑے فراہم کر سکتے ہو مہیا کر لو اور خداوند تعالیٰ پر بھروسہ کرو۔  
امیر المومنین حضرت علیؑ کی تقریر کا لوگوں پر ذرا بھی اثر نہ ہوا اور جنگ پر جانے کے لئے انہوں نے کوئی آمادگی ظاہر نہیں  
کی حضرت علیؑ نے انہیں چند دنوں کے لئے ان کے حال پر چھوڑ دیا اس عرصے میں آپؑ نے سرداران قوم کو دعوت  
دی اور ان کا نظریہ جاننا چاہا بعض نے عذر و بہانہ بنایا<sup>(۱۴)</sup> کچھ نے رضایت کا اظہار کیا مگر چند لوگ ایسے بھی تھے جنہوں نے اس  
دعوت کو قبول کیا۔

امیر المومنین حضرت علیؑ دوبارہ عوام کے اجتماع میں کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ اے اللہ کے بندو میں جب بھی حکم  
دیتا ہوں آخر تم کیوں زمین سے چپک پر بیٹھ جاتے ہو کیا آخرت کی زندگی کے مقابلے اس چند روزہ دنیا کی خوشیوں پر فریفتہ ہو گئے  
ہو؟ عزت کی بجائے تم نے ذلت و خواری کو اختیار کر لیا ہے آخر کیا وجہ ہے کہ میں تمہیں جب بھی جہاد کی دعوت دیتا ہوں تم  
آنکھیں پھیرنے لگتے ہو؟ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم موت کے کنارے آپہنچے ہو یا تمہارے دل سرا سیمہ و پریشان ہیں جو سمجھ نہیں سکتے  
آنکھیں بند ہیں جو دیکھ نہیں سکتیں شاباش تم پر اور تمہاری دلیری پر فرصت کے لمحات میں تم گویا جنگل کے شیر ہو اور جب تمہیں  
جنگ کیلئے دعوت دی جائے تو لومڑیوں کی طرح فرار کرنے لگتے ہو اب مجھے تم پر اعتماد نہیں رہا<sup>(۱۵)</sup>

### حضرت مالک کا صوبہ دامتصر کی حیثیت سے تقرر

مالک اشتر ایک بااثر و رسوخ سردار اور امیر المومنین حضرت علیؑ کے محکم و طاقتور فرماندار نیز آپؑ کے سچے حامی و  
طرفدار تھے عثمان کے قتل کے بعد وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے امیر المومنین حضرت علیؑ کے دست مبارک پر بیعت کی  
بیعت کرتے وقت بہت ہی پریشانی کے عالم میں کہا تھا کہ "کیا ان تین افراد کے بعد بھی آپؑ زمام حکومت سنبھالنے کیلئے تیار

(۶۱) نہیں

اس کے اگلے دن مسجد میں لوگوں کے درمیان جو حضرت علی ؓ کے دست مبارک پر بیعت کرنے آئے تھے انہوں نے کہا تھا کہ یہ پیغمبروں ؑ کے وصی اور علم انبیاء کے وارث اور وہ بزرگ ہستی ہیں جو سخت آزمائشوں سے گزرے ہیں کلام اللہ اور رسول خدا ؑ نے آپ کے رضوان بہشت ہونے کی شہادت دی ہے آپ وہ شخص ہیں جو فضائل کے اعتبار سے کمال کی منزلت پر پہنچ چکے ہیں آپ کی نیک طینتی اور دانشمندی کے بارے میں ان لوگوں کو بھی شک نہ تھا جو اس دنیا سے گزر چکے ہیں اور جو آئندہ آئیں گے وہ بھی اس پر یقین کریں گے آپ لوگ اٹھیے اور آپ کے دست مبارک پر بیعت کیجئے <sup>(۱۷)</sup>

اس کے بعد وہ ہر جگہ اور ہر مرحلے پر اپنی لاثانی اور بے نظیر بہادری کے باعث ہمیشہ امیر المومنین حضرت علی ؓ کے دوش بدوش رہے ان کے اثر و رسوخ اور سیاسی تدبیر کا اندازہ اس فرمان سے لگایا جاسکتا ہے جو امیر المومنین حضرت علی ؓ نے ان کے نام حکومت مصر تفویض کرتے وقت جاری کیا تھا اس کے علاوہ وہ خطوط جو امیر المومنین حضرت علی ؓ نے ان کے نام تحریر فرمائے تھے نیز وہ مراکز جن کی فرمانروائی انہوں نے قبول کی تھی ان کے حسن تدبیر و معاملہ فہمی کے آئینہ دار ہیں <sup>(۱۸)</sup>

جنگ صفین اور واقعہ حکمیت کے بعد سپاہ عراق میں بتدریج کمزوری اور پراگندگی کے باعث لوگوں کے درمیان بالخصوص دار الخلافت سے دور و دراز کے علاقوں میں استقامت و پایداری کا وہ جذبہ جس سے خوشی و نشاط ہوتی ہے نیز معاویہ سے جنگ کرنے کا جوش و خروش آہستہ آہستہ سرد ہونے لگا۔

امیر المومنین حضرت علی ؓ کو اطلاع ملی کہ معاویہ کا حامی و طرف دار معاویہ بن خدیج نامی ایک شخص مصر میں عثمان کے خون کا بدلہ لینے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا ہے اس نے وہاں کے امن و امان کو درہم برہم، صوبہ دار محمد بن ابی بکر کی حیثیت و منزلت کو متزلزل اور وہاں کے لوگوں کا زندہ رہنا

سخت دشوار کر رکھا ہے امیر المومنین حضرت علی ؑ نے فیصلہ کیا کہ صوبہ دار کا تبادلہ کر دیا جائے مالک اشتر چونکہ نصیبین <sup>(۱۶)</sup> میں مامور تھے اس لئے جنگ صفین کے بعد وہ واپس وہیں چلے گئے تھے حضرت علی ؑ نے انہیں بلایا اور مصر سے متعلق مسائل کے بارے میں انہیں سمجھا کر محمد بن ابی بکر کا جانشین مقرر کر دیا <sup>(۲۰)</sup> اس ضمن میں فرمایا کہ تمہارے علاوہ اس جگہ کیلئے کوئی اور اہل و شایستہ نہیں اس لئے اس طرف روانہ ہو جاؤ <sup>(۲۱)</sup> اس کے ساتھ ہی آپ ؑ نے وہاں کے لوگوں کے لئے مراسلہ روانہ کیا جس میں آپ ؑ نے مرقوم فرمایا کہ بندہ خدا علی امیر المومنین ؑ کی جانب سے مسلمانان مصر کو معلوم ہو کہ جب لوگوں نے خطہ ارض پر حکم خدا سے روگردانی کی تو انہوں نے اس کے غضب کو دعوت دی... میں ایک ایسے بندہ خدا کو تمہاری طرف روانہ کر رہا ہوں جو خوف و ہراس کے دنوں میں چین کی نیند نہیں سوتا سخت و بحرانی وقت میں وہ دشمن سے خوفزدہ نہیں ہوتا اور وہ بدکار لوگوں کے لئے آگ سے زیادہ سوزناک ہے اس کا نام مالک بن حارث ہے۔

### حضرت مالک کی شہادت

مالک مصر جانے کیلئے تیار ہو گئے کوفہ میں مقیم معاویہ کے جاسوسوں نے اس واقعے کی اطلاع اسے دے دی معاویہ جانتا تھا کہ اگر مالک مصر پہنچ گئے تو وہ اس پر قبضہ کرنے میں ہرگز کامیاب نہ ہو سکے گا چنانچہ اس نے خفیہ طور پر علاقہ "قلعزم" <sup>(۲۲)</sup> کے تحصیلدار کے نام فرمان جاری کیا کہ جس طرح بھی ممکن ہو سکے مالک کو مصر پہنچنے سے قبل ہی قتل کر دے اور اس سے یہ وعدہ کیا کہ اگر وہ اس مقصد میں کامیاب ہو گیا تو تادم حیات اس علاقے کی مالگذاری اسے عطا کرے گا۔ اس پر فریب فرمان کے جاری کرنے کے بعد اس نے دعا گوئی کے لئے ایک جلسہ طلب کیا تاکہ حاضرین جلسہ مالک کی تباہی کے لئے دعا کریں کہ اگر کہیں اس کا یہ حربہ کامیاب ہو گا تو وہ لوگوں کو یہ کہہ کر خوش فہمی میں مبتلا کر سکے کہ ان کی موت تمہاری دعاؤں کے اثر سے واقع ہوئی ہے۔

حضرت مالک جب قلم پہنچے وہ ایک شخص (۲۳) جو ان کی ہلاکت کے لئے مامور کیا گیا تھا ان کے پاس آیا اور انہیں اپنے گھر آنے کی دعوت دی حضرت مالک نے اس کی دعوت قبول کر لی میزبان نے امیر المومنین حضرت علی ؑ اور آپ ؑ کی حکومت کی تعریف کے ایسے پل باندھے کہ مالک کو اس پر اعتماد ہو گیا اس نے دسترخوان بچھایا اور شہد کا شربت جس میں مہلک زہریلا ہوا تھا سامنے لا کر رکھ دیا مالک نے اسے پیا اور تھوڑی دیر بعد ہی وہیں شہید ہو گئے (۲۴) اس شہادت کے باعث امیر المومنین حضرت علی ؑ کو سخت رنج ہوا اور معاویہ بہت خوش و خرم دونوں حضرات نے جو باتیں ان کے بارے میں کہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ ایک عظیم سانحہ تھا۔

قبیلہ "نخع" کے چند سردار پر سہ دینے کے لئے حضرت علی ؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے آپ ؑ کی کیفیت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے "آپ ؑ مالک کی شہادت سے سخت مضطرب خاطر تھے اس موقع پر آپ نے فرمایا کہ اس شہادت کا اجر خدا ہی دے۔ مالک کی کیا تعریف کروں خدا کی قسم اگر اسے پہاڑ سے بھی تراشا گیا ہوتا تو وہ یکتا و ممتاز زمانہ ہوتا اگر وہ پتھر کا بھی انسان ہوتا تو ایسا ہی محکم اور ارادے کا مضبوط ہوتا کوئی سواری اس کے کہسار وجود سے بالاتر نہ ہو سکتی کوئی پرندہ اس کی عظمت کے اوج بلندی سے نہیں گذر سکتا (۲۵)

معاویہ تو حضرت مالک کا جانی دشمن تھا جب اس نے یہ خبر سنی کہ وہ شہید ہو گئے ہیں تو اس نے کہا کہ علی ؑ کے دو ہاتھ تھے ان میں سے ایک تو جنگ صفین میں قطع ہو گیا وہ تھا عمار اور دوسرا ہاتھ مالک اشتر تھا جو آج شہید ہو گیا (۲۶)

### مصر پر لشکر کشی

معاویہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ عراق کی سپاہ نے امیر المومنین حضرت علی ؑ کے حکم سے روگردانی کی ہے اور آرام طلبی و تن پروری کو اس نے اپنا شعار بنا لیا ہے تو اس نے عمرو عاص، ضحاک بن

قیس، بسر بن ارطاة اور ابوالاعور سلمی جیسے مشاورین کو اپنے پاس بلایا اور ان کے ساتھ مشورہ کیا اتفاق اس بات پر ہوا کہ وہ علاقے جو حضرت علی ؓ کی قلمرو حکومت میں شامل ہیں حملہ کر کے ان پر قبضہ کر لیا جائے۔

اس وقت مصر چونکہ خاص اہمیت کا حامل تھا (جس کی وجہ یہ تھی کہ یہ منطقہ عراق کے مقابلے شام سے نزدیک تر ہے اور وہاں کے اکثر و بیشتر لوگ عثمان کے مخالف تھے اس لئے بھی معاویہ کو اس منطقہ کی طرف سے تشویق لاحق رہتی تھی اس کے علاوہ مصر پر قبضہ ہو جانے کے بعد محصول کی آمدنی میں اضافہ ہو سکتا تھا اور وہاں کی انسانی طاقت کو حضرت علی ؓ کے خلاف استعمال کیا جاسکتا تھا) اسی لئے اس نے یہ خاکہ تیار کیا کہ عثمان کے طرفداران عناصر کو جو مصر میں ہیں بروئے کار لائیں اور لشکر کشی کا آغاز وہاں سے کیا جائے اس سے قبل کہ وہ اس طرف اپنے فوجی طاقت روانہ کریں انہوں نے "معاویہ بن خدیج" اور "مسلمہ بن مخلد" جیسے اپنے ہوا خواہوں کو خط لکھا اور اس میں اس بات کا تذکرہ کیا کہ کثیر تعداد میں میری سپاہ جلد ہی تمہاری مدد کے لئے پہنچ جائے گی (۲۷)

اس کے بعد اس نے تقریباً چھ ہزار سپاہی عمر و عاص کی زیر فرمانداری روانہ کئے اس کی چونکہ دیرینہ آرزو تھی کہ اس منطقہ پر حکمرانی کرے اسی لئے اس طرف روانہ ہو گیا عثمان کے طرفدار بھی بصرہ سے چل کر اس کے ہمراہ ہو گئے۔  
اس سے قبل کہ شہر میں داخل ہوں عمر و عاص نے محمد بن ابی بکر کو خط لکھا جس میں انہیں یہ تنبیہ کی کہ اس سے پہلے کہ شام کی سپاہ تمہارا سرتن سے جدا کر دے تم خود ہی اپنے عہدے سے برطرف ہو جاؤ اور بصرہ سے نکل کر کسی بھی طرف چلے جاؤ۔  
محمد بن ابی بکر نے اپنے خط کے ساتھ عمر و عاص کا مراسلہ اور معاویہ کا عریضہ حضرت علی ؓ کی خدمت میں روانہ کر دیا اور آپ سے مدد کے طالب و خواستگار ہوئے۔

حضرت علی ؓ نے محمد بن ابی بکر کو جو خط لکھا اس میں آپ ؓ نے انہیں ہدایت کی تھی کہ

استقامت اور پایداری سے کام لیں اور شہر کی حفاظت کے پورے انتظامات کئے جائیں اس کے ساتھ ہی آپ ﷺ نے حکم دیا کہ کنانہ بن بشر کو چونکہ آزمودہ، با تجربہ اور جنگجو سردار سپاہ ہیں حملہ آوروں کی جانب روانہ کیا جائے اور مصر میں بھی اپنے لوگوں کو جو بھی سواری میسر آسکے اس کے ہمراہ تمہاری طرف روانہ کر رہا ہوں (۲۸)

اس کے بعد حضرت علیؑ منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ: نابغہ زادہ (۲۹) کثیر سپاہ لے کر مصر پر حملہ کرنے کی غرض سے روانہ ہوا ہے محمد بن ابی بکر اور دیگر مصری بھائیوں کو تمہاری مدد کی ضرورت ہے جس قدر جلد ممکن ہو سکے ان کی داد و فریاد کو پہنچو کہیں ایسا نہ ہو کہ مصر تمہارے ہاتھ سے نکل جائے اگر یہ ملک تمہارے ہاتھ میں رہے تو باعث عزت و شرف ہے اور تمہارے دشمنوں کی کمزوری اور ناتوانی کا سبب کل کے لئے یہ ہماری وعدہ گاہ ہے اور جرعہ کی فوجی چھاؤنی (۳۰)

حضرت علیؑ دوسروں سے پہلے ہی سپاہ کی لشکر گاہ (چھاؤنی) میں تشریف لے گئے وہاں آپ ﷺ نے ظہر کے وقت تک انتظار کیا جو لوگ وہاں پہنچے ان کی تعداد سو سے بھی کم تھی مجبوراً کوفہ کی جانب روانہ ہو گئے جب رات ہوئی تو آپ ﷺ نے قبائل کے سرداروں کو بلایا اور فرمایا کہ: حمد و تعریف خدا کی قضاء و قدر نے میرے باعث تمہیں آزمائش میں مبتلا کیا لوگوں میں نے جب بھی تمہیں حکم دیا تم نے اس کی اطاعت نہیں کی اور جب بھی میں نے تمہیں اپنی طرف آنے کی دعوت دی تم نے اسے قبول نہ کیا... اپنی مدد اور راہ حق میں جہاد کرنے کے لئے تم کس چیز کے منتظر ہو؟ موت چاہتے ہو یا ذلت و خواری... کیا تمہارے پاس وہ دین و ایمان نہ رہا جو تمہیں متحد کر سکے کیا اب تم میں وہ غیرت و حمیت باقی نہیں رہی جو تمہیں جہاد کی جانب جانے کے لئے ترغیب دلا سکے... کیا یہ بات باعث حیرت نہیں کہ معاویہ پست فطرت، ظالم و جفاکار لوگوں کو جمع کرنے کے لئے کہے اور وہ اس کے گرد جمع ہو جائیں اور صلہ و انعام کی تمنا کئے بغیر اس کی اطاعت و پیروی کریں لیکن اس کے برعکس جب میں تم کو جو اسلام اور ہمت و مردانگی کی یادگار رہ گئے ہو اپنی طرف آنے کی دعوت دیتا ہوں تو میری مخالفت کرتے ہو تم مجھے اکیلا نہ چھوڑو اور

انتشار و پراکندگی سے گریز کرو (۳۱)

حضرت علیؑ کی تقریر نے مالک بن کعب کی غیرت کو للکارا وہ مجمع کے درمیان سے اٹھ کھڑے ہوئے کہ جہاد پر جانے کیلئے تیار ہیں حضرت علیؑ نے اپنے خدمتگذار سعد سے کہا کہ لوگوں میں جا کر منادی کریں اور مالک کے ہمراہ مصر کی جانب روانہ ہوں چنانچہ ایک ماہ گزر جانے کے بعد مالک کے گرد دو ہزار افراد جمع ہو گئے تو مصر کی جانب انہوں نے کوچ کیا پانچ روز تک سفر کرنے کے بعد حضرت علیؑ کے نمائندے نے یہ اطلاع پہنچائی کہ محمد بن ابی بکر شہید ہو گئے یہ خبر سن کر مالک حضرت علیؑ کے حکم بموجب واپس کو فہ آگئے (۳۲)

### محمد بن ابی بکر کی شہادت

محمد بن ابی بکر کو جب حضرت علیؑ کا خط ملا تو انہوں نے معاویہ اور عمرو عاص کو تند لہجے میں قطعی جواب دیا اس کے ساتھ ہی انہوں نے اپنی سپاہ کو دعوت دی کہ حملہ آوروں سے جنگ و پیکار کریں جن لشکروں نے نبرد آزمائی کا اعلان کیا ان کی تعداد تقریباً دو ہزار افراد ہو گئی چنانچہ انھیں کنانہ بن بشر کی زیر قیادت و فرمانداری دشمن کی جانب روانہ کیا اور خود بھی دو ہزار افراد کو ساتھ لیکر ان کے پیچھے کوچ کیا پہلے قصبے میں شام کے پیشگام سپاہ نے پے در پے حملوں کے باعث مصر کی مختصر دفاعی قوت کا قطع قمع کر دیا عمرو عاص نے معاویہ بن خدیج کو پیغام بھیجا اور اس سے مدد طلب کی تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ معاویہ بن خدیج نے میدان کارزار کو لشکریوں سے بھر دیا۔

مصریوں کے مخالف اپنی پوری طاقت کے ساتھ کنانہ کے مقابل جمع ہو گئے انہوں نے جب یہ دیکھا کہ دشمن کے ہر طرف سے سخت دباؤ کے باعث وہ اپنے گھوڑے کو حرکت نہیں دے سکتے تو وہ چھلانگ لگا کر زمین پر گر گئے ان کے ساتھی بھی انہیں دیکھ کر گھوڑوں سے اتر گئے کنانہ جس وقت دشمن کے سپاہیوں کو بری طرح کچل رہے تھے یہ آیت ان کے زبان پر تھی۔

﴿وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ كَتَبْنَا مُوَجَلًّا﴾ (۳۳)

چنانچہ آپ اس قدر دشمن سے برسرِ پیکار رہے کہ شہید ہو گئے۔

کنانہ بن بشر کی شہادت کے بعد محمد بن ابی بکر کے اطراف سے فرمانداری کا سلسلہ چونکہ ٹوٹ چکا تھا اس لئے جو سپاہ باقی رہ گئی تھی وہ منتشر اور پراگندہ ہو گئی ناچار انہوں نے بھی ایک ویرانے میں پناہ لی۔ مصر کے شورش پسندوں کے رہبر ابن خدیج نے انکی تلاش شروع کی اور انہیں اس ویرانے میں چھپا ہوا پایا اور گرفتار کیا پہلے شمشیر سے سر کو تن سے جدا کیا اسکے بعد جسم کو مرے ہوئے گدھے کی کھال میں بھر کر آگ لگا دی (۳۴)

جب محمد بن ابی بکر کے قتل کی خبر معاویہ اور عمر عاص کے پاس ملک شام میں پہنچی تو انہوں نے انتہائی مسرت اور شادمانی کا اظہار کیا عبداللہ ابن مسیب کا کہنا ہے کہ جس وقت محمد بن ابی بکر کے قتل کئے جانے کی خبر ملک شام میں پہنچی تو اس موقع پر جس قدر خوشی اور مسرت کا اظہار کیا گیا ایسی خوشی و مسرت و شادمانی میں نے کبھی نہیں دیکھی تھی (۳۵)

لیکن ان کی شہادت کی خبر جب امیر المومنین حضرت علیؑ کو ملی تو آپ نے فرمایا کہ: ان کے قتل کئے جانے کا غم و اندوہ اتنا ہی ہے جتنا معاویہ کو اس کا سرور۔ جب سے میں نے میدان کارزار میں قدم رکھا مجھے کسی کے قتل کئے جانے کا اتنا صدمہ نہیں ہوا جتنا اس کی وجہ سے ہوا ہے وہ میرے اپنے گھر میں پل کر جو ان ہوا اور میں نے اسے اپنی اولاد کی طرح سمجھا وہ میرا حقیقی خیر خواہ تھا ایسے شخص کی وفات پر جس قدر رنج و غم کیا جائے بجا ہے خدا سے دعا ہے کہ وہی اس کی جزا دے (۳۶)

### لوگوں کی تنبیہ و سرزنش

محمد بن ابی بکر کی رقت انگیز شہادت اور لوگوں کی پے در پے تباہ کاریوں کے باعث امیر المومنین حضرت علیؑ بہت زیادہ آزرہ خاطر ہوئے چنانچہ جب یہ اطلاع ملی کہ عمرو عاص نے

مصر پر قبضہ کر لیا تو آپ ﷺ نے واضح طور پر لوگوں کو سخت سست کہنا شروع کر دیا اور فرمایا کہ تم وہ لوگ ہو جو کسی کے خون کا بدلہ لینے میں میری مدد نہیں کر سکتے اگر کوئی گتھی الجھ جائے تم اسے سلجھا نہیں سکتے پچاس دن سے زیادہ میں تمہارے سامنے داد و فریاد کرتا رہا کہ بھائیو آؤ اور میری مدد کرو مگر تم اس اونٹ کی طرح کلبلا تے رہے جو درد شکم کے مارے تڑپ رہا ہو تمہاری حالت اس شخص کی سی ہے جو راہ جہاد میں تو نکلے مگر یہ سوچ کر کہ اس کام سے مجھے حاصل کیا ہو گا زمین پکڑے بیٹھے رہے یہاں تک کہ تم ہی میں سے ایک مختصر سپاہ کی جماعت تھی جنہیں دیکھ کر لگتا تھا کہ خود کو جان بوجھ کر موت کے منہ میں دھکیل رہے ہیں افسوس تمہاری حالت زار پر (۳۷)

حضرت علی ﷺ کے رنج و اندوہ کا یہ عالم تھا کہ زندگی سے بیزاری اور یہ آرزو کرنے لگے کہ جس قدر جلد ہو سکے موت آجائے تاکہ ان لوگوں کی ہمنشینی کے سخت و سنگین بار سے نجات ملے۔

حضرت علی ﷺ نے حضرت ابن عباس کو جو خط مرقوم فرمایا تھا اس میں آپ ﷺ نے اس احساس کرب کا اظہار اس طرح کیا تھا: مصر کو دشمن نے فتح کر لیا محمد بن ابی بکر شہادت سے ہمکنار ہوئے... میں نے لوگوں کو بار بار ان سے ہمدوش ہونے اور ان کی مدد کرنے کی ترغیب دلائی اور کہا اس سے پہلے کہ پانی سر سے گزر جائے تم ان کی داد و فریاد کو پہنچو چند لوگ تیار بھی ہونے لگے مگر بد دلی کے ساتھ کچھ عذر و بہانہ کر کے علیحدہ ہو گئے اور بعض نے تو ان کی مدد کرنے سے قطعی ہاتھ اٹھایا اور گھروں میں گھس گئے میں تو خدا سے یہی دعا کر رہا ہوں کہ مجھے ان لوگوں کے چنگل سے نجات دلانے اور ان سے رہائی کی کوئی سبیل نکل آئے۔

خدا کی قسم دشمن کے ساتھ جنگ و پیکار کرتے وقت شہادت کی آرزو نہ ہوتی اور میں نے راہ خدا میں خود کو مرنے کیلئے آمادہ نہ کر لیا ہوتا تو میں اس بات کو ترجیح دیتا کہ ایسے لوگوں کا ایک دن بھی منہ نہ دیکھوں اور ان کے پاس سے بھی نہ گذروں (۳۸)

### سوالات

- ۱۔ جنگ نہروان کس کی طرف سے شروع ہوئی اس میں کون فاتح رہا؟
- ۲۔ ذوالثدیہ کس شخص کا نام تھا رسول اکرم ﷺ نے اس کے بارے میں کیا فرمایا تھا؟
- ۳۔ غلات کون تھے اور ان کے وجود میں آنے کی کیا اسباب تھے؟
- ۴۔ جنگ نہروان کے کیا نتائج برآمد ہوئے؟
- ۵۔ صوبہ دار مصر کو تبدیل کرنے کی کیا وجہ تھی؟
- ۶۔ مالک اشتر کی کہاں اور کیسے شہادت ہوئی؟
- ۷۔ کن محرکات کی بنا پر معاویہ نے اسلامی حکومت کے قلمرو پر حملہ کرنا مصر سے شروع کیا؟
- ۸۔ محمد بن ابی بکر کی شہادت کس شخص کے ہاتھوں اور کس طرح ہوئی؟

## حوالہ جات

- ۱۔ الامامة و السياسة ج ۱ ص ۱۲۸، کامل بن اثیر ج ۳ ص ۳۳۶، تاریخ طبری ج ۵ ص ۸۶
- ۲۔ الامامة و السياسة ج ۱ ص ۱۲۸۔
- ۳۔ الان حل قتلہم احملا علی القوم مروج الذهب ج ۲ ص ۳۰۵۔
- ۴۔ شرح نہج البلاغہ علامہ خوئی ج ۳ ص ۱۳۶، منقول از کشف الغمہ
- ۵۔ مروج الذهب ج ۲ ص ۳۰۶
- ۶۔ نہج البلاغہ کلمات قصار ۳۲۳
- ۷۔ مروج الذهب ج ۲ ص ۳۰۴ و الامامة و السياسة ج ۱ ص ۱۲۸/۱
- ۸۔ نہج البلاغہ خطبہ ۹۳
- ۹۔ غلات اور غالیہ علی علیہ السلام کے عقیدت مندوں کا وہ گروہ تھا جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اس قدر مبالغے سے کام لیا کہ دائرہ مخلوق سے نکال کر الوہیت کے سراپدے تک لے آیا ملل و نخل شہرستانی ج ۱ ص ۲۳۷
- ۱۰۔ ہلک فی رحلان محب غال و مبغض قال، نہج البلاغہ کلمات قصار ۱۱۷
- ۱۱۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۵ ص ۵۔
- ۱۲۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۵ ص ۷
- ۱۳۔ الامامة و السياسة ج ۱ ص ۱۲۸، تاریخ طبری ج ۳ ص ۳۳۹، طبری لکھتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام سے یہ گفتگو اشعث نے کی تھی۔
- ۱۴۔ الامامة و السياسة ج ۱ ص ۱۲۹
- ۱۵۔ ان میں سے کچھ نے بیماری کا بہانہ بنایا اور خود کو بیمار ظاہر کیا حالانکہ وہ بیمار نہ تھے بلکہ وہ جنگ سے فرار چاہتے تھے۔
- ۱۶۔ کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۳۳۹، تاریخ طبری ج ۵ ص ۹۰، الامامة و السياسة، ج ۱، ص ۱۲۹، غارات ج ۱ ص ۳۵۔
- ۱۷۔ الامامة و السياسة ج ۱ ص ۳۷
- ۱۸۔ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۷۹

۱۹۔ مصر کی فرمان داری پر مامور ہونے سے قبل حضرت مالک اشتر موصل، نصیبین، دار اسنجار، آمد، ہیبت اور عانات کے والی رہ چکے تھے شرح نہج البلاغہ ناصر مکارم ج ۳ ص ۲۵۵

۲۰۔ نصیبین آباد جزیرہ کا شہر اور شام میں موصل کے مقام پر ہے معجم البلدان ج ۵ ص ۲۸۸/

۲۱۔ اس بارے میں اختلاف ہے کہ حضرت مالک اشتر کو محمد بن ابی بکر کی شہادت سے قبل صوبہ دار مقرر کیا گیا یا اس واقعے کے بعد مورخین کے نزدیک یہی قول مشہور و معتبر ہے اس کے علاوہ نہج البلاغہ کا مکتوب ۳۳ جو محمد بن ابی بکر کو لکھا گیا تھے اور اس بتایا تھا کہ ان کا تبادلہ کس وجہ سے عمل میں آیا ہے اس امر کی تائید کرتا ہے لیکن علامہ مفید (مرحوم) نے اپنی کتاب امالی میں دوسرے قول کو قابل قبول قرار دیا ہے ملاحظہ ہو الغارات ج ۱ ص ۲۵۷ حاشیہ

۲۲۔ الغارات ج ۲۵۸۱ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۶/۷۳

۲۳۔ یہ مصر کے راستے میں ایک بستی تھی یہاں سے مصر کا فاصلہ تین دن کا تھا معجم البلدان ج ۳ ص ۳۸۸

۲۴۔ الغارات نامی کتاب کے مصنف نے اس کا نام "خراخر" لکھا ہے ملاحظہ ہو الغارات ج ۱ ص ۲۵۹

۲۵۔ الغارات ج ۱ ص ۲۶۳ - ۲۵۹

۲۶۔ مالک و ما مالک و اللہ لو کان جبلا لو کان فندا لو کان حجرا لکان صلدا لایرتقیہ الحافر و لایوقی علیہ

الطائر (نہج البلاغہ۔ کلمات قصار ۳۳۳، الغارات ج ۱ ص ۲۶۵) الغارات کے مصنف نے یہ واقعہ قدرے مختلف طور پر بیان کیا ہے۔

۲۷۔ کانت لعلی بن ابی طالب یدان یمنان فقطعت احدهما یوم صفین یعنی عمار و قطعت الاخری الیوم و هو

مالک اشتر الغارات ج ۱ ص ۲۶۳، کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۳۵۳

۲۸۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۶ ص ۸۱

۲۹۔ الغارات ج ۱ ص ۲۶۲، ۲۸۰، شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۵ ص ۸۵ - ۸۲، کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۳۵۶

۳۰۔ عمرو عاص کی ماں کا نام تھا

۳۱۔ یہ جگہ کوفہ کے باہر خیرہ و کوفہ کے درمیان واقع ہے۔

۳۲۔ نہج البلاغہ ج ۱ ص ۱۸۰، شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۶ ص ۹۰، و الغارات ج ۱ ص ۲۹۰

- ۳۳\_ الغارات ج ۱ ص ۲۹۳\_ ۲۹۲ و ۴ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۶ / ۹۱
- ۳۳\_ کوئی ذی روح اللہ کے اذن کے بغیر نہیں مر سکتا موت کا وقت تو لکھا ہوا ہے (آل عمران آیہ ۱۳۵)
- ۳۵\_ الغارات ج ۱ ص ۲۸۲، شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۶ / ۸۶، کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۳۵۷
- ۳۶\_ الغارات ج ۱ ص ۲۸۲، شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۸۶، کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۳۵۷
- ۳۷\_ مروج الذهب ج ۲ / ۳۰۹
- ۳۸\_ الغارات ج ۱ ص ۲۹۷
- ۳۹\_ نہج البلاغہ مکتوب ۳۵، الغارات ج ۱ / ۲۹۸

سولھواں سبق

نہروان کے بعد

دہشت پسند اور غارتگر گروہ

۱۔ نعمان بن بشیر

۲۔ سفیان بن عوف

۳۔ عبداللہ بن مسعدہ

۴۔ ضحاک بن قیس

۵۔ بسر بن ارطاہ

حضرت علیؑ کا رد عمل

معاویہ کے تجاوز کارانہ اقدام کا نتیجہ

دو متضاد سیاسی روشیں

فتنہ خریت

آخری سعی و کوشش

حضرت علیؑ کے خلاف دہشت پسندانہ سازش

شہادت کا انتظار

شہادت

سوالات

حوالہ جات

## دہشت پسند اور غارتگر گروہ

معاویہ کو اس اقتدار کے باوجود جو اس نے حاصل کیا تھا اور اس اثر و رسوخ کے بعد بھی جو س کا شام کے لوگوں پر ہو گیا تھا نیزہ سپاہ عراق میں ہر طرح سے انتشار و پراگندگی پیدا کر کے بھی یہ اطمینان نہ تھا کہ اگر امیر المؤمنین حضرت علیؑ کے مرکز حکومت پر حملہ کرے گا تو وہ کامیاب ہو جائے گا اس نے جنگ صفین کے دوران جو ہولناک مناظر اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے اور حضرت علیؑ کی تلوار کے جن واروں کو اس نے سہا تھا وہ اس امر کے متقاضی نہ تھے کہ ایسا کوئی اقدام کرے۔ اسے اب تک جو کامیابی نصیب ہوئی تھی وہ سب جیلہ و نیرنگ کا نتیجہ تھی چنانچہ اس کے ساتھیوں نے جب بھی یہ تجویز پیش کی کہ کوفہ پر حملہ کیا جائے تو اس نے اس کا جواب نفی ہی میں دیا اس ضمن میں اس نے کہا کہ عراق کے لوگوں کو شکست دینے اور پراگندہ فوجی دستے عراق کے مختلف علاقوں میں سرکشی و غارت گری کرتے رہیں کیونکہ یہی ایسا طریقہ ہے جس کے ذریعے ہمارے حامی و طرفدار بتدریج طاقت ور ہوتے چلے جائیں گے اور عراق کا محاذ شکست و ریخت اور خوف و خطر میں مبتلا رہے گا جب عراق کے اشراف و سربراہان لوگ یہ کیفیت دیکھیں گے تو وہ خود ہی علیؑ کا ساتھ چھوڑ کر ہمای طرف آنے لگیں گے۔

اس فیصلے کے بعد اس نے نعمان بن بشیر، سفیان بن عوف، عبداللہ بن مسعدہ اور ضحاک بن قیس جیسے فرمانداروں کی زیر قیادت سپاہ کے دستے منظم کئے اور انھیں عراق کے مختلف علاقوں میں روانہ کیا تاکہ اس فرمان کو جس میں مسلمانوں کے لئے تباہی و بربادی اور خوف و دہشت کے عناصر شامل تھے جاری و ساری کر سکے۔

یہاں ہم ان ہلاکت بار تجاوزات کی درد انگیز داستان بیان کرنے کے ساتھ ہی ان افراد کا

مختصر تعارف کرائیں گے جو ان دستوں کے سرغنہ و سردار تھے۔

## ۱۔ نعمان بن بشیر

وہ انصار اور طائفہ خزرج میں سے تھا عثمان کے زمانے میں جو شورشیں ہوئیں ان میں اس نے خلیفہ وقت کا ساتھ دیا۔ عثمان کے قتل کے بعد ان کا خون آلودہ کرتا وہ ملک شام لے کر گیا اور معاویہ کو پیش کیا اور یہیں سے وہ معاویہ کا حامی و طرفدار ہوا معاویہ کی طرف سے کچھ عرصہ حاکم کوفہ بھی رہا اور اس کے بعد اسے "حمص" کا حاکم مقرر کیا گیا۔ معاویہ نے اسے ۳۹ھ میں دو ہزار افراد کے ساتھ "عین التمر" (۱) کی جانب روانہ کیا امیر المومنین حضرت علیؑ کے فوجی محافظ دستے پر جو تقریباً سو افراد پر مشتمل تھا اس نے حملہ کیا لیکن دلاور مدافین نے اپنی تلواروں کی نیا میں توڑ کر پوری پامردی و جانبازی سے دفاعی مقابلہ کیا اس عرصے میں تقریباً پچاس افراد ان کی مدد کے لئے وہاں آن پہنچے نعمان کے سپاہیوں کو یہ گمان گذرا کہ مدافین کے پاس مدد کے لئے جو لشکر پہنچا ہے اس کی تعداد بہت زیادہ ہے چنانچہ راتوں رات وہ اس جگہ سے بھاگ نکلے اور شام کی جانب رخ کیا۔

## ۲۔ سفیان بن عوف

اسے معاویہ کی طرف سے اس مقصد کے تحت مقرر کیا گیا تھا کہ عراق کے بعض مقامات پر حملہ کریں معاویہ نے رخصت کرتے وقت اسے یہ تاکید کی تھی کہ: تمہارے سامنے کوئی بھی ایسا شخص آئے جو تم سے متفق و ہم خیال نہ ہو اسے بے دریغ قتل کر دینا تمہارے راستے میں جو بھی بستیاں آئیں انہیں ویران کرتے چلے جانا لوگوں کے مال و متاع کو لوٹ لینا کیونکہ لوٹ مار بھی قتل کرنے کے برابر ہی ہے بلکہ بعض اوقات غارتگری قتل سے زیادہ جانگداز و مہلک ثابت ہوتی ہے۔ چلتے وقت اسے یہ ہدایت بھی کی کہ پہلے شہر "ہیت" (۲) پر حملہ کرنا اس کے بعد انبار اور

مدائن کے شہروں پر قبضہ کرنا سفیان بن عوف چھ ہزار سپاہیوں کو ساتھ لے کر روانہ ہوا جب شہر ہیبت میں اسے کوئی نظر نہ آیا تو اس نے شہر انبار پر یورش کی محافظین شہر کو کثیر تعداد میں قتل کرنے کے بعد اس نے شہر میں کشت و کشتار اور غارتگری کا بازار گرم کیا اور بہت ساماں جمع کر کے وہ شام کی طرف واپس آگیا۔<sup>(۳)</sup>

امیر المؤمنین حضرت علی ؑ کو جب اس واقعے کی اطلاع ملی تو آپ ؑ نے جہاد کی فضیلت کے بارے میں مفصل تقریر کی اور بتایا کہ جو لوگ اس اسلامی فرض سے روگردانی کرتے ہیں وہ کیسے ناگوار نتائج سے دوچار ہوتے ہیں اس ضمن میں آپ ؑ نے فرمایا کہ: میں شب و روز پنہاں و آشکارا تمہیں اس گمراہی سے برسرِ پیکار ہونے کی دعوت دیتا رہا میں نے تمہیں یہ ہدایت کی کہ اس سے پہلے وہ تمہارے ساتھ نبرد آزما ہوں تم ہی ان پر وار کر دو... لیکن تم نے سستی سے کام لیا اور فرض جہاد کو ایک دوسرے پر ٹالتے رہے چنانچہ نوبت یہاں تک آن پہنچی کہ تم پر ہر طرف سے پے در پے حملے کئے جانے لگے تمہیں غارتگری کا نشانہ بنایا جانے لگا اور اب تمہاری زمین و جائیداد کے مالک دوسرے لوگ ہوئے ہیں یہ شخص جس نے اپنی سپاہ کو ساتھ لے کر شہر انبار پر حملہ کیا "غاند" قبیلے کا ہے اس نے فرماندار شہر حسان بن حسان بکری کو قتل کیا اور تمہاری سپاہ کو اس نے ان کی عسکر گاہوں سے باہر نکل دیا ہے۔

مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ ان میں سے ایک شخص ایک مسلم خاتون اور اس اہل کتاب عورت کے گھر میں جو مسلمانوں کی زیر حمایت زندگی بسر کرتی تھی داخل ہوا اور ان کے زیورات ان کے جسموں پر سے اس نے اتار لئے اس کے بعد بہت سال غنیمت جمع کر کے وہ اور اس کے ساتھی واپس چلے گئے۔ دیکھنے کی بات یہ ہے کہ ان غارتگروں میں سے نہ تو کوئی زخمی ہوا اور نہ ہی کسی کے خون کا قطرہ زمین پر گرا اس واقعے کے بعد اگر ایک سچا مسلمان غم و افسوس کے باعث مرجائے یا ڈوب مرے تو بجا ہوگا اور وہ قابل سرزنش بھی قرار نہ دیا جائیگا۔<sup>(۴)</sup>

### ۳۔ عبداللہ بن مسعدہ

ابتدا میں وہ حضرت علی ؓ کے حامی و طرفداروں میں سے تھا لیکن دنیا پرستی کے باعث کچھ عرصہ بعد معاویہ کے ساتھ جا ملا اور اس کا شمار حضرت علی ؓ کے سخت ترین دشمنوں میں کیا جانے لگا۔ معاویہ نے اسے سترہ سو افراد کے ساتھ "تیمائی" <sup>(۵)</sup> کی جانب روانہ کیا اور یہ حکم دیا کہ جس بستی میں سے بھی گزرنا اس سے زکات کا مطالبہ کرنا اور جو شخص ادا کرنے سے منع کرے اسے قتل کر ڈالنا۔ عبداللہ مکہ اور مدینہ کے شہروں سے گذرا جب حضرت علی ؓ کو اس کی روانگی کی اطلاع ملی تو آپ ؐ نے مسیب بن نجبه فزاری کو دو ہزار افراد کے ساتھ ان کا مقابلہ کرنے کے لئے روانہ کیا تیماء میں دونوں حریف لشکر ایک دوسرے کے مقابل آگئے دونوں کے درمیان سخت معرکہ ہوا جس کے باعث شامی لشکر کا فرماندار زخمی ہوا اور مسعدہ راتوں رات شام کی جانب بھاگ گیا <sup>(۶)</sup>

### ۲۔ ضحاک بن قیس

وہ معاویہ کی فوج کا فرماندار تھا وہ کچھ عرصہ تک محافظین شہر دمشق کا صدر امین رہا اور بعد میں کوفہ کی حکومت بھی اسے تفویض کی گئی اس نے معاویہ کے حکم پر تین ہزار سپاہیوں کو ساتھ لیکر سرزمین "نعلیہ" <sup>(۷)</sup> کی جانب رخ کیا اس کے گرد و نواح کے ان تمام قبائل کو اس نے اپنی غارتگری کا نشانہ بنایا جو حضرت علی ؓ کے مطیع و فرمانبردار تھے اس کے بعد وہ کوفہ کی جانب روانہ ہوا راستے میں اسے قطقطنہ <sup>(۸)</sup> نامی علاقے میں عمر بن عمیس سے سامنا ہوا وہ زیارت حج بیت اللہ کیلئے تشریف لے جا رہے تھے ضحاک بن قیس نے انھیں اور ان کے قافلے کو لوٹ لیا اور انھیں اپنے مقصد کی طرف جانے سے روکا <sup>(۹)</sup>

حضرت علی ؓ نے ان کا مقابلہ کرنے کے لئے حجر بن عدی کو چار ہزار سپاہیوں کے ہمراہ ان کے راستے پر روانہ کیا حجر کا ضحاک سے "ہدم" <sup>(۱۰)</sup> نامی مقام پر مقابلہ ہوا جس میں سپاہ کے انیس سپاہی مارے گئے اس کے بعد ان کی سپاہ فرار کر کے شام کی جانب چلی گئی۔ <sup>(۱۲)</sup>

## ۵۔ بسر بن ارطاه

قبیلہ قریش میں سے تھا عراق و حجاز کی جانب معاویہ نے جو فرماندار روانہ کیئے تھے ان میں اس کا شمار خونخوار ترین فرماندار کی حیثیت سے ہوتا ہے رخصت کرتے وقت معاویہ نے اس سے کہا تھا کہ مدینہ پہنچنے کیلئے روانہ ہو جاؤ راستے میں لوگوں کو منتشر و پراگندہ کرتے رہنا سامنے جو بھی آئے اسے خوفزدہ ضرور کرنا جو لوگ تمہاری اطاعت سے انکار کریں ان کے مال و متاع کو تباہ و غارت کر دینا بسر بن ارطاه تین ہزار افراد کو ساتھ لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہوا وہ جس بستی سے بھی گزر جاتا وہاں کے مویشیوں پر قبضہ کر لیتا اور انھیں اپنے لشکریوں کے حوالے کر دیتا مدینہ پہنچ کر اس نے تقریر کی جس میں دل کھول کر مسلمانوں پر سخت نکتہ چینی کی اور جو نہ کہنا تھا وہ تک کہا اس کے ساتھ ہی انھیں مجبور کیا کہ اس کے ہاتھ پر بیعت کریں بہت سے گھروں کو نذر آتش کرنے کے بعد ابو ہریرہ کو اپنا جانشین مقرر کیا اور خود مکہ کی جانب روانہ ہو گیا راستے میں قبیلہ خزاعہ کے بہت سے لوگوں نے چند دیگر افراد کو قتل کیا اور ان کے مال کو لوٹ کر قبضے میں کر لیا۔ مکہ پہنچ کر اس نے ابو لہب کی اولاد میں سے بہت سے لوگوں کو تہ تیغ کر ڈالا اور یہاں سے "سراة" کی جانب روانہ ہوا جہاں اس نے حضرت علی ؑ کے حامی و طرفداروں کو قتل کر ڈالا "نجران" اور یمن میں اس نے کشت و کشتار کا خوب بازار گرم کیا یہی نہیں بلکہ فرماندار یمن عبید اللہ بن عباس کے دو کم سن بچوں کے سر تک اس نے اپنے ہاتھ سے قلم کئے قتل و غارتگری اور کشت و کشتار کا بازار گرم کرنے اور تقریباً تیس ہزار کو تہ تیغ کرنے کے بعد وہ واپس ملک شام پہنچ گیا (۱۲)

## حضرت علی ؑ کا ر و عمل

حضرت علی ؑ کو جب بسر بن ارطاه کے بزدلانہ حملوں کا علم ہوا تو آپ ؑ نے لوگوں کو اس مقابلہ کرنے کی دعوت دی اور فرمایا: کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ بسر نے یمن پر قبضہ کر لیا ہے خدا شاہد ہے کہ مجھے اس بات کا علم تھا کہ یہ لوگ جلد ہی تم پر غالب آجائیں گے جس کی وجہ یہ ہے کہ

وہ باطل پر تو ہیں مگر یکجا ہیں اس کے برعکس تم حق پر ہو مگر منتشر و پراگندہ۔ تمہارے رہبر و پیشوا نے تمہیں راہ حق پر چلنے کے لئے کہا مگر تم نے نافرمانی کی وہ آج باطل پر ہیں مگر اپنے سردار کے مطیع و فرمانبردار ہیں۔

وہ اپنے رہبر کے ساتھ امانت داری سے کام لیتے ہیں اور تم خیانت کرتے ہو وہ اپنے شہروں میں اصلاح کے کام کر رہے ہیں اور تم فساد پیا کئے ہوئے ہو میں تمہارے پاس اگر قذح (پیالہ) بھی بطور امانت رکھوں تو اس بات کا احتمال ہے کہ اس کے گرد کوئی ڈوری بندھی ہوئی ہو تو وہ بھی چرائی جائے گی۔<sup>(۱۳)</sup>

اہل کوفہ نے پہلے کی طرح اب بھی حضرت علیؑ کے فرمان پر اپنی سرد مہری دکھائی کچھ عرصہ گزر جانے کے بعد آپ نے ایک ہزار افراد پر مشتمل لشکر جاریہ بن قدامہ کی زیر فرمانداری ترتیب دیا جسے ساتھ لے کر جاریہ بصرہ کی طرف روانہ ہونے کے راستے سے وہ یمن پہنچے بسر کو یہ اطلاع مل چکی تھی کہ جاریہ کا لشکر حرکت میں ہے چنانچہ اس نے یمامہ کی سمت کو ترک کر کے اپنا رخ دوسری طرف موڑ لیا جاریہ منزل گاہ پر اترے بڑی تیزی کے ساتھ ان کا تعاقب کرنے کے لئے روانہ ہو گئے بسر ان کے خوف سے کبھی ایک طرف فرار کر جاتا اور کبھی دوسری جانب یہاں تک کہ وہ حضرت علیؑ کی قلمرو و حکومت سے باہر چلا گیا لوگوں نے جب اس طرح فرار ہوتے ہوئے انہیں دیکھا تو اچانک ان پر حملہ کر دیا جاریہ کے خوف نے اس کو ایسا سرا سیمہ و وحشت زدہ کیا کہ اس کو نہ تو تحفظ و دفاع کا ہوش رہا اور نہ ہی اس مال کو وہ اپنے ساتھ لے سکا جسے اس نے قتل و غارتگری سے جمع کیا تھا بسر کا مقابلہ کئے بغیر جاریہ واپس کوفہ تشریف لے آئے۔<sup>(۱۴)</sup>

### معاویہ کے تجاوز کارانہ اقدام کا نتیجہ

شام کے جن سر پسندوں نے فتنہ و فساد کے بیج بوئے تھے ان کی امیر المؤمنین حضرت علیؑ کی زیر حکومت قلمرو پر پے در پے حملے سخت نقصان دہ نتائج کا باعث ہوئے ان میں سے چند کا ذکر

ذیل میں کیا جاتا ہے۔

۱۔ وہ اسلامی معاشرہ جس میں اب امن و سکون مجال ہونے لگا تھا دوبارہ بد امنی اور بحرانی کیفیات کا شکار ہونے لگا خوارج کا فتنہ ابھی دبا ہی تھا بصرہ و کوفہ میں بھی معاویہ کی تحریک کے شریکوں نے مدینہ، مکہ، یمن اور دیگر شہروں میں فتنہ و فساد پھا کرنا شروع کر دیا۔

۲۔ وہ بزدل اور سست عقیدہ لوگ اس خوف و خطرہ کے باعث جو اس وقت ماحول پر مسلط تھا یہ سوچنے لگے کہ حکومت اس قابل نہیں کہ امن بحال کر سکے اور معاویہ کے حملے آور ہر جگہ پر اپنا قبضہ کر لیں گے اس لئے وہ معاویہ کی جانب چلے گئے۔

۳۔ دیگر عوامل کے ساتھ غارتگر دستوں کے حملے اس امر کے باعث ہوئے کہ امیر المومنین حضرت علیؑ جنگ نہروان کے بعد اپنی منتشر و متفرق فوجی طاقت کو تیزی کے ساتھ یکجا جمع نہ کر سکے نیز ایسے محکم و مضبوط فوجی، سیاسی اور اقتصادی تشکیلات بھی وجود میں نہ آسکیں جن کے باعث معاویہ کا مقابلہ کیا جاسکتا۔

۴۔ وہ لوگ جو حضرت علیؑ کی حکومت کے حامی اور طرفدار تھے کثیر تعداد میں بزدلانہ حملوں میں قتل ہوئے قبیلہ ہمدان کے سب ہی افراد حضرت علیؑ کے پیرو و معتقد تھے وہ سر کے حملوں کا شکار ہوئے جس میں سارے مردوں کو قتل کر دیا گیا اور عورتوں کو بُسر کی قید میں ڈال دیا گیا اور یہ وہ اولین مسلم خواتین تھیں جنہیں بردہ فروشوں کے بازار میں لایا گیا۔

### دو متضاد سیاسی روشیں

اوپر جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ چند نمونے اس سیاسی روش و حکمت عملی کے ہیں جو معاویہ نے مطلق اقتدار حاصل کرنے اور حضرت علیؑ کی حکومت کو تباہ و برباد کرنے کے لئے اختیار کی تھی اس کے مقابل ہم امیر المومنین حضرت علیؑ کی انصاف پسندانہ و عدل گسترانہ سیاسی راہ و روش کو دیکھتے ہیں چنانچہ جس وقت جاریہ بن قدامہ کو حضرت علیؑ رخصت کرنے لگے تو آپ نے یہ نصیحت کی کہ:

صرف جنگجو لوگوں سے ہی جنگ کرنا تم کو چاہے مجبور اپیدل سفر طے کرنا پڑے مگر عوام کے چوپایوں پر ہرگز نظر مت رکھنا جب تک کنوؤں اور چشموں کے مالک اجازت نہ دے دیں تم راستے میں کسی کنوئیں اور چشمے کا پانی استعمال نہ کرنا کسی مسلمان کو فحش بات نہ کہنا جس سے تمہارا عہد و پیمان ہو جائے اس کے ساتھ عہد شکنی کر کے ظلم نہ کرنا اور ذرہ برابر خون ناحق نہ بہانا۔ (۱۵)

جب ہم ان دو متضاد روشوں کا باہمی مقابلہ کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ ان میں سے پہلی قتل و غارتگری پر مبنی ہے اگرچہ یہ حکمت عملی بظاہر لوگوں کے مال و حقوق کا احترام کرتی ہے مگر چونکہ پہلا راستہ جس راہ سے گزر کر منزل مقصود تک پہنچتا ہے وہ اصول و ضوابط کے کسی دائرے میں نہیں آتا اسی لئے وہ شرعی اور قانونی قواعد کی پابندی بھی نہیں کرتا اس کے برعکس قانونی حدود اور انسانی قدریں دوسرے گروہ کی راہ میں چونکہ مانع و حائل ہوتی ہیں اسی لئے وہ اسے ہر ناجائز و ناروا کام کو انجام دینے سے روکتی ہیں۔

حق گوئی اور عدل پسندی جیسی خصوصیات کی پابندیوں کے باعث حضرت علیؑ کی سپاہ کے دنیا پرست افراد نے جہاد جیسے مقدس فرض کو انجام دینے میں سستی و سہل انگاری سے کام لیا کیونکہ وہ اپنے سامنے ایسی جنگ دیکھتے تھے جس کا اجر اس دنیا میں ان کے لئے موت کے سوا کچھ نہ تھا اگر وہ جنگ میں کامیاب ہوتے تو دشمن کے مال پر قبضہ نہیں کر سکتے تھے وہ کسی دشمن کو نہ تو اپنی مرضی سے قتل کر سکتے تھے اور نہ ہی اس کے بیوی بچوں کو اپنی قید میں رکھ سکتے تھے جب یہ شرائط و پابندیاں عائد ہوں تو جنگ کس لئے کریں؟ جنگ کے محرکات احکام خداوندی کی پابندی اور انسانی فضائل پیش نظر رکھے جاتے تو ان کیلئے جنگ کرنا امر لا حاصل تھا اس کے برعکس اہل شام معاویہ کی ایک آواز پر فوراً لبیک کہتے کیونکہ جنگ سے ان کے تمام حیوانی جبلتوں کو آسودگی ملتی جسے بھی وہ چاہتے قتل کرتے، کنیز و غلام بنا لیتے قتل و غارتگری ہی ان کی آمدنی کا ذریعہ و وسیلہ تھا بالخصوص اہل شام میں ان لوگوں کے جن کی تربیت اسلامی اصول کے مطابق نہیں ہوئی تھی حضرت علیؑ نے کوفہ کے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے اس کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا

تھا کہ جس چیز سے تمہاری اصلاح ہوتی ہے اور جو چیز تمہاری کجی کو درست کرتی ہے میں اس سے واقف ہوں لیکن تمہاری اس اصلاح کو اپنے ضمیر کی آواز کے خلاف میں اور ناجائز سمجھتا ہوں (۱۶)

امیر المومنین حضرت علی ؑ کی ریاکار سیاست مندوں کی راہ و ورش اختیار کرنے کے بجائے ہمیشہ یہ کوشش رہی کہ عراق کے عوام کی اصلاح کے ذریعے عام لوگوں کے ضمیر میں اپنے جذبے کو بیدار کرتے رہیں نیز اسلامی معاشرے کی کمزوری اور دشمن کی طاقت کے عوامل کی جانب توجہ دلا کر انہیں اصلاح نفس و تہذیب اخلاق کی تعلیم دیں تاکہ ان کی کمزوریوں کو دور کر کے انہیں دعوت حق قبول کرنے کی اصلاح دی جاسکے۔

حضرت علی ؑ کے خطبات و ہمدردانہ نصائح میں وہ تمام انسانی محرکات اور مادی و معنوی پہلو موجود ہیں جن میں عراق کے عوام کی فلاح و بہبود مضمحل تھی چنانچہ ہر درد و غم اور ہر کمزوری و ناتوانی کا علاج ان پر کار بندہ کر ہی کیا جاسکتا تھا اور اسی میں ان کی فلاح و بہبود پنہاں تھی۔

کوئی بھی فرد بشر وہ علم و اقتدار کے اعتبار سے خواہ کسی بھی مقام و منزلت پر ہو حضرت علی ؑ جیسی بصیرت نظر کے ساتھ اس کیفیت کو بیان نہیں کر سکتا تھا جو اس وقت عراق و شام پر مسلط و حکم فرما تھی اپنے رہبر کے حکم سے روگرداں ہو کر او ر جہاد جیسے مقدم فرض سے کنارہ کشی کر کے عراق کے لوگوں کی کیا سرنوشت ہو سکتی تھی اسے حضرت علی ؑ سے بہتر کوئی دوسرا شخص بیان نہیں کر سکتا تھا اس کے ساتھ ہی آپ ؑ نے بہترین دستور عمل پر کار بند رہنے کی ہدایت فرمائی تھی جس سے ان کی حالت فلاح و بہبود پا سکتی تھی۔

لیکن عراق کے عوام آپ ؑ کی نظریں ان سے کہیں بدتر تھے جنہیں معاویہ جنگ و پیکار کے لئے بھیجا کرتا تھا کیونکہ وہ دوستی کا لبادہ پہن کر آپ ؑ کے پرچم کے نیچے جمع ہوتے اور ہوا خواہی و طرفداری کا دم بھرتے لیکن اس کے ساتھ اس جنگ میں جو اہل شام کی طرف سے شروع کی جاتی وہ دفاعی اقدام نہ کرتے وہ ہر لمحہ و لحظہ کوئی نہ کوئی بہانہ تراشتے رہتے کبھی کہتے کہ

موسم بہت گرم ہے اتنی تو مہلت دیجئے کہ دن کی تمازت ذرا کم ہو جائے اور کبھی یہ کہنے لگتے کہ موسم بہت سرد ہے اس وقت تک کے لئے صبر کیجئے کہ موسم معتدل ہو جائے۔<sup>(۱۷)</sup>

جب حضرت علیؑ انھیں یہ کہہ کر لاجواب کر دیتے کہ سردی و گرمی تو تمہارے لئے ایک بہانہ ہے خدا کی قسم تم اس قدر کاہل و بزدل ہو چکے ہو کہ اگر تلوار تمہارے روبرو آجائے تو اسے دیکھ کر فرار کر جاؤ گے اس پر وہ کہتے کہ ہم اس صورت میں ہی میدان کار زار کی طرف جاسکتے ہیں کہ جنگ میں آپ بھی ہمارے ساتھ شریک ہوں۔

ان کی یہ شرائط اس وضع میں تھی جب کہ مرکزی حکومت کو حضرت علیؑ کی سخت ضرورت تھی اس پر حضرت علیؑ فرماتے کیا ان حالات کے تحت میرے لئے میدان جنگ کی جانب روانہ ہونا مناسب ہے تمہاری یہی شرط کافی ہے کہ میں اپنے ایک دلاور اور قابل اعتماد فرماندار کا انتخاب کروں اور اس کے ہمراہ تمہیں جنگ پر روانہ کروں<sup>(۱۸)</sup>

حضرت علیؑ کے دست مبارک میں جب تک عنان حکومت رہی آپ کا کوئی بھی وقت ایسا نہ گذرا جس میں آپ نے عوام کی راہنمائی نہ فرمائی ہو وہ اپنے تجربات اور علوم باطنی کے ذریعے ان پر وہ چیزیں کشف و عیاں کرتے جن میں ان کی فلاح و بہبود مضمر تھی اور انہی سے ان کی حالت بہتر ہو سکتی تھی چنانچہ ایک مرتبہ آپؑ نے خود فرمایا تھا: کہ میں نے تمہارے ساتھ رہ کر تمہاری ہم نشینی و ہمدمی کو زبانی اور خوبصورتی بخشی اور میری ہمیشہ یہی کوشش رہی کہ جس قدر ممکن ہو سکے تمہیں ذلت و خواری کے حلقے اور جو رستم کی بندشوں سے آزاد کروادوں۔<sup>(۱۹)</sup>

لیکن افسوس کہ حضرت علیؑ نے اصلاح کی جو بھی ہمدردانہ سعی و کوشش کی اس کا اثر ان کے تھکے ہوئے جسموں پر اور خستہ و کوفتہ دل و دماغ پر اس حد تک نہ ہو سکا جس قدر آپؑ چاہتے تھے چنانچہ یہی وجہ تھی کہ انہوں نے خود کا غارتگر شامیوں کے حوالے کر دیا تاکہ جب بھی چاہیں اور جس طرح بھی چاہیں ان کے جان و مال کو نذر آتش کر دیں۔

## فتنہ خریٹ

خوارج کے تباہ کن و خطرناک عقائد ان لوگوں کے دلوں میں جو ذہنی طور پر فرسودہ و ناکارہ ہو چکے تھے اور اس کج رفتاری کیلئے آمادہ تھے بتدریج قوت پانے لگے اور ان کی وجہ سے اسلامی معاشرے کے لئے وہ نئی مشکل پیدا ہو گئی جس کا ذکر ذیل میں آئے گا۔ "خریت بن راشد" (۲۱) بہت سرسخت خوارج میں سے تھا جب حکمیت کے نتیجے کا اعلان کیا گیا تو وہ اپنے حواریوں کو ساتھ لے کر حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ اس کے بعد مجھ سے آپؑ کی اطاعت و فرمانبرداری نہ ہو سکے گی میں آپؑ کے پیچھے نماز بھی ادا نہ کروں گا... اور کل میں آپ سے علیحدہ ہو جاؤں گا۔

اپنے اس فیصلے کا محرک وہ مسئلہ حکمیت کو سمجھتا تھا حضرت علیؑ نے اس کو جواب دینے میں فرم رویہ اختیار کیا اور اسے پسند و نصیحت کرنے کے بعد فرمایا: کہ وہ حکمیت کے بارے میں چاہیں تو بحث و گفتگو کر سکتے ہیں اس وقت تو اس نے گفتگو کرنا مناسب نہ سمجھا البتہ اگلے دن کا وعدہ کر کے چلا گیا مگر رات کے وقت وہ اپنے حواریوں کو ساتھ لے کر فرار کر گیا۔ اور دیگر خوارج کی طرح دہشت پسندی اور غارتگری شروع کر دی چنانچہ راہ میں اسے جتنے بھی کینہ پرور و عناد پسند لوگ ملے وہ اس کے ہمراہ ہو گئے وہ مدائن پہنچ گیا۔

امیر المومنین حضرت علیؑ "زیاد بن خصفہ" کو ان کا تعاقب کرنے کے لئے روانہ کیا اور مختلف شہروں میں اپنے کارپردازوں کو بھی لکھاتا کہ وہ ان علاقوں میں جو ان کے زیر فرمان ہیں ان کی تلاش و جستجو کے لئے اپنے کارندے مقرر کریں اور اس کے نتائج سے آپ کو مطلع و باخبر کرتے رہیں (۲۲)۔

حضرت علیؑ کے "قرظہ بن کعب نامی" کارپرداز نے اسے اپنی حراست میں لے لیا اور اس واقعے کی حضرت علیؑ کو اطلاع کی حضرت علیؑ نے زیاد کو اس بارے میں مطلع کیا اور حکم دیا کہ اسے میرے پاس روانہ کر دو اگر وہ آنے سے انکار کرے تو ان کے ساتھ جنگ کرو کیونکہ اس نے نیز

اس کے حواریوں نے حق کو پس پشت ڈال کر لوگوں کا ناحق خون بہلایا ہے اور راستوں میں بد امنی پھیلا رکھی ہے۔ (۲۳)

زیاد اور خیریت ایک دوسرے کے مقابل آئے دونوں کے درمیان گفتگو اور سوال و جواب ہوئے خیریت اپنے عقیدے میں پابر جاتھا دونوں کے درمیان سخت جنگ ہوئی اور ان کے بیشتر افراد کاری زخموں کے باعث مجروح ہوئے جب رات ہو گئی تو خیریت فرار کر کے اہواز کی سمت چلا گیا اور زیادہ واپس بصرہ تشریف لے آئے۔

اہواز میں بہت سے راہزن، اس کے ہم عقیدہ عرب اور سطحی مسلمان جو اس کی تحریک کو دین پر ضرب لگانے، خراج ادا نہ کرنے اور قانون کی ہر قید و بند سے خارج ہونے کا ذریعہ و وسیلہ سمجھتے تھے اس کے گرد جمع ہو گئے۔

حضرت علیؑ کو جب ان واقعات کی اطلاع ملی تو آپؑ نے "معتل بن قیس" کو ایک ہزار افراد کے ہمراہ جنگ کرنے کے لئے بھیجا آپؑ نے صوبہ دار بصرہ حضرت عبداللہ بن عباس کو بھی لکھا کہ دو ہزار افراد کے ساتھ کسی دلیر و بہادر نیز راستباز شخص کو روانہ کریں تاکہ وہ حضرت معتل کے ساتھ مل کر جنگ کر سکے اس کے ساتھ ہی آپؑ نے زیاد اور ان کے ہم قبیلہ لوگوں کی تعریف و توصیف کرتے ہوئے انہیں واپس آنے کے لئے حکم صادر کیا (۲۴)۔

حضرت ابن عباس نے حضرت خالد بن معدان طائی کو دو ہزار افراد کے ہمراہ روانہ کیا خیریت کا تعاقب کرنے کے لئے حضرت معتل اہواز پہنچ کر اترے اس وقت خوارج و سیع دشت سے گذر کر کوہ رامہر کی بلندیوں کی جانب جانے کی کوشش و فکر میں تھے تا کہ تعاقب کرنے والی جماعت کی نسبت وہ بہتر اور زیادہ مستحکم جگہ پر قیام کر سکیں لیکن معتل نے انہیں اچانک بے خبر مرغ میں لے لیا اور ابھی وہ پہاڑ کے دامن سے اوپر نہیں گئے تھے کہ ان پر حملہ کر دیا خونریز جنگ، قبیلہ بنی ناجیہ کے تین سو ستر افراد کے قتل اور ان کے بے دین ساتھی کی کشت و کشتار (جن میں کچھ عرب، بے دین اور بعض کمر د شامل تھے) کے بعد خیریت کیلئے فرار کے علاوہ کوئی چارہ باقی نہ رہ گیا

(۲۵) یہاں سے فرار کرنے کے بعد خیریت بحرین میں دور ترین ممکن مقام پر پناہ گزین ہو ایہاں بھی اس نے اپنے اغراض و مقاصد کا پرچار شروع کر دیا اور دوبارہ لوگوں کو اپنے گرد آنے کی دعوت دینے لگے معقل نے حضرت علی ؑ کے حکم کے مطابق ان کا تعاقب کیا بحرین پہنچنے کے بعد اس نے سب سے پہلے حضرت علی ؑ کا وہ خط پڑھ کر سنایا جس میں آپ ؑ نے مسلمانوں، عیسائیوں، مرتدین اور بے دین لوگوں سے خطاب کیا تھا اس کے بعد انہوں نے پرچم دین لہرایا اور کہا کہ خیریت اور اس کے ان حواریوں کی علاوہ جو کینہ و عداوت کے باعث مسلمانوں سے علیحدہ ہو گئے ہو جو شخص بھی اس پرچم کے زیر سایہ آجائے گا وہ امن و امان میں رہے گا اور ابھی چند لمحے ہی گزرے تھے کہ خیریت کے اطراف میں اس کے اہل قبیلہ کے علاوہ کوئی شخص نہ رہا اس کے اور معقل کے درمیان سخت جنگ ہوئی تجاوز کاروں کی استقامت و پایداری ایک گھنٹہ سے زیادہ قائم نہ رہ سکی ان کا رہبر اپنے ایک سوستر سے زیادہ افراد کے ساتھ قتل ہو باقی ساتھی ایسے فرار کر گئے جیسے بھیروں کے درمیان کوئی بھیڑیا آیا ہو لیکن وہ بھی گرفتار و قید ہوا ان میں سے جو لوگ تاب ہو گئے معقل نے انہیں آزاد کر دیا اور باقی افراد کو جو تعداد میں پانچ سو سے زیادہ تھے کوفہ کی جانب روانہ کر دیا۔ (۲۶)

### آخریں سعی و کوشش

۳۰۳۹ ہجری کے دوران معاویہ کی یورش میں چونکہ بہت اضافہ ہو گیا تھا اسی لئے حضرت علی ؑ نے اس کے حملوں کو روکنے کے لئے ان فوجی دستوں کو بھیجنے کے علاوہ جن کی حیثیت محفوظ لشکر کی تھی یہ فیصلہ کیا کہ اپنی تمام سعی و کوشش شام کی جانب لازم و ضروری فوجی طاقت روانہ کرنے کیلئے صرف کر دیں تاکہ معاویہ کی تجاوز کاری کا ہمیشہ کے لئے سدباب ہو سکے کیونکہ آپ کے لئے اس کے علاوہ کوئی چارہ باقی نہیں رہ گیا تھا کہ مکمل جنگی سطح پر اس کا مقابلہ کیا جائے تاکہ اس شر سے ہمیشہ کے لئے نجات حاصل ہو اور وہ بھی اپنی جگہ خاموش ہر کر بیٹھے رہے۔

اس فیصلے کے بعد آپ نے حضرت معقل بن قیس کو سواد (۲۷) کوفہ (۲۸) کی جانب روانہ کیا تاکہ لوگوں کو جنگ میں شریک ہونے کی دعوت دے سکیں۔

آپ ﷺ نے والی آذربائیجان قیس بن سعد کو بھی خط لکھا جس میں مرقوم فرمایا کہ وہ لوگوں کو شام کی جانب روانہ ہونے کیلئے آمادہ اور نظریاتی اعتبار سے ان میں وحدت یکجہتی کرے (۲۹)

اس کے علاوہ حضرت علی ﷺ نے خود بھی کوفہ کے لوگوں کو آمادہ کرنے کے لئے مفصل تقریر کی جس میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے اللہ کے بندو گذشتہ اقوام کی تاریخ پر غور و فکر کرنا تمہارے لئے بیش قیمت درس عبرت ہے کہاں ہیں وہ بادشاہوں کے غول اور ان کے وارثین سلطنت کہاں ہیں فراعنہ اور ان کے جانشین؟ کدھر گئے وہ خاندان رس کے مدنی فرمانروا جن سب نے پیغمبروں کو تہ تیغ، سنت کے روشن چراغوں کو خاموش اور ستمگروں کی راہ و روش کو زندہ کیا تھا کہاں گئے وہ فرمانروا جو عظیم لشکر لے کر روانہ ہوئے اور جنہوں نے ہزاروں بلکہ لاکھوں کی سپاہ کو شکست دی کدھر جا چھپی فاتحین کی وہ فوج کثیر تعداد جو یکجا جمع ہوئی اور جس نے نئے شہروں کی بنیاد رکھی؟

...خدا کے برگزیدہ و نیک بندے سفر پر جانے کے لئے کمر بستہ ہو گئے انہوں نے دنیا کا فانی و بے ثبات چند روزہ چیزوں کا سودا آخرت کی جاودانی زندگی سے کیا سچ تو یہ ہے کہ ہمارے وہ بھائی جنہوں نے جنگ صفین میں اپنا خون بہایا تھا اگر آج اس دنیا میں نہیں ہیں تو انہوں نے کون سا خسارہ برداشت کیا؟

کہاں ہیں وہ میرے بھائی جنہوں نے جہاد کی راہ اختیار کی اور جادہ حق طے کیا کہاں ہیں عمار یا کہاں گئے ابن تیمان ذوالشہادتین؟ اور کدھر گئے ان جیسے دوسرے لوگ جنہوں نے موت سے عہد و پیمان کیا اور شہر پسندوں کے ہاتھوں اپنے سر قلم کرائے اس کے بعد آپ ﷺ نے ریش مبارک پر اپنے ہاتھ رکھے اور کافی دیر تک گریہ و زاری کرتے رہے۔ اس کے بعد فرمایا: کہ افسوس افسوس کہاں گئے وہ میرے بھائی جنہوں نے قرآن پاک کی تلاوت کی اور زندگی میں اسے اپنا حاکم بنایا اپنے فرائض کے پابند رہے اور ہمیشہ انہیں پورا کیا انہوں نے سنت نبوی کو زندہ

اور بدعتوں کا قلع قمع کیا انہوں نے جہاد کی حکومت کو قبول کیا اور اپنے ہادی اور رہبر پر پورا اعتماد کرتے ہوئے اس کی پیروی کی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے باواز بلند فرمایا: (جہاد جہاد) اے خدا کے بندو میں تمہیں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ آج میں بھی تمہارے ساتھ عسکر گاہ کی جانب چلوں گا جو شخص بھی خدا کی جانب جلد از جلد آنا چاہتا ہے وہ نکل کر ہمارے ساتھ آئے۔<sup>(۳۰)</sup> آپ ﷺ کی اس سعی و کوشش کا یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ تقریباً چالیس ہزار افراد عسکر گاہ میں جمع ہو گئے۔

بقول "نوف بکالی" آپ ﷺ نے دس ہزار سپاہ کا پرچم حضرت امام حسین ﷺ کو دیا دس ہزار سپاہی حضرت قیس کے زیر نگرانی کئے دس ہزار سپاہ حضرت ابو ایوب انصاری کی زیر فرمانداری مقرر کئے اور دس ہزار سپاہی ان دیگر فرمانداروں کے حوالے کئے جنہوں نے اس تعداد میں مزید اضافہ کیا تھا اور حکم دیا کہ پوری فوج صفین کی جانب روانہ ہو لیکن ابھی جمعہ بھی نہ گزرا تھا کہ آپ ﷺ کے سر مبارک پر ابن ملجم نے کاری ضرب لگائی جس کے باعث لشکر بحالت مجبوری واپس کوفہ آگیا۔<sup>(۳۱)</sup>

### حضرت علی ﷺ کے خلاف دہشت پسندانہ سازش

تمام مشکلات اور سختیوں کے باوجود حضرت علی ﷺ جس زمانے میں شام کی جانب روانہ ہوئے اور معاویہ سے جنگ کا تدارک کر رہے تھے اسی عرصہ میں چند خوارج بظاہر مراسم حج بیت اللہ ادا کرنے کی نیت سے مکہ میں جمع ہوئے یہاں انہوں نے چند جلسات کی تشکیل کی جس میں ان مقتولین کو یاد کیا جو جنگ نہروان میں کام آگئے تھے ان کے خیال میں وہ لوگ بے قصور مارے گئے تھے اور ان کے قتل کے اصل ذمہ دار حضرت علی ﷺ، معاویہ اور عمرو عاص تھے۔

ان کے خیال میں یہ تینوں ہی حضرات "ائمہ ضلال (گمراہوں کے امام) تھے۔ چنانچہ انہوں نے فیصلہ کیا کہ تینوں کا فیصلہ کر دیا جائے تاکہ اس طرح باہمی اختلاف، کشمکش اور ناانصافی کی بیخ

کئی کر دیں۔

ان میں سے تین افراد نے اس مقصد کے لئے اپنی زندگی داؤ پر لگا دی۔ تاکہ تینوں مذکورہ حضرات کی زندگی کو ختم کر دیں حضرت علیؑ کو قتل کرنے کا ذمہ عبدالرحمن ابن بلجم نامی نے لیا انہوں نے اس سازش کی تکمیل کے لئے باہمی عہد و پیمانہ کئے اور یہ فیصلہ کیا کہ بتاریخ ۱۹ ماہ رمضان ۳۰ھ صبح کے وقت وہ اپنی دہشت پسندانہ کارروائی پر عمل درآمد کریں گے اس کے بعد وہ ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔

ابن بلجم کوفہ میں داخل ہوا اور اپنی چچا زاد بہن قطام کے گھر پہنچا وہ اس کے ساتھ پہلے بھی چونکہ معاشقہ کر چکا تھا اسی لئے اب اسے اپنی شادی کرنے کا پیغام دیا قطام خود خوارج میں سے تھی اس کے بھائی اور باپ کا قتل جنگ نہروان میں ہو چکا تھا اسی لئے اس کے دل میں حضرت علیؑ کے خلاف سخت عداوت و دشمنی تھی اس نے کہا کہ میں اس شرط پر شادی قبول کر سکتی ہوں کہ ایک کنیز و غلام اور تین ہزار درہم نقد دینے کے علاوہ تو علیؑ کو قتل کر دے اگر تو اس مقصد میں کامیاب ہو گیا تو تو میرے کلیجے کو ٹھنڈا کرے گا اور مجھ سے داد مراد پائے گا اور اگر کہیں تو خود مارا گیا تو تجھے دنیوی نعمتوں سے کہیں زیادہ عظیم اس کا اجر و ثواب ملے گا۔

ابن بلجم نے جب دیکھا کہ یہ عورت اس کام کے لئے بہت زیادہ اصرار کر رہی ہے تو اس نے بتا دیا کہ میں یہی ناپاک ارادہ لے کر کوفہ سے آیا ہوں۔ (۳۲)

ابن بلجم نے شیب بن بجرہ نامی دوسرے شخص سے جو خود بھی خوارج میں سے تھا اس کام میں مدد ملی قطام نے وردان بن مجالد کو بھی اس کے ساتھ کر دیا تاکہ وہ بھی اس کام میں اس کا مددگار ہو سکے اس نے "اشعث بن قیس" کو بھی اپنا راز دار بنا لیا اس شخص نے بھی اس کام کو تمام کرنے کے لئے اس کی حوصلہ افزائی کی (۳۳)

## شہادت کا انتظار

امیر المومنین حضرت علیؑ نے احادیث نبوی اور علم لدنی کی بنیاد پر یہ پیشین گوئی کر دی تھی کہ آپؑ کی شہادت ماہ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں واقعہ ہوگی جب ماہ رمضان آگیا تو افطار کے بعد آپؑ کبھی امام حسنؑ کبھی امام حسینؑ اور بعض راتوں میں حضرت عبداللہ بن عباس کے گھر قیام فرماتے لیکن افطار کے وقت تین لقموں سے زیادہ تناول نہ فرماتے جب اس کی وجہ دریافت کی گئی تو آپؑ نے فرمایا کہ میری یہ آرزو ہے کہ خداوند تعالیٰ کا دیدار شکم سیر ہوئے بغیر کروں

(۳۴)

ماہ مبارک کی انیسویں شب میں امیر المومنین حضرت علیؑ پر سخت ہیجانی کیفیت طاری تھی آپؑ اچانک گھر کے اندر سے نکل کر صحن میں تشریف لے آتے اور وہاں ٹہلنے لگتے اور آسمان کی طرف دیکھتے آپؑ نے سب حاضرین کو بتادیا تھا کہ آج کون سا عظیم حادثہ رونما ہونے والا ہے آپؑ یہ فرما چکے تھے کہ "خدا کی قسم میں غلط نہیں کہہ رہا ہوں اور مجھے غلط خبر نہیں دی گئی ہے کہ آج کی رات وہی رات ہے جس کا مجھ سے وعدہ کیا جا چکا ہے" (۳۵)

اس رات حضرت علیؑ تمام وقت بیدار رہے پوری رات تلاوت قرآن مجید اور عبادت میں گزری طلوع فجر سے قبل جب آپؑ گھر سے مسجد تشریف لے جانے لگے تو راستے میں مرغابیاں آگئیں جنہیں راستے سے دور کر دیا گیا اس پر حضرت علیؑ نے فرمایا کہ انہیں کچھ مت کہو یہ نوحہ و گریہ کر رہیں ہیں (۳۶)

## شہادت

امیر المومنین حضرت علیؑ مسجد میں تشریف لائے جو لوگ محو خواب تھے انہیں بیدار کیا کہ خداوند تعالیٰ کی عبادت و مناجات میں مشغول ہوں آپؑ نے ابن بلجم کو بھی بیدار کیا (۳۷) وہ تو اول شب سے ہی آپؑ کی آمد کا منتظر تھا اور اس وقت خود کو سوتا ہوا بنا لیا تھا اس کے بعد

آپ ﷺ نماز ادا کرنے کیلئے کھڑے ہوئے اور قلب و زبان کو ذکر خدا میں مشغول کر دیا۔ اس وقت شیبب نے چاہا کہ آپ ﷺ پر تلوار سے وار کمرے مگر اس کی تلوار محراب مسجد نے ٹکرا کر گر گئی ابن بلجم تباہ کار جلدی سے آگے آیا اس نے اپنی تلوار اوپر اٹھائی اور باواز بلند کہا "الحکم سد لاک یا علی ولا لاصحابک" یہ کہہ کر اس نے حضرت علی ﷺ کے سر مبارک پر اپنی تلوار اٹھائی جو ٹھیک اسی جگہ لگی جہاں جنگ خندق میں "عمر بن عبدود" (۳۷) کی تلوار آپ کے سر مبارک پر لگ چکی تھی حق و عدل کا وہ پیکر جو صریح و واضح کفر اور الحاد کے ضربات سے زمین پر نہیں گر سکا تھا آج نفاق اور جہل و تعصب آمیز ظاہری تقدس کے ایک ہی وار سے خاک و خون میں لوٹنے لگا حضرت علی ﷺ نے جیسے ہی ضرب شمشیر کو محسوس کیا فرمایا: "فرت و رب الکعبہ" (۳۸) قسم کعبہ کے خدا کی آج میں نے کامیابی حاصل کی۔

آپ ﷺ کے فرزندوں اور اصحاب پر تو گویا غم و اندوہ کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ہر طرف سے گریہ و نالہ اور آہ و بکا کی صدا میں سنائی دینے لگیں لوگ سرا سیمگی کی حالت میں مسجد کی جانب دوڑے۔

حضرت علی ﷺ کا سر مبارک حضرت امام حسن ﷺ کی آغوش میں تھا جس سے مسلسل خون جاری تھا زخم کی شدت اور بہت زیادہ خون بہہ جانے کی وجہ سے آپ ﷺ اب تک بے ہوشی کی حالت میں تھے ابن بلجم بھی پکڑا گیا اور اسے حضرت امام حسن ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا حضرت مجتبیٰ ﷺ نے اس سے فرمایا اے ملعون تو نے پیشوائے مسلمین حضرت علی ﷺ کو قتل کر دیا کیا نیکی اور خیر خواہی کا بدلہ یہی ہے تو وہی شخص ہے جسے خلیفہ وقت نے پناہ دی اور اپنا مقرب بنایا؟ اس کے بعد آپ ﷺ نے والد محترم کی خدمت میں عرض کیا بابا جان یہ آپ کا اور خدا کا دشمن محمد اسد گرفتار کر لیا گیا ہے وہ اس وقت آپ کے روبرو حاضر ہے۔

حضرت علی ﷺ نے چشم مبارک کو کھولا اور فرمایا کہ تو بہت عظیم سانحہ کا مرتکب ہوا ہے اور تو نے نہایت ہی خطرناک کام کیا ہے کیا میں تیرے لئے برا امام ثابت ہوا؟ ایسی کون سی مہربانی اور بخشش تھی جو میں نے تیرے حق میں روانہ رکھی کیا لطف و مہربانی کا یہی بدلہ وصلہ ہے؟

اس کے بعد آپ ﷺ نے حضرت امام حسن ﷺ سے فرمایا کہ اے فرزند عزیز اپنے اس قیدی کے ساتھ خاطر و مدارات کا سلوک کرنا اور اس کے ساتھ مہربانی و نوازش سے پیش آنا۔

جو کچھ تم کھاؤ اور پیو وہی تم سے کھلانا اور پلانا اگر میں مرجاؤں تو میرے خون کے قصاص میں اسے قتل کر دینا مگر اس کے ناک، کان نہ کاٹنا کیونکہ میں نے پیغمبر اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ اس کتے کے بھی ناک کان نہ کاٹو جس نے تمہیں کاٹا ہے اور اگر میں بچ گیا تو میں ہی جانتا ہوں کہ اس کے ساتھ کیا سلوک کروں گا اسے معاف کر دینے میں مجھے سب پر فضیلت حاصل ہے کیونکہ ہمارا خاندان وہ خاندان ہے جس نے بڑے بڑے گناہگاروں کو معاف کیا اور ان کے ساتھ ہم بزرگواری کے ساتھ پیش آتے ہیں (۳۹)

حضرت امام حسن ﷺ اپنے والد بزرگوار کو گھر لے آئے لوگ گریہ و نالہ کرتے اور آپ سے رخصت ہوتے عجب کہرام کا عالم تھا لگتا تھا کہ غمگساروں کی جان کھینچ کر لبوں پر آگئی ہے۔

حضرت امام مجتبیٰ ﷺ نے بعض اطبا کو جن میں اثیر بن عمرو و سکونی سب سے زیادہ ماہر و حازق طبیب تھے علاج کے لئے بلایا انہوں نے کہا کہ بھڑکا تازہ جگر لاؤ اس کی ایک رگ انہوں نے حضرت علی ﷺ کے زخم کے اندر رکھی اور اسے باہر نکال لیا انہوں نے دیکھا کہ مغز کی سفیدی اس رگ پر لگ گئی ہے اور دم شمشیر کی ضرب نے دماغ تک اثر کیا ہے یہ دیکھ کر اس طبیب نے کہا "یا امیر المومنین اگر کوئی وصیت کرنا چاہیں تو کر دیجئے" (۴۰)

امیر المومنین حضرت علی ﷺ نے اپنے فرزندوں کو اخلاقِ حسنہ کی وصیت فرمائی اپنی زندگی کے قابل قدر و قیمت درس انہیں اور تمام مسلمین کو دیئے۔ امورِ خلافت اپنے فرزند محترم امام حسن ﷺ کو تفویض کیئے اور اس کا گواہ اپنے فرزندوں اور بزرگانِ خاندان کو بنایا کلامِ مجید اور اپنا اسلحہ آپ کی تحویل میں دیا۔

جب حضرت علی ﷺ اپنے فرزندوں کو پسند و نصح کر چکے تو آپ ﷺ نے موت کی علامات محسوس کیں اس کے بعد آپ قرآن پاک کی تلاوت میں مشغول ہو گئے آخری آیت جو آپ کی

زبان مبارک پر آئی وہ یہ تھی۔

﴿فمن يعمل مثقال ذرة خیر ابرہ و من يعمل مثقال ذرة شر ابرہ﴾ (۴۱)

(پھر جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر بدی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا)

بتاریخ ۲۱ رمضان ۳۰ھ اس وقت جب کہ آپ کا سن شریف تریسٹھ برس کا تھا آپ کی روح مقدس و مطہر اس جہان فانی سے پرواز کر کے عالم جاودانی کی جانب عروج کر گئی۔

حضرت امام حسن ؑ نے اپنے دیگر بھائیوں اور حضرت علی ؑ کے اصحاب کی مدد سے اپنے شہید والد محترم کی تجہیز کا انتظام کیا غسل و کفن کے بعد جب کچھ رات گزر گئی تو اس پیکر مقدس کو کوفہ سے باہر لے آئے تمام راستہ جنازے کے پیچھے رہ کر طے کیا اور جنازہ اس جگہ لایا گیا جو آج نجف اشرف کے نام سے مشہور و معروف ہے نماز جنازہ ادا کرنے کے بعد انتہائی خاموشی کے ساتھ اس پیکر تقدس کو سپرد خاک کر دیا (۴۲)

سلام علیہ یوم ولد و یوم استشہد و یوم یبعث حیا

سلام ہو آپ پر جس دن آپ کی ولادت ہوئی اور جس دن شہید کئے گئے اور جس دن زندہ اٹھائے جائیں گے

## سوالات

- ۱۔ معاویہ نے کن محرکات کے تحت دہشت پسند دستے ان مناطق میں بھیجے جہاں حضرت علی ؑ کی حکومت تھی؟
- ۲۔ بسر بن ارطہ نے جو قتل و غارتگری کی اس کی کچھ مثالیں بیان کیجئے ان کے تجاوز کارانہ اقدام کا حضرت علی ؑ کی جانب سے کیا رد عمل ہوا؟
- ۳۔ سپاہ عراق پر سپاہ شام کی کامیابی کے کیا عوامل تھے؟ نہج البلاغہ میں بیان کئے گئے حضرت علی ؑ کے اقوال کی روشنی میں اس امر کی وضاحت کیجئے؟
- ۴۔ معاویہ کے حملات اور تجاوز کارانہ اقدامات کا سدباب کرنے کیلئے حضرت علی ؑ کا آخری فیصلہ کیا تھا؟
- ۵۔ امیر المومنین حضرت علی ؑ کو قتل کرنے کے لئے خوارج نے کیا سازش کی اس اقدام میں کون سے عوامل کار فرما تھے؟
- ۶۔ حضرت علی ؑ نے اپنے قاتل کے بارے میں کیا ارشاد فرمایا؟ اور حضرت امام حسن ؑ کو اس سلسلے میں کیا پند نصائح کیئے
- ۷۔ حضرت علی ؑ کی شہادت کس تاریخ کو واقع ہوئی شہادت کے وقت آپ کا سن مبارک کتنا تھا؟

## حوالہ جات

- ۱۔ یہ کوفہ کے مغرب میں شہر انبار کے نزدیک بستی تھی (معجم البلدان ج ۳ پ ۱۷۶) الغارات ج ۲/۳۲۵، طبری ج ۵/۱۳۳، کامل ابن اثیر ج ۳/۳۷۵، شرح ابی الحدید ج ۲/۳۰۵-۳۰۱
- ۲۔ یہ شہر دریائے فرات کے کنارے بغداد اور انبار کے درمیان واقع تھا (معجم البلدان ج ۵/۳۲۰)
- ۳۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۸۵، کامل ابن اثیر ج ۳/۳۷۶ و الغارات ج ۲/۳۶۳
- ۴۔ نہج البلاغہ خ ۲۷
- ۵۔ یہ بستی شام کے اطراف میں شام اور وادی القری کے درمیان اس راستے پر واقع ہے جہاں سے شام و دمشق کے حجاج گذر کر مکہ پہنچتے تھے (معجم البلدان ج ۲/۶۷)
- ۶۔ تاریخ طبری ج ۵/۱۳۳، کامل ابن اثیر ج ۳/۳۷۶، تاریخ یعقوبی ج ۲/۱۹۶
- ۷۔ یہ کوفہ کے راستے میں ایسی بستی تھی جہاں حجاج قیام کرتے تھے یہ خزیمہ سے پہلے اور شقوق کے بعد حجاج کی منزل گاہوں پر واقع تھی۔
- ۸۔ یہ جگہ کوفہ کے نزدیک خشکی کی سمت واقع تھی سرزمین طف اور زندان نعمان بن منذر اسی جگہ تھی (معجم البلدان ج ۳/۳۷۴)
- ۹۔ تاریخ طبری ج ۵/۱۳۵، لیکن ثقفی نے الغارات کتاب ج ۳/۳۲۲ میں لکھا ہے کہ ضحاک بن قیس نے عمرو بن عمیس نیز اس کے ساتھیوں کو قتل کر دیا۔
- ۱۰۔ تدمر سرزمین شام کا قدیم شہر تھا یہ جگہ شہر حلب سے پانچ دن کے سفر پر واقع تھی (معجم البلدان)۔
- ۱۱۔ تاریخ طبری ج ۵/۱۳۵، الغارات ج ۲/۳۲۵۔
- ۱۲۔ ملاحظہ ہو الغارات ج ۲/۶۰۰، و دیگر بعد کے صفحات، نیز شرح ابن ابی الحدید ج ۲/۱۷۱ و الغاتی ۱۶/۲۶۶۔
- ۱۳۔ نہج البلاغہ خ ۲۵۔
- ۱۴۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۲/۱۶۔
- ۱۵۔ تاریخ یعقوبی ج ۲/۲۰۰۔

۱۶۔ انی لعالم بما یصلحکم و یقم اودکم و لکنی لا اری اصلا حکم بافساد نفسی نہج البلاغہ خ ۶۹۔

۱۷۔ نہج البلاغہ خ ۱۷۔

۱۸۔ نہج البلاغہ خ ۱۱۹۔

۱۹۔ نہج البلاغہ خ ۱۵۹۔

۲۰۔ ان کا ذکر سطور ذیل میں آئے گا۔

۲۱۔ یہ حضرت جنگ جمل اور جنگ صفین میں حضرت علی ؑ کے ہمراہ تھے جنگ جمل میں تو انہوں نے قبیلہ نصر کی فرمانداری کے فرائض بھی انجام دئے لیکن مسئلہ حکمیت کے بعد حضرت علی ؑ سے برگشتہ ہو گئے اور آپ ؑ کی مخالفت پر اتر آئے۔ الغارات ج ۱/۳۳۳۔ ۳۳۲۔

۲۲۔ الغارات ج ۱/۳۳۸۔ ۳۳۲۔

۲۳۔ الغارات ج ۱/۳۳۲۔ ۳۳۹۔

۲۴۔ الغارات ج ۱/۳۳۹۔

۲۵۔ الغارات جلد ۱، ۳۵۳۔ ۳۵۲۔ کامل ابن اثیر ج ۳/۳۶۸۔ ۳۶۷۔

۲۶۔ الغارات ج ۱/۳۵۹۔ کامل ابن اثیر ج ۳/۳۶۹۔

۲۷۔ "سواد کوفہ" اطراف کوفہ میں وہ جگہ تھی جہاں کھجور کے درخت اس کثرت سے تھے کہ دور سے وہ جگہ سیاہ نظر آتی تھی اسی وجہ سے اسے سواد کہا جاتا تھا یہ جگہ طول ہیں موصل سے آبادان تک اور عرض میں غریب سے علوان تک پھیلی ہوئی تھی (مجمع البحرین ج ۳/۷۲)۔

۲۸۔ الغارات ج ۲/۷۸۲، تقی المقال ما مقانی ج ۳/۲۹۷۔

۲۹۔ تاریخ یعقوبی ج ۲/۲۰۳۔

۳۰۔ ملاحظہ ہو نہج البلاغہ کا خطبہ ۱۸۲۔

۳۱۔ نہج البلاغہ خ ۱۸۲، و مناقب ابن شہر آشوب ج ۳/۱۹۳۔

۳۲۔ مروج الذهب ج ۲/۳۱۱، بحارج ۳۲/۲۲۸، مقاتل الطالبین ۱۸ تاریخ طبری ج ۵/۱۳۳۔

- ۳۳۔ حضرت امام جعفر صادق ؑ سے روایت ہے کہ حضرت علی ؑ کے قتل میں اشعث بن قیس شرکت تھا اس کی بیٹی نے حضرت امام حسن ؑ کو زہر دیا اس کا بیٹا محمد بھی حضرت امام حسین ؑ کے قتل میں شریک تھا بحارج ۲۲۶/۳۲۔
- ۳۴۔ بحارج ۲۲۳/۳۲، ارشاد مفید ۱۳۔
- ۳۵۔ و اللہ ما کذبت و لا کذبت انھا معی لیلۃ التی وعدت فیہا بحارج ۲۲۶/۳۲، ارشاد ۱۵۔
- ۳۶۔ ذروہن فائھن نوائح بحارج ۲۲۶/۳۲، و ارشاد مفید ۱۵۔
- ۳۷۔ بحارج ۲۲۶/۳۲، ارشاد ص ۱۲۔
- ۳۸۔ مناقب ج ۳/۳۱۲، بحارج ۲۳۹/۳۲۔
- ۳۹۔ بحار الانوار ج ۳۲/۲۸۸-۲۸۷۔
- ۴۰۔ مقاتل الطالبین ۲۳۔
- ۴۱۔ سورہ زلزال آیہ ۶۔
- ۴۲۔ بحار الانوار ج ۳۲/۲۹۳۔

## فہرست

- ۵ ..... عرض ناشر:
- ۶ ..... حضرت علیؑ کی زندگی مختلف ادوار.....
- ۷ ..... پہلا سبق.....
- ۸ ..... ولادت سے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے مبعوث بہ رسالت ہونے تک.....
- ۹ ..... ولادت.....
- ۹ ..... پیغمبر ﷺ کے زیر دامن آپ کی پرورش.....
- ۱۱ ..... بعثت سے آنحضرت ﷺ کی ہجرت تک.....
- ۱۲ ..... بے نظیر قربانی.....
- ۱۲ ..... ہجرت سے آنحضرت ﷺ کی رحلت تک.....
- ۱۲ ..... علیؑ رسول خدا ﷺ کے امین.....
- ۱۳ ..... علیؑ رسول خدا ﷺ کے بھائی.....
- ۱۳ ..... علیؑ اور راہ خدا میں جنگ.....
- ۱۳ ..... علیؑ جنگ بدر کے بے نظیر جانباز.....
- ۱۵ ..... حضرت علیؑ رسول ﷺ کے تنہا محافظ.....
- ۱۵ ..... مرحلہ فتح و کامیابی:
- ۱۶ ..... مرحلہ شکست:
- ۱۷ ..... جنگ خندق میں علیؑ کا کردار.....
- ۱۸ ..... علیؑ فاتح خیبر.....
- ۱۹ ..... امیر المومنین علیؑ کی سیاسی زندگی میں جنگجویی کے اثرات.....

- ۲۰ ..... حضرت علی ؑ اور پیغمبر اکرم ﷺ کی جانشینی
- ۲۱ ..... حدیث یوم الدار
- ۲۲ ..... حدیث منزلت
- ۲۲ ..... قرآن مجید میں حضرت ہارون کے مقامات و مناصب
- ۲۳ ..... حدیث غدیر
- ۲۵ ..... سوالات
- ۲۶ ..... حوالہ جات
- ۳۰ ..... دوسرا سبق
- ۳۰ ..... رسول اکرم ﷺ کی رحلت سے خلافت ظاہری تک
- ۳۱ ..... رسول اکرم ﷺ کی رحلت سے خلافت ظاہری تک <sup>(۱)</sup>
- ۳۱ ..... وفات پیغمبر ﷺ کو جھٹلانا
- ۳۲ ..... غیر متوقع حادثہ
- ۳۲ ..... پیغمبر ﷺ کی جانشینی کا مسئلہ شیعوں کی نظر میں
- ۳۳ ..... لا تعلقی
- ۳۳ ..... لوگوں کا دور جاہلیت کی جانب واپس چلے جانے کا خطرہ
- ۳۵ ..... شوری
- ۳۶ ..... وصی اور جانشین کا تقرر
- ۳۷ ..... سقیفہ میں رونما ہونے والے حالات
- ۳۸ ..... اس خطبے کے اہم نکات
- ۳۹ ..... انصار کا رد عمل

- ۳۰ ..... علی ؑ کی بیعت کے بارے میں تجویز.....
- ۳۱ ..... سقیفہ کے واقعات کے بعد حضرت علی ؑ کا رد عمل.....
- ۳۳ ..... علی ؑ نے کیوں عجلت نہیں کی؟.....
- ۳۵ ..... سوالات.....
- ۳۶ ..... حوالہ جات.....
- ۳۸ ..... تیسرا سبق.....
- ۳۸ ..... رسول اکرم ﷺ کی رحلت سے خلافت ظاہری تک ۲.....
- ۳۹ ..... حضرت علی ؑ کے گھر میں پناہ گزینی.....
- ۵۰ ..... انصار سے مدد چاہنا.....
- ۵۰ ..... حساس صورتحال.....
- ۵۱ ..... قیام نہ کرنے کے دلائل اور وجوہات.....
- ۵۱ ..... ۱۔ معقول فوجی طاقت کی کمی.....
- ۵۲ ..... ۲۔ اسلام اور اسلامی وحدت کا تحفظ.....
- ۵۳ ..... ۳۔ جاہلیت کی طرف بازگشت.....
- ۵۳ ..... ۳۔ کینہ تو زد دشمن.....
- ۵۵ ..... بیعت کا انجام.....
- ۵۵ ..... مسئلہ فدک.....
- ۵۷ ..... فدک پر قابض ہونے کے محرکات.....
- ۵۷ ..... ۱۔ مخالفین کو اپنے جانب متوجہ کرنا.....
- ۵۸ ..... ۲۔ جمع و خرچ کی مد میں کمی.....

- ۵۸ ..... ۳\_ علی ؑ کی اقتصادی قوت کے باعث خطرے کا احتمال
- ۵۹ ..... مخالفین کی سرکوبی
- ۶۱ ..... شورشوں کا دبا جانا
- ۶۱ ..... حضرت فاطمہ ؑ کی وفات
- ۶۳ ..... سوالات
- ۶۵ ..... حوالہ جات
- ۶۸ ..... چوتھا سبق
- ۶۸ ..... رسول اکرم ﷺ کی رحلت سے خلافت ظاہری تک ۳
- ۷۰ ..... سرزمین شام و عراق کی فتح
- ۷۱ ..... خلیفہ وقت کی قرآن و سنت سے واقفیت
- ۷۱ ..... حضرت علی ؑ اور ابوبکر کی علمی و سیاسی مشکلات
- ۷۲ ..... جانشینی کا تعین
- ۷۳ ..... قلم و اسلام کی وسعت
- ۷۳ ..... فتوحات کی خوشخبریوں کے اثرات
- ۷۵ ..... حضرت علی ؑ کے ساتھ خلیفہ ثانی کے سیاسی و علمی مشورے
- ۷۶ ..... بنی ہاشم کی گوشہ نشینی
- ۷۷ ..... احادیث نبوی کی حفاظت و کتابت پر پابندی
- ۷۸ ..... بیت المالک کی تقسیم میں خلیفہ کا رویہ
- ۷۹ ..... خلیفہ دوم کا قتل
- ۷۹ ..... کونسی شوری؟

- ۸۰ ..... مذکورہ شوری کے بارے میں حضرت علی ؑ کی نظر.....
- ۸۱ ..... حضرت علی ؑ کی شرکت اور اس کی وجہ.....
- ۸۲ ..... عثمان کی خلافت.....
- ۸۳ ..... مسلمانوں کا بیت المال.....
- ۸۳ ..... حضرت علی ؑ کے پند و نصائح.....
- ۸۶ ..... خلیفہ سوم کا قتل.....
- ۸۷ ..... حضرت علی ؑ کی نظر میں عثمان کا قتل (۴۶).....
- ۸۸ ..... پچیس سالہ حکومت خلفاء کے دوران علی ؑ کے کارنامے.....
- ۹۰ ..... سوالات.....
- ۹۱ ..... حوالہ جات.....
- ۹۵ ..... پانچواں سبق.....
- ۹۵ ..... خلافت ظاہری سے شہادت تک.....
- ۹۶ ..... حضرت علی ؑ کی بیعت.....
- ۹۸ ..... بیعت کے بعد لوگوں میں سرور و شادمانی.....
- ۹۹ ..... قریش کی وحشت و پریشانی.....
- ۱۰۰ ..... گوشہ نشین لوگ.....
- ۱۰۱ ..... حضرت علی ؑ کی بیعت کے امتیازات.....
- ۱۰۲ ..... سوالات کے جوابات.....
- ۱۰۳ ..... حضرت علی ؑ نے کن مقاصد کے تحت حکومت قبول فرمائی.....
- ۱۰۳ ..... ابتدائی اقدامات.....

- ۱۰۵ ..... نیک اور صالح کارکنوں کا تقرر
- ۱۰۷ ..... مساوی حقوق کی ضمانت
- ۱۰۸ ..... لوٹے ہوئے مال کی واپسی
- ۱۱۰ ..... بد عنوانیوں میں ملوث دو لتمدوں کی رخنہ اندازی
- ۱۱۱ ..... سوالات
- ۱۱۲ ..... حوالہ جات
- ۱۱۵ ..... چھٹا سبق
- ۱۱۵ ..... خلافت ظاہری سے شہادت تک ۲
- ۱۱۶ ..... ناکشین (حکومت علی ؑ کی مخالفت)
- ۱۱۷ ..... ناکشین
- ۱۱۹ ..... موقف میں تبدیلی
- ۱۲۱ ..... مکہ میں مخالفین کا جمع ہونا
- ۱۲۲ ..... سپاہ کے اخراجات
- ۱۲۳ ..... عراق کی جانب روانگی
- ۱۲۳ ..... سپاہ کی جانب عثمان بن حنیف کے نمائندوں کی روانگی
- ۱۲۵ ..... پہلا تصادم
- ۱۲۷ ..... دھوکہ و عہد شکنی
- ۱۲۷ ..... جمل اصغر
- ۱۲۸ ..... سرداری پر اختلاف
- ۱۲۹ ..... خبر رسانی

- سوالات..... ۱۳۰
- حوالہ جات..... ۱۳۱
- ساتواں سبق..... ۱۳۵
- خلافت ظاہری سے شہادت تک ۳..... ۱۳۵
- حضرت علی ؓ کی بصرہ کی جانب روانگی..... ۱۳۶
- ربذہ میں قیام..... ۱۳۸
- لشکر کا جاہ و جلال..... ۱۴۰
- صلح کی کوشش..... ۱۴۱
- لشکر کے لئے دستور العمل..... ۱۴۳
- دشمن کو متفرق کرنے کی آخری کوشش..... ۱۴۳
- فیصلہ کن جنگ..... ۱۴۵
- عام معافی..... ۱۴۸
- سوالات..... ۱۵۰
- حوالہ جات..... ۱۵۱
- آٹھواں سبق..... ۱۵۳
- خلافت ظاہری سے شہادت تک ۳..... ۱۵۳
- حضرت علی ؓ کی بصرہ کی آمد..... ۱۵۵
- جنگ جمل کے ناخوشگوار نتائج..... ۱۵۶
- کوفہ دارالحکومت..... ۱۵۸
- کوفہ پہنچنے پر علی ؓ کے اقدامات..... ۱۶۰

- ۱۶۱ ..... قاسطین
- ۱۶۲ ..... معاویہ کی تخریب کاری
- ۱۶۳ ..... امام علی ؑ کا نمائندہ معاویہ کی جانب
- ۱۶۳ ..... سرکشی کے اسباب
- ۱۶۳ ..... ۱\_ دشمنی اور کینہ
- ۱۶۵ ..... ۲\_ حکومت کی آرزو
- ۱۶۶ ..... ۳\_ ناکثین کی شورش
- ۱۶۶ ..... ۳\_ گزشتہ خلفاء کی دلیل و مثال
- ۱۶۷ ..... ۵\_ پروپیگنڈہ
- ۱۶۸ ..... مشہور و معروف اشخاص کو اپنانا
- ۱۷۰ ..... سوالات
- ۱۷۱ ..... حوالہ جات
- ۱۷۳ ..... نواں سبق
- ۱۷۳ ..... قاسطین (جنگ صفین) ۱
- ۱۷۳ ..... حضرت علی ؑ کا معاویہ کے ساتھ مراسلت میں محرک
- ۱۷۵ ..... حجاز کی جانب دراز دستی
- ۱۷۷ ..... نمائندے کی روانگی
- ۱۷۸ ..... مہاجرین و انصار سے مشورہ
- ۱۷۹ ..... عمومی فوج
- ۱۸۱ ..... کمانڈروں کا تقرر

- ۱۸۲ ..... صفین کی جانب روانگی
- ۱۸۳ ..... شام میں بحرانی حالات کا اعلان
- ۱۸۵ ..... پہلا مقابلہ
- ۱۸۶ ..... پانی پر بندش
- ۱۸۹ ..... سوالات
- ۱۹۰ ..... حوالہ جات
- ۱۹۳ ..... دسواں سبق
- ۱۹۳ ..... قاسطین (جنگ صفین) ۲
- ۱۹۳ ..... نمائندگان کی روانگی
- ۱۹۵ ..... دوبارہ وفود کی روانگی
- ۱۹۵ ..... معاویہ کے نمائندے
- ۱۹۶ ..... دغہ بازی کمزور کا حربہ
- ۱۹۷ ..... لشکر کے سرداروں سے ملاقات
- ۱۹۷ ..... ۲۔ قاریوں، زاہدوں کی جماعت سے ملاقات
- ۱۹۸ ..... ۳۔ سپاہ کے درمیان خلل اندازی
- ۱۹۹ ..... فیصلہ کن جنگ
- ۲۰۱ ..... عام جنگ
- ۲۰۳ ..... قرآن کی طرف دعوت
- ۲۰۳ ..... معاویہ کہاں ہے؟
- ۲۰۶ ..... حضرت علیؑ میدان کارزار میں

- ۲۰۷ ..... دوستوں کی حمایت و مدد
- ۲۰۹ ..... سوالات
- ۲۱۰ ..... حوالہ جات
- ۲۱۲ ..... گیارہواں سبق
- ۲۱۲ ..... قاسطین (جنگ صفین) ۳
- ۲۱۳ ..... استقامت و پایداری کیلئے نصیحت
- ۲۱۳ ..... فرار کرنے والوں کی تنبیہ و سرزنش
- ۲۱۳ ..... جنگ میں مالک کا کردار
- ۲۱۵ ..... دو حجر کی جنگ
- ۲۱۶ ..... حریت کا قتل
- ۲۱۷ ..... آخری تجویز
- ۲۱۸ ..... بدترین طریقے کا سہارا
- ۲۱۸ ..... دشمن کے سرداروں کا اعتراف
- ۲۱۹ ..... پھر دھوکا
- ۲۲۱ ..... دو لائق سپہ سالاروں کی شہادت
- ۲۲۵ ..... حضرت عمار کی شہادت کا رد عمل
- ۲۲۷ ..... سوالات
- ۲۲۸ ..... حوالہ جات
- ۲۳۱ ..... بارہواں سبق
- ۲۳۱ ..... قاسطین (جنگ صفین) ۳

- ۲۳۲ ..... نجات کے لئے کوشش
- ۲۳۳ ..... آخری فریب
- ۲۳۶ ..... سپاہ عراق کا رد عمل
- ۲۳۷ ..... سپاہ عراق میں نظریاتی اختلاف
- ۲۳۰ ..... مالک کا واپس آنا
- ۲۳۱ ..... سرکشوں کی سرزنش
- ۲۳۳ ..... نفاق و حماقت کے خلاف جدوجہد
- ۲۳۳ ..... حکمیت و ثالثی کی دعوت
- ۲۳۵ ..... معاویہ کی جانب روانگی
- ۲۳۶ ..... حکمین (ثالثوں) کا انتخاب
- ۲۳۸ ..... سوالات
- ۲۳۹ ..... حوالہ جات
- ۲۵۱ ..... تیرھواں سبق
- ۲۵۱ ..... قاسطین (جنگ صفین) ۵
- ۲۵۲ ..... خوارج کی نامزدگی
- ۲۵۶ ..... حکمیت کا معاہدہ
- ۲۵۹ ..... جنگ صفین کے عبرت آموز سبق
- ۲۶۰ ..... جنگ کے نتائج
- ۲۶۲ ..... سرکشوں کی تشکیل و گروہ بندی
- ۲۶۳ ..... حضرت علی ؑ خوارج کے درمیان

- ۲۶۳ ..... منافقین کی تحریکات
- ۲۶۷ ..... سوالات
- ۲۶۸ ..... حوالہ جات
- ۲۷۰ ..... چودھواں سبق
- ۲۷۰ ..... مارقین\_ حکمیت کا نتیجہ و رد عمل
- ۲۷۱ ..... منصفین کا اجتماع
- ۲۷۲ ..... حکمیت کا نتیجہ اور اس کا رد عمل
- ۲۷۵ ..... (ج) مارقین
- ۲۷۵ ..... خوارج کے مقابل حضرت علی ؓ کا موقف<sup>(۹)</sup>
- ۲۷۸ ..... منشور
- ۲۷۹ ..... مجموعی نعرہ
- ۲۷۹ ..... بغاوت
- ۲۸۱ ..... معاویہ سے جنگ
- ۲۸۳ ..... خوارج کے ساتھ جنگ کی ضرورت
- ۲۸۳ ..... جنگ کا سدباب کرنے کی کوشش
- ۲۸۷ ..... سوالات
- ۲۸۸ ..... حوالہ جات
- ۲۹۱ ..... پندرھواں سبق
- ۲۹۱ ..... مارقین\_ جنگ نہروان
- ۲۹۲ ..... دو سپاہ کے درمیان جنگ و نبرد

- ۲۹۳ ..... جنگ کے بعد.....
- ۲۹۳ ..... اصل دشمن کی جانب توجہ.....
- ۲۹۵ ..... غالیوں کا وجود<sup>(۸)</sup>.....
- ۲۹۶ ..... جنگ نہروان کے نتائج و عواقب.....
- ۲۹۷ ..... جہاد کی دعوت.....
- ۲۹۸ ..... حضرت مالک کا صوبہ و مصر کی حیثیت سے تقرر.....
- ۳۰۰ ..... حضرت مالک کی شہادت.....
- ۳۰۱ ..... مصر پر لشکر کشی.....
- ۳۰۳ ..... محمد بن ابی بکر کی شہادت.....
- ۳۰۵ ..... لوگوں کی تنبیہ و سرزنش.....
- ۳۰۷ ..... سوالات.....
- ۳۰۸ ..... حوالہ جات.....
- ۳۱۱ ..... سولھواں سبق.....
- ۳۱۱ ..... نہروان کے بعد.....
- ۳۱۲ ..... دہشت پسند اور غارتگر گروہ.....
- ۳۱۳ ..... ۱۔ نعمان بن بشیر.....
- ۳۱۳ ..... ۲۔ سفیان بن عوف.....
- ۳۱۵ ..... ۳۔ عبداللہ بن مسعدہ.....
- ۳۱۵ ..... ۳۔ ضحاک بن قیس.....
- ۳۱۶ ..... ۵۔ بسر بن ارطاہ.....

- ۳۱۶ ..... حضرت علی ؑ کار و عمل
- ۳۱۷ ..... معاویہ کے تجاوزکارانہ اقدام کا نتیجہ
- ۳۱۸ ..... دو متضاد سیاسی روشیں
- ۳۲۲ ..... فتنہ خریٹ
- ۳۲۳ ..... آخر س سعی و کوشش
- ۳۲۶ ..... حضرت علی ؑ کے خلاف دہشت پسندانہ سازش
- ۳۲۸ ..... شہادت کا انتظار
- ۳۲۸ ..... شہادت
- ۳۳۲ ..... سوالات
- ۳۳۳ ..... حوالہ جات